اسلام میں جنسی تعلقات

مذہب
اور
مناکحت
رکاوٹوں اور مصائب سے
نجات

اسلامی جنسی تعلقات
میں ابلیس واجتہاد کی
شرکت واشتراک

مصنف: الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

www.insaaniat.org

مذہب اور مناکحت

رکاوٹوں اور مصائب سے

نجات

اسلام میں جنسی تعلقات

اسلامی جنسی تعلقات میں ابلیس واجتہاد کی
شرکت واشتراک

مصنف: الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتهد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ

نام کتاب	:	مذہب اور مناکحت (اِسلام میں جنسی تعلقات)
مصنف	:	الفقیه الحکیم السید محمد احسنؒ زیدی(مجتهد) ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس
طبع	:	سوم
سن اشاعت	:	2018
تعداد	:	500
قیمت	:	روپے

☆☆☆☆☆

نمبر شمار	عنوان نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
1	1	گندی گھناؤنی اور قابل نفرت باتیں۔	1
2	5	ان شاندار تصورات کو ہم نے گندی و گھناؤنی اور قابل نفرت لکھا ہے۔	2
3	6	اسلام میں اس سے زیادہ جنسی آزادی اور پاک زندگی اور لامحدود ترقی کی راہیں کھولی ہیں۔	3
4	7	ہم بھی ان تمام مذاہب کے مخالف ہیں جو خالص کتبہائے خداوندی پر منحصر نہیں ہیں۔	3
5	8	اجتہاد کا چسکا لگا ہوا چھوٹتا نہیں ہے۔ ابلیس اور مجتہدین نہیں چاہتے کہ اللہ انہیں لامحدود نعمتیں عطا کرے۔	4
6	9	یہود و نصاریٰ اور مسلمان کس مذہب پر عمل پیرا ہیں؟ مودودی سے سنئے	5
7	10	اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی جنسی تعلقات میں سے ابلیس و اجتہاد کی شرکت و اشتراک کو نکال دے۔	6
8	11	تخلیقِ کائنات اور مقصدِ تخلیق کا اوّلین تقاضا علم و راہنمائی اور نمونے کا موجود ہونا ہے۔	6
9	12	ہم اس کتاب میں جنسی تعلقات اور متعلقات کے ہر پہلو کو آپ کے سامنے لائیں گے۔	7
10	13	غپ نہیں حقیقت ہے، اُلٹا سوچا اور دیکھا جارہا ہے۔	8
11	-	قرآن میں ایک ملعون شجرہ بھی ہے	14
12	2	ملعون شجرۂ نسب سے تعارف۔	14
13	3	عربوں میں نزول قرآن کے وقت یہ ایک تاریخی حقیقت تھی۔	14
14		جنسی تعلقات اور اسلام۔	15
15	2	اسلامی منصوبہ نظرانداز کرنے کے نتائج؟	16
16	3	اسلام کا جنسی منصوبہ اجتہاد کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ گیا۔	17
17	4	عہد رسولؐ کے مجتہدین کی محنت اور اجتہاد کا نتیجہ حضورؐ کو پسند نہ تھا۔	19
18	5	اسلامی تعلیمات رفتہ رفتہ قوم و ملک کے مقاصد سے ہم آہنگ بنالی گئیں۔	19
19	6	قرآن کو مفید تر بنانے کی تجویز رفتہ رفتہ کامیاب ہوگئی۔	20
20	7	حضرت آدمؑ کی تخلیق ملائکہ اور ابلیس کا سجدہ۔	22

21	8	سجدہ کو غیر خدا کیلئے ہمیشہ ناجائز سمجھا گیا۔نظام اجتہاد اور ابلیس۔	24
22	9	قرآن، رسولؐ اور تمام محققین علما، اللہ کے مخالف بتائے گئے ہیں۔	24
23	10	اجتہاد ہمیشہ خدا اور رسولؐ کی منشا کے خلاف رہتا ہے۔	25
24	11	ابلیس سجدہ کے حکم میں شامل تھا مگر مجتہدین اور اجتہاد کی رُو سے شامل نہ تھا	26
25	12	ابلیس کو طویل مہلت، مقابلہ اور آزمائش ہی کیلئے دی گئی تھی۔	30
26	13	ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا راز نمرود و یزید۔	31
27	14	ساری نوع انسان کو گمراہ کر سکنے کی قدرت اور اختیارات اور ساری نوع انسان کو ہدایت کرنے اور ابلیس سے بچانے کی قدرت۔	32
28	(الف)	ابلیس کے چند اختیارات اور قدرت۔	33
29	15	جنت میں سکونت کا حکم ابلیس کے لئے لمحۂ فکریہ۔	35
30	16	یہ شجرہ ابلیس کا سہارا بن گیا۔	36
31	17	حکم میں گنجائش موجود ہے۔	36
32	18	جنسی شعور سے عورت اور مرد میں پہلا تعارف۔	37
33	19	ابلیسی پروگرام ۔جنسی شعور کی طرف ایک قدم ،بھولے بھالے نیک طینت لوگ اور ابلیس۔	38
34	(الف)	جنسی تعلقات میں ابلیس کی شرکت؟	41
35	20	ابلیس کا پروگرام عطا شدہ اختیارات وقدرت کے ماتحت قرآن کریم کی روشنی میں؟	43
36	21	ابلیس کی وسعتِ کار میں سہولت کے لئے اللہ نے اس کو نظام وحی اور اطمینان بھی بہم پہنچایا۔	45
37	22	جہاں جہاں ایمان نہیں وہاں ابلیس حکمران ہے ابلیس تمام انسانوں کو ہر جگہ سے دیکھتا رہتا ہے۔	46
38	23	جنسیات میں ابلیس وقریش کا انتہائی مقام،قریش کا ہر بچہ جنسی اشتراک کے کمال پر بلند تھا	46
39	24	ابلیس جنسیات کے ایک سربستہ راز پر مطلع ہو گیا۔	49

40	25	خالق کی مخلوق سے یاماں کی بیٹے سے شادی؟	50
41	26	نیا اجتہاد پُرانے اجتہاد کا شرما کر انکار کر رہا ہے؟	51
42	27	اجتہاد میں خدا کو شہوت پرست ہونا چاہیئے۔	51
43	(الف)	برھما بیٹی سے جنسی تعلقات چاہتا تھا۔	52
44	28	ایک عورت کے کئی ایک شوہر بھی۔	54
45	29	مارکس اور اینجلز اور دیگر کمیونسٹوں کو تحقیقی جواب۔	55
46	30	کثرت ازواج پر ایک مقدس مثال۔	56
47	31	نسل انسانی میں گھوڑے کا حصہ؟	57
48	32	خود پنڈت جی ناسمجھی ہی سے اپنے بزرگوں کی توہین کرتے ہیں۔	58
49	33	ھندوؤں پر بھی مجتہدین نے ہاتھ صاف کیا۔	59
50	34	پچاس فیصد سے زیادہ مسلمانوں کو مسلمان علمانے سورۂ یوسفؑ کی تلاوت سے منع کیا ہے۔	63
51	(الف)	سورۂ یوسفؑ ابوالکلام کے قلم اور زبان سے سنئیے:	63
52	35	بادشاہِ مصر عزیز کا ردِعمل اور مفسرین قرآن کا تعجب۔	63
53	36	قرآن فہمی میں معاشرت وتہذیب سے لاعلمی نے مفسرین کو گمراہ کیا ہے۔	64
54	37	رئیسوں اور امیروں میں عورتوں کی بالا دستی۔ مصری تہذیب میں عصمت بے معنی۔	65
55	38	یونان وروم ومصر کا تمدن ومعاشرت بابل سے گزر کر آئی تھی یہ وہی تمدن ومعاشرت تھی۔	65
56	39	حسن وجمال نبیؑ کے قدموں پر مگر؟	66
57		قرآن فہمی کو ایک کھیل بنالیا تھا۔	66
58	40	سوشل لائف سے بے بہرہ ہونا قرآن سے بے بہرہ ہونا ہی ہے۔	67
59	41	جنسی تعلقات افلاطونی نظام کی صورت میں۔	69
60	42	ابلیس کا تصوراتی معاشرہ کامیابی سے بڑھ رہا ہے۔	70
61	43	مسلمانان عالم کی خوش فہمیاں۔	70

62	-	عربوں میں جنسی تعلق کا نچوڑ موجود پایا گیا	71
63	44	عربوں سے تعارف مسلمانوں کی معرفت ،مسلمانوں کی معرفت یعنی فریب اندر فریب سارا فریب۔	71
64	45	جنسیات کی راہ سے تکلفات ہٹانے والی محافل کا نظارہ۔	72
65	46	جنسی شرکت سے پرہیز کرنے والوں کا مکمل مقاطعہ لازم تھا۔	73
66	47	عربی مجالس ومحافل میں شرکت کے مقاصد وفوائد اور مخالف عناصر کے بائیکاٹ کی غرض وغایت۔	73
67	48	عرب کے ایک مخلوط النسل بادشاہ معاویہ کے نام ہزار بادشاہوں کے بیٹے کا خط	74
68	49	عرب میں ہمہ گیر جنسیات کی طرف بڑھانے والے کئی طرح کے معاشرے تھے	75
69	50	جنسیات کی اس پیوندکاری میں سے چند حقیقتیں باہر نکال کر الگ کرلیں	77
70	51	جب چاہا جس سے چاہا جتنی چاہا بیویاں بدل بدل کر تعلق۔	77
71	52	لڑکی سے بچنے اور لڑکا حاصل کرنے کے لئے مَردوں کا مل کر کسی عورت سے جُوا کھیلنا۔	78
72	53	جنسی تعلقات کے لئے صلائے عام جاری تھا۔انفرادی اور اجتماعی لطف اندوزی	78
73	54	جنسی صلائے عام اور عمومی استفادہ پر بھی اطلاعات دی ہیں۔	79
74	55	صلائے عام والی عورتوں کے نام غائب کرنے کی کوشش؟	80
75	56	بیٹیوں سے جنسی تعلقات رکھنا اور اُن سے اولاد پیدا کرانا۔	80
76	57	حقیقی بہنوں سے بیک وقت جنسی تعلقات رکھنا اور اولاد لینا۔	81
77	(الف)	ماں سے جنسی تعلقات اپنے باپ کے بیٹے بھی اور ہمزلف بھی۔	82
78	58	ماں سے جنسی تعلق قائم کرنے کا طریقہ اور قانون؟	82
79	59	اللہ کیلئے اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ کہہ دینا آسان ہے ہمارے لئے بڑا مشکل ہے۔	83
80	60	نالۂ بُلبل تو سُنا ھنس ھنس کر،مگر ذرا اپنا دامن وگریبان جھانک کر دیکھیں	83
81	-	قرآن کریم اور عربوں کی جنسیات	87
82	61	نبی آخرالزمان کا مخاطب معاشرہ جنسیات میں ساری دنیا کو پیچھے چھوڑ گیا تھا	87

83	62	تمام گھر اپنے تمام مرد اور عورتیں اپنی، کسی کو کسی سے پردہ نہیں، ملنے جلنے پر پابندی نہیں۔	88
84	63	مومنین اور مومنات کو اپنی اپنی شرمگاہوں کو سب کے لئے کھلا رکھنے کی ممانعت بھی کرنا پڑی تھی۔	89
85	64	عرب میں مسلمان ہو جانے کے بعد بھی اندام نہانی سب کیلئے حاضر اور کھلے رہتے تھے۔صلائے عام تھا۔	90
86	65	مومنین اور مومنات ہی نہیں بلکہ رسوؐل کی ازواج پر بھی عربی معاشرہ دباؤ ڈالتا رہا شرمناک صورتِ حال۔	91
87	66	مومنین ازواجِ رسوؐل سے جنسی تعلقات جاری رکھنا چاہتے تھے مگر تا ابد منع کر دیا گیا	93
88	67	عربوں کی بے لگام جنسیات سے آنے والی نبیؐ کی ازواج کی گھریلو زندگی کا بیان بھی سُنیں۔	94
89	68	مخاطب بیویاں زنا اور بے حیائی سے روک دی گئیں۔لا رالپّا اور لُبھانا اور نمائش بند ،نماز کی پابندی۔	96
90	69	رسوؐل کے والدین اور اولادؐ اطہار، رسوؐل کو گوشت پوست اور خون دینے والے؟	96
91	70	جنسیات زدہ عربوں کو اسلام لانے ،نمازیں پڑھنے، حج کرنے کے بعد بھی ازسرتاپا خبیث کہا گیا ہے وہ سب صحابہ ہی تھے۔	97
92	71	پہلی پابندی جنسی تعلق میں پاک و ناپاک کو کُفو نہ بنایا جائے۔	100
93	72	مُسلم اور غیر مُسلم کی شرط نہیں گندہ اور پسندیدہ کوئی ہو،ایک دوسرے کی جوڑی میں پسندیدہ نہیں،نجات کی بنیاد پاکی پر ہے۔	101
94	73	کون کس سے نکاح کرسکتا ہے؟ کون کس کا کُفو اور ہمسر ہے؟ مشرک کون ہے؟ اَلزَّانی کون ہوتا ہے؟	102
95	74	وہ تمام معنی غلط اور ناممکن ہیں جو دیگر علما نے اس آیت (24/3) کے لئے ہیں۔	104
96	75	اسلام لانے والوں پر عربی جنسیات میں کون کون سے رشتے ہمیشہ کیلئے حرام کئے	105

97	76	مسلمانوں کو نظام شرک سے منع کر دیا گیا اور جو کچھ اس سے پہلے ہوا اُسے نظر انداز کر دیا گیا۔	106
98	77	ایسا مسلمان معاشرہ جس میں لوگوں کو لوگوں کے حقیقی والدین معلوم نہ تھے	107
99	78	نسل در نسل جنسیات میں آزاد چلی آنے والی قوم جلدی سے رُکنے والی تو نہ تھی۔	108
100	79	زنا یا متعلقاتِ زنا عربوں کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا اُن سب سے باز رہنا بڑا مشکل ثابت ہوا۔	109
101	80	عرب کے جنسی معاشرے کی ایک جھلک اسلام لانے والی عورتوں سے معاہدہ اور بیعت۔	110
102	(الف)	علامہ مودودی کی تشریحات۔	111
103	(ب)	مودودی نے آیت کے ایک جملہ کا ترجمہ غلط کر دیا ہے۔	111
104	(ج)	حرام کاری ختم، پاکدامنی لازم، خبیث وطیب الگ نئے رشتے نئی اولاد۔	112
105	81	آدمؑ سے لیکر خاتمؐ تک برابر ایک ترقی پذیر اُمتؐ انسانوں کو ترقی کرانے کیلئے موجود رہتی چلی آئی ہے۔	113
106	82	کائنات میں ترقی کی بُنیاد ایک ایسے انسان کی ذات پر رکھی گئی جو بہترین قوم کے ساتھ ازلی وابدی عالم پیدا کیا گیا۔	113
107	83	قرآن کی ابتدا کرتے وقت علومِ خداوندی اور علومِ کائنات اور لوح وقلم کا تعلیم یافتہ انسان۔	115
108	(الف)	منکرین بھی مان لیں کہ محمدؐ ہی کے لامحدود علم کی بات ہوتی چلی جارہی ہے	116
109	84	آنحضرتؐ کے جنم دینے والوں، پالنے والوں اور راہِ نبوت چلانے والوں، قیامت تک ذمہ داری لینے والوں کے احسانات۔	116
110	85	جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے اُسے مادّی صورت میں ہمیں دکھایئے؟ کن کے کاموں کو خود سے منسوب کیا۔	117
111	86	محمدؐ اور محمدؐ کو بنانے والوں کی شان، شاہ محمد احمد خان کے قلم سے	118
112	87	وہ سب کچھ دے دیا گیا جس کی کبھی بھی ضرورت پڑسکتی تھی	119

113	88	لِسان اللہ حضرت علیؑ، محمد مصطفیٰ اور خانوادہ محمدؐ سے اور اللہ سے تعارف کراتے ہیں	120
114	89	اللہ کے عدل اور حُکم ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ کسی قانون، کسی اسکیم اور کسی کام میں خرابی نہ ہو	123
115	90	حرام اور حرام کاری سے دُور دُور رہتے ہوئے ترقی پر گامزن رہنا	124
116	91	اللہ نے حضرت آدمؑ اور تمام انبیاؑ کو ملا کر وہ نسل پیدا کی تھی جس سے خانوادہ محمدؐ برآمد ہوا	125
117	92	آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک مسلسل پاک و پاکیزہ نسل موجود رہی ہے جس کی اتباع خود محمدؐ پر واجب تھی۔	127
118	93	نسب و نسلِ محمدؐ دُنیا و آخرت و قیامت میں محمدؐ کے ساتھ وابستہ و ہم آہنگ رہے گا	128
119	94	ساقط ہو جانے والے انساب سے نسبِ رسوؐل کا الحاق نہیں کیا جاسکتا	128
120	95	خودساختہ انساب قبول نہیں ہر شخص کو اُس کے باپ اور نسب سے پکارنا پسندیدہ ہے	129
121	96	نبیؐ اور نبیؐ کے ارحام والے حضرات ساری نوع انسان سے بلند و بالا،	130
122	97	کُفو میں مرد اگر عورت سے کچھ بڑھ کر ہوں تو نسل ترقی پذیر رہے گی، مردوں کا عورتوں سے گھٹیا ہونا تباہ کُن ہوگا۔	131
123	98	عُذرات صحیح ہوں یا غلط، انسانی ترقی میں حارج ہوتے ہیں۔ دَورِ نبوّت و امامت کا فرق جابرانہ قائم ہوگا	133
124	(الف)	کُفو سو فیصد صحیح مگر صرف بے بسی نسلیں تباہ کر دیتی ہے	133
125	(ب)	وہ اَزدواج ہرگز اسلامی نہیں ہوسکتا جس میں عورت اور مرد ایک دوسرے کو ستانے کا حق رکھتے ہوں۔	134
126	99	طلاق قرآن میں مذکور بدترین و ناگوارترین رعایتی صورتِ حال ہے جو دَورِ امامتؑ میں منظور نہیں۔	135
127	(الف)	نکاح والی آیت عربوں کے آزاد جنسی نظام کو روکتی ہے اور شوہر کے مال کو زوجہ کے تصرف میں دیتی ہے اور استقلال کو عارضی کرتی ہے	138

128	(ب)	سازش اور بدمعاشی کی وجہ سے اللہ نے نکاح کے متعلق ہر بات کو گھما پھرا کر قرآن میں فرمایا ہے	140
129	(ج)	ادب اور تہذیب کو پردہ نہ بنائیں، نہ دھوکا دیں اور نہ ہی دھوکا کھائیں	141
130	100	بددیانتی اور خودغرضی کے لئے مرد عورتوں پر حاکم اور حکمران بن بیٹھے	143
131	101	معاشرے میں جنسی ضروریات فراہم کرنا اور انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے آزاد کرانا مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری۔	145
132	(الف)	رسولؐ اور ازواجِ رسولؐ پر صحابہ اور صحابیات پر بندہ سازی اور بندہ بازی کا ثبوت مودودی۔	147
133	(ب)	بندہ سازی اور بندہ و بندی بازی کے طویل بیان میں بندی بازی اور بندہ سازی تا قیامت جائز رکھی گئی۔	150
134	(ج)	جنسی تعلق مذکورہ قسم کے تمام بندوں اور بندیوں سے نکاح کی شرط کے بغیر جائز ہے	151
135		ازواجِ رسولؐ کی تنخواہوں اور وظائف کا ساری اُمّت سے زیادہ مقرر کیا جانا	152
136	(د)	احکامِ قرآن کو بدل بدل کر جنسی تعلقات کو حرام کی طرف لانے اور جائز کرنے کی کوشش	153
137	102	عہدِ رسوؐل کے صحابہ اور بعد کے مسلمانوں نے اللہ و رسوؐل کے جنسی قوانین کو تباہ کر دیا تھا	154
138	103	غیر کُفو سے شادی یا نکاح کرنے سے آئمہ معصوؐمین اور سیدؐ زادیوں نے موت کو بہتر سمجھا۔	156
139	(الف)	عربوں کو حرام سے روکنے اور حلال کا پابند کرنے میں قرآن کو جھکولے لے کر بیانات دینا پڑتے ہیں	160
140	104	دَورِ امامتؐ میں کوئی امام زادی بھی غیر خاندانوں میں نہیں دی گئی ایک چیلنج ہے	162
141	(الف)	گیارہ آئمہ معصومین کا منفی عمل بھی ہر سید زادی کو غیر سید پر ابداً حرام ثابت کرتا ہے	162
142	(ب)	غیر معصومؑ مگر عزتِ رسولؐ کے قائل سید بھی بلا کُفو نکاح پر موت کو ترجیح دیتے رہے ہیں	163

143	(ج)	عیسیٰ کے واقعہ پر تبصرہ اور خانوادۂ رسولؐ کی سُنّت اور عزت	167
144	(د)	حضرت عیسیٰ اپنے زمانے کے تمام غیر معصومین سے علم وعبادت میں سربلند اور مشہور عالم وعابد تھے۔	167
145	105	ہماری بیٹیاں صرف ہمارے بیٹوںؑ کیلئے ہیں اور ہمارےؑ بیٹے صرف ہماری ہی بیٹیوؑں کیلئے ہیں۔	168
146	(الف)	آئمہ علیہم السلام نے اپنے عمل اور قول سے اولاد فاطمہؑ کی بیٹیوں کو اپنی اولاد میں محدود کردیا۔	169
147	(ب)	تمام سید اور سید زادیوں سے یعنی حضرت فاطمہؑ کی ساری اولاد سے مودت وتکریم و محبت واجب ولازم ہے	171
148		سید حسین قمی شرابی سے عالم اور حضرت امام حسنؑ عسکری کے وکیل کا شرعی سلوک امامؑ کو ناپسند ہوا	177
149	(ج)	اُمت محمدؐیہ پر اولادِ رسولؐ کی تعظیم وتکریم اور محبت ومودة واجب اور اُن سے نفرت و عداوت وبغض تا قیامت حرام ہے	179
150	(د)	اولادِ رسولؐ کی توہین، توہینِ خدا اور رسولؐ اور کفر صریح ہے	180
151	(ھ)	سیدزادیاں اپنے مقامِ بلند کے سامنے اُمت کے بڑے سے بڑے بزرگ، بڑے سے بڑے رئیس وسردار کو حقیر وکم رتبہ بلکہ اپنا غلام سمجھے بغیر نہ رہیں گی	182
152	(و)	سیدزادیوں کا غلط شوہروں پر غضبناک ہونا اور اُن کو حقیر وذلیل سمجھنا اور کہنا قرآن کی رو سے (38-33/37) صحیح اور جائز ہے	188
153	106	اولادِ رسولؐ ساری اُمت سے افضل ہے اُن کا ادب واحترام واجب ہے، اُن کو ایذا دینے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں	188
154	(الف)	اللہ نے خود کو محمدؐ اور آل محمدؐ سے وابستہ رکھا ہے اور باقی نوع انسان سے خود کو جُدا رکھا ہے	189
155	(ب)	اللہ کی محمدؐ وآل محمدؐ سے وابستگی قرآن سے ہے	191

156	(ج)	حضرت علیؑ کا معاویہ کو جواب کہ محمدؐ و آل محمدؐ اللہ کے ساتھ وابستہ ہیں اور تم بعید ترین لوگوں میں سے ہو	192
157	(د)	رسولؐ اللہ کی شان میں معمولی کمی خلافِ تمیز و تہذیب حرکت، احترام میں ذرہ برابر کمی کفر کی سزا سے بڑی سزا کا مستوجب	195
158	(ھ)	اولادِ رسولؐ کی عزت واحترام، اللہ اور رسولؐ کی عزت واحترام کرنا ہے	197
159	107	دائمی نکاح بھی ایک جنسیاتی فریب ہے اور تخریب اسلام اور تخریبِ انسانیت کی سازش ہے	198
160	(الف)	پرویز کا یہ بیان بھی حقائق اور قرآن کے خلاف ایک خوش کُن فریب ہے	200
161	(ب)	نکاح کی حدود وقیود پر پرویز صاحب کی پانچ عدد باتیں	202
162	(ج)	یہ پانچوں باتیں فرضی، خوش کن اور از اول تا آخر جھوٹ اور فریب ہیں	202
163	(د)	پرویز اصطلاحی متعہ کو مذموم وحرام ثابت کرنے کی طرف بڑھتے بڑھتے لاشعوری سے اپنے بزرگوں کی پول کھولتے ہیں	205
164	(ھ)	پرویز کے بزرگوں کی شرمناک اور بے حیائی واضح کرنے کے لئے ہمیں وہ الفاظ لانا ہیں جو گالیاں کہلاتے ہیں	206
165	(و)	مسئلہ متعہ پر پرویز کے ریمارکس بھی ملاحظہ ہوں	210
166	108	قرآنی نکاح میں اصطلاحی نکاح ہرگز موجود نہیں ہے۔ جو نکاح چاروں طرف شیعوں اور سُنیوں میں ہو رہا ہے غلط ہے	211
167	109	یہ ہے وہ سارا سامان جس پر شیعہ سُنّی علما نے اپنے اصطلاحی نکاح اور اصطلاحی متعہ کی عمارت کھڑی کی ہے	215
168	(الف)	ہمارا سرسری اور مختصر بیان یا یہ کہ ہم اس آیت 4/24 سے کیا سمجھے؟ ترتیبِ نکاح	216
169	110	ہماری تفسیر سے بھی ایک بیان دیکھ لیں پھر ہم مندرجہ بالا ترجموں پر تنقید کریں گے	217
170	(ب)	ما ملکت ایمان (4/24) کے لئے خصوصی رعایت اور پابندی	218
171	(د)	ایک آیت (4/24) میں عورتوں سے جنسی تعلق کے لئے مہر کی قرارداد کے بعد دونوں کو مختار بنا دیا گیا ہے۔	223

172	111	اب ہم آیت(4/24) پر دوبارہ نظر ڈالتے ہیں اور اُن خامیوں پر متوجہ کرتے ہیں جو عمداً یا سہواً علما سے ہوئی ہیں	224
173	112	آپ کی تنگ دلی یا کوتاہ اندیشی اور غلط پروپیگنڈا دینی احکام پر اور لوگوں کی فطری ضرورت پر اثر نہیں ڈالتا	226
174	(الف)	گُڑ کھانا مگر گلگلوں سے پرہیز کرنا۔مودودی اور تمام شیعہ سُنّی مفسرِ علما بڑی شرمناک باتیں لکھتے رہے ہیں اور الفاظ بدل کر زنا جائز کرتے رہے	228
1745	(ب)	علامہ مودودی جنسی تعلق کیلئے تمتّع کو نکاح کے برابر لاتے اور حلال کرتے ہیں	228
176	(ج)	مودودی کی آیت(4/24) کی چوالیسویں(44) تشریح کے مندرجہ بالا دس بیانات قرآن کے مخالف اور زنا کے جواز میں ہیں	231
177	(د)	مودودی نے اپنے مندرجہ بالا دس گیارہ بیانات میں مملکت ایمان کو سپاہیوں کی ملک عین قرار دیا	232
178	113	مودودی عورتوں سے بلا نکاح جنسی تعلق جائز کر چکے ہیں اور جنسی تعلق میں عارضی یا مستقل کی کوئی شرط نہیں لگائی ہے	233
179	114	قدرتی اور فطری ایسی حالتیں اور ضرورتیں پیش آسکتی ہیں کہ شوہر و زوجہ جدائی پر مجبور ہو جائیں	233
180	115	پہلے سے سمجھ بوجھ کر باہمی رضامندی سے جنسی تعلق کی ضرورت اور مُدت مقرر کی جا سکتی ہے مقاصد برقرار رہیں گے	235
181	116	سچ مچ ایک دفعہ کی مجامعت پیش آنا ناممکن نہیں ہے۔ایسے اشخاص ، ایسی ضرورت اور مواقع ممکن ہیں، مگر انتظام لازم ہیں۔	236
182	117	قارئین نکاح پر عارضی اور وقتی ہونے کا مذموم لیبل لگانے والوں پر لعنت بھیجیں اور یہ آیت سنیں	240
183	(الف)	نکاح سے پہلے نہ طلاق ہوتی ہے نہ کوئی عورت اپنی عورت بنتی ہے۔نکاح کے لئے ضروری نہیں کہ مجامعت کی جائے یا مہر مقرر کیا جائے	241

184	118	عورتیں تعداد میں زیادہ رہی ہیں اور رہیں گی اور موجود ہیں اُن کا بہترین استعمال اُن کی صلاحیتوں کو نوع انسان پر لگانا ہے	243
185	(الف)	تمام مذہبی احکام نوع انسان کی ضروریات ومشکلات کا حل کرنے کے لئے انبیاؑ نے اُمتوں کو بتائے ہیں	244
186	119	قرآن سے نکاح کو چار میں محدود کرنا نا سمجھی کی دلیل ہے۔	247
187	(الف)	عورتوں کی مندرجہ بالا تعداد پر گفتگو سے پہلے ایک آیت کا ترجمہ اور تشریح اور دیکھ لیں	248
188	120	آنحضرتؐ اور آئمہؑ کو اصطلاحی نکاح میں اُلجھانے کی کوشش اور شیعوں کا جواب میں اصطلاحی متعہ کی ایجاد	249
189	121	شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء کی تواضع اُن کی مذہبی اور نظریاتی عملی شکست پر اور تائیدِ حق پر چند باتیں	251
190	122	آئمہ معصومینؑ سوال کا حقیقی جواب دیتے تھے۔ نہ بحث میں اُلجھتے تھے نہ قرآن کے خلاف فرماتے تھے	252
191	123	کاشف الغطا اپنے عقائد کو ننگا کرنے کے لئے بڑی خوشامد سے پردہ اُٹھاتے ہیں اور الیٰ اَجَلٍ مُسَمّٰی کو قرآن میں نقص وتحریف کہتے ہیں	254
192	124	آل کاشف الغطا اور متعہ کی بحث میں اُن کی علمیت اور قریش کی سازشوں سے ناواقفیت اور خوشامدانہ رویہ	257
193	(الف)	شیخ صاحب قرآن کے وسیع الاختیار نکاح کے منکر ہیں اصطلاحی نکاح کے قائل ہیں عبداللہ کی دشمنی سے جاہل اور عقیدت مند ہیں	258
194	125	مومن الطاق اور ابوحنیفہ میں متعہ پر ایک لطیفہ اور متعہ کی منسوخی کے دلائل اور اہل کتاب زوجہ	259
195	126	جنسی تعلق میں وسعت کے لئے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت	261
196	127	مسلمان عورتوں کو اہل کتاب مردوں کے لئے جائز نہیں کیا گیا	261
197	128	عورتوں کی رضامندی اور ضرورت کے بغیر طلاق یا انہیں جدا کردینا زنا کرانا ہے	262

198	129	قرآنی (4/24) نکاح اور قریشی نکاح میں فرق یا قریشی نکاح اور شیعوں کے اصطلاحی متعہ میں فرق	262
199	130	قرآنی (4/24) نکاح کے سوا عورتوں سے جنسی تعلق قائم کرنے کے تمام طریقے حرام ہیں خواہ تمتع ہو یا متعہ ہو	264
200	(الف)	تمام غیر شادی شدہ آزاد مردوں اور عورتوں اور مملوک مردوں اور عورتوں کے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔	264
201	131	کفو اور اُجرت یا مہر کی شرط سے نکاح (4/24) کی پابندی کرنے سے پوری نوع انسان صحیح جوڑوں میں تولید نسل کرے گی۔	265
202	132	عربوں نے جنسی تعلقات کو لامحدود کر کے شعوب و قبائل تو الگ، باپ بیٹے اور ماں بہن تک کی شناخت اور تعین ختم کر دیا تھا	266

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گندی گھناؤنی اور قابل نفرت باتیں۔

اِس تیز گام ترقی کے دور میں بعض الفاظ واصطلاحات ونظریات گالی بن کر رہ گئے اور بعض الفاظ واصطلاحات ونظریات ہر دل عزیز، ہر دماغ میں رچے بسے اور ہر زبان پر جاری ہو گئے ہیں۔ان دونوں کی فہرست بنانا اور سُنانا مقصود نہیں ہے۔کہنا یہ ہے کہ آج کے دانشور جن چیزوں کو متفقہ طور پر دُنیا سے مٹا دینا چاہتے ہیں وہ دیکھئے اُن میں سے ایک سرمایہ داری ہے؛ 2۔اجارہ داری ہے؛ 3۔طبقہ واریت ہے؛ 4۔ذات پات اور نسلی تفوق ہے؛ 5۔مذہبی، ملکی اور قومی تعصب ہے؛ 6۔غربت وافلاس؛ 7۔خود اِرادیّت اور آزادیِ ضمیر ہے؛ 8۔کثرتِ ازواج و اولاد ہے۔

2۔ یہ وہ گندی اور گھناؤنی اور قابلِ نفرت باتیں ہیں جس پر اِس دُنیا کے دانشوروں کی کثرت متفق ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ اگر یہ آٹھ لعنتیں دنیا سے ختم ہو جائیں تو یہ دنیا بقول شخصے جنت بن جائے۔اُنہوں نے دُنیا کی باقی خرابیوں کو اِن ہی آٹھ خرابیوں کی اولاد سمجھا ہے۔یعنی باقی تمام برائیاں اِن ہی سے اور اِن ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی چلی جارہی ہیں۔

3۔ پھر اسی دنیا میں جو نظریہ باقی تمام نظریات پر غالب آتا چلا جارہا ہے اور جس کو بہت سے ممالک نے اپنا لیا ہے وہ اِن آٹھ خرابیوں کی بنیاد اور نوع انسان کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹیں۔1۔مذہب؛ 2۔مناکحت اور؛ 3۔ملکیت کو قرار دیتا ہے۔وہ کہتا ہے اور عام فہم مادی دلائل سے ثابت کرتا ہے کہ جب تک دنیا میں مذہب باقی رہیگا اور عورتوں کو کسی مرد کے ساتھ مستقل طور پر جنسی تعلق کا پابند رکھا جائیگا اور انسانوں کی الگ الگ ملکیت برقرار رہے گی، اس وقت تک مذکورہ آٹھوں خرابیاں اور نئی نئی خرابیوں میں دنیا اُلجھتی اور جہنم بنی رہے گی۔وہ نظریہ تقاضہ کرتا ہے کہ پوری نوع انسان ایک جسم کی طرح اس ساری دنیا کی مالک ہو۔دنیا کہ ہر چیز سب کی ہو۔سب برابر کے حقوق رکھتے ہوں،سب آزاد ہوں۔ہر مرد جس عورت سے اور عورت

جس مرد سے چاہے اور جب تک چاہے جنسی تعلقات رکھے یا نہ رکھے۔ کسی پر کوئی جبر نہ ہو۔ ہر پیدا ہونے والا بچہ جہاں بھی پیدا ہو، جس سے بھی پیدا ہو۔ تمام مردوں اور تمام عورتوں کا بچہ ہو، پورے ملک وقوم کا بچہ ہو، ساری دنیا اور پوری نوع انسان کا بچہ ہو۔ سب بہن بھائی بھی ہوں، ماں باپ بھی ہوں، شوہر وزوجہ بھی ہوں۔ سب کی ضروریات کی کفیل مرکزی تنظیم یا حکومت ہو۔ سب کی محنت وقابلیت کا ثمرہ مرکز کے ہاتھ میں ہو۔ سب کی پرورش تعلیم وتربیت اور ترقی و بہبود یکساں اور حکومت کی ذمہ داری ہو۔ تقاضائے وقت کے ساتھ ساتھ کائناتی علوم وفنون کی روزافزوں تعلیم پروگرام کے مطابق ہو۔ اس نظریہ کا نام کمیونزم ہے۔

4۔ اس نظام میں نہ کسی فرد کے پاس سرمایہ یا روپیہ ہوگا نہ ضرورت ہوگی۔ لہٰذا نہ چوری نہ ڈاکہ نہ غبن نہ خیانت نہ فریب ہوگا۔ وہ سامان ہی نہیں ہے جس سے رشک وحسد، بغض وکینہ ،نفرت ودشمنی پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا نہ قتل وغارت نہ دنگا وفساد ہوگا۔ نہ پولیس کی ضرورت نہ عدالتوں کی بھرمار نہ گناہ کا تصور۔ نہ تبلیغ نہ مُلا نہ مجتہد کی ضرورت ۔ ہر ضروری نعمت ضرورت سے پہلے موجود ومنتظر۔ نہ کسی چیز کے لئے ترسنا، نہ کسی بات کا ڈر، نہ تمنا نہ لالچ، نہ محرومی اور طمع، نہ ادنیٰ و اعلیٰ کا جھگڑا، نہ گھٹیا اور بڑھیا کا وجود۔ محنت کرو عظمت پاؤ، عظمت پاؤ تو محنت کے زیادہ مواقع بہم پہنچاؤ۔ سب بڑھو سب کو بڑھاؤ۔ برائیاں آٹھ ہوں یا تین ہوں سب پر لعنت کرو اور بھول جاؤ۔ اس دُنیا کو جنت بناؤ، ایسی جنت جہاں طبقہ واریت اور درجہ بندی نہ ہو۔

5۔ ان شاندار تصورات کو ہم نے گندی وگھناؤنی اور قابل نفرت لکھا ہے۔

ان شاندار تصورات ونظریات کی اثر انگیزی اور ہمہ گیر مقبولیت کا مشاہدہ کرتے ہوئے بھی ہمارا یہ کہنا کس قدر دیدہ دلیری ہوگی کہ ہم نہ صرف مذہب کو فلاح انسانیت کا ضامن سمجھتے ہیں بلکہ ہم نسلی تفوق اور قومی برتری کو بھی برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور یہ کہ عورت ومرد میں جنسی تعلقات کی مذکورہ آزادی کو دنیا کی تمام لعنتوں سے بڑی لعنت اور نوع انسان کی تباہی وبربادی کا

پیش خیمہ سمجھتے ہیں۔اور یہ بھی کہ جس معاشرہ یا نظام کے قیام کا فریب دیا گیا ہے۔وہ حرام کاری کا ایسا مفروضہ ہے۔جس میں حرامی معاشرہ کا جنم لینا لازم ہے۔

6۔اسلام میں اس سے زیادہ جنسی آزادی اور پاک زندگی اور لامحدود ترقی کی راہیں کھولی ہیں۔

لیکن ہم آپ کے سامنے وہ عملی اور مادی طریقے رکھیں گے جو اسلام میں تعلیم دیئے گئے تھے اور جن سے مندرجہ بالا نظریہ سے زیادہ آزادی خوشحالی اور سچ مچ کی جنت ساز زندگی ملتی ہے اور جس میں ناپا کی ،خباثت اور حرام کا شائبہ تک نہ ہو گا۔اور جنہیں قرآن کریم میں موجود ہوتے ہوئے عربوں نے جنسی اشتراکیت کے مقابلے میں قبول نہ کیا تھا۔بلکہ اسلامی جنسی تعلقات کو اپنے قدیم جنسی اشتراک پر فٹ کر لیا تھا۔اور آج تک اسی اپنے خودساختہ نظام پر عمل پیرا ہیں اور اس دنیا کو جہنم بنا دیا ہے۔اور اس جہنم سے تنگ آ کر کمیونسٹوں نے مذہب اور مناکحت اور ملکیت کو مٹانے کا منصوبہ بنایا ہے۔اور جنسی اشتراکیت کا مندرجہ بالا شیطانی نظریہ پیش کیا ہے۔اگر عربوں نے اسلام کے جنسی تعلقات کو قبول کر لیا ہوتا تو یہ دنیا کبھی کی جنت بن چکی ہوتی اور کوئی اس جنت سے نکلنا اور کمیونسٹ بن جانا پسند نہ کرتا۔اور مذہب کو مٹانے کے لئے نہ اُٹھتا۔

7۔ہم بھی ان تمام مذاہب کے مخالف ہیں جو خالص کتبہائے خداوندی پر منحصر نہیں ہیں۔

یہ تمام خرابیاں جو دنیا پر چھائی ہوئی ہیں اور لا علاج معلوم ہو رہی ہیں یہ مذہب نے پیدا نہیں کی ہیں۔بلکہ خود انسانوں نے مذاہب کو اجتہاد کی خراد پر چڑھا کر اپنی عقل و بصیرت سے پیدا کی ہیں۔اگر انسان نے اللہ کے احکامات پر بے چوں و چرا عمل کیا ہوتا یا عمل کرنا شروع کر دے تو یہ تمام خرابیاں اُسے چھوڑ کر شیطان کے اسٹور میں چلی جائیں گی۔جنہیں ابلیس نے مذہبی احکام کی آڑ میں مجتہدین یا ماہرین مذہبیات و سیاسیات کے سپرد کیا تھا۔

8۔ اجتہاد کا چسکا لگا ہوا چھوٹتا نہیں ہے۔ ابلیس اور مجتہدین نہیں چاہتے کہ اللہ انہیں لامحدود نعمتیں عطا کرے۔

ہم اپنے دعوے اور بیانات کے تصور کی تائید میں قرآن کریم سے ایک، صرف ایک مقام قبل از وقت دکھاتے ہیں۔ اللہ نے یہود و نصاریٰ سے فرمایا تھا کہ:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَ كَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَO (المآئدة 5/66)

علامہ مودودی سے ترجمہ سنئے: ''کاش انہوں نے توراۃ اور انجیل اور اُن دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو اِن کے رب کی طرف سے اِن کے پاس بھیجی گئی تھیں۔ ایسا کرتے تو اِن کیلئے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے اُبلتا۔ اگرچہ اُن میں کچھ لوگ راست رَو بھی ہیں لیکن ان کی اکثریت سخت بدعمل ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 487-486)

علامہ مودودی اپنی تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 487 پر فرماتے ہیں کہ:

مودودی کی تشریح:

''۹۷ توراۃ اور انجیل کو قائم کرنے سے مراد راست بازی کے ساتھ ان کی پیروی کرنا اور انہیں اپنا دستورِ زندگی بنانا ہے۔''

یہاں یہ بات واضح ہوگئی کہ یہودیوں کے پاس تقریباً دو ہزار سال سے توریت تھی اور عیسائیوں کے پاس سات سو سال سے انجیل تھی اور یہ دونوں خود کو توریت وانجیل کے مذہب پر ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ جیسے آج مسلمان قرآن کے مذہب پر ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ اللہ نے اور مودودی نے بتایا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے توریت وانجیل کو اپنی زندگی کا دستور نہ بنایا تھا۔ یعنی توریت اور انجیل کو یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے مذاہب کا حقیقی راہنما نہ بنایا تھا۔ اس

لئے ان پر اللہ کی لامحدود نعمتوں کی بھرمار نہ تھی۔

9۔ یہود و نصاریٰ اور مسلمان کس مذہب پر عمل پیرا ہیں؟ مودودی سے سنئے

یعنی اُن دونوں کے مذاہب کا انحصار توریت اور انجیل پر نہ تھا، ورنہ نہ اللہ نے تقاضا کیا ہوتا نہ مودودی نے یہ کچھ لکھا ہوتا اب سوال یہ ہے کہ انکے مذاہب کس چیز پر منحصر تھے۔اس کا جواب مودودی کے قلم اور تحقیق و تجربے سے سنئے ارشاد ہے کہ:

''اب جو شخص خواہ مخواہ سوال پر سوال نکال کر تفصیلات اور تعینات اور تقیّدات بڑھانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر شارع کے کلام سے یہ چیزیں کسی طرح نہیں نکلتیں تو قیاس سے، اِستنباط سے کسی نہ کسی طرح مجمل کو مفصل، مطلق کو مقید، غیر معین کو معین بنا کر چھوڑتا ہے۔ وہ درحقیقت مسلمانوں کو بڑے خطرے میں ڈالتا ہے۔اس لئے کہ مابعد الطبعی اُمور میں جتنی تفصیلات زیادہ ہوں گی، ایمان لانے والے کیلئے اتنے ہی زیادہ اُلجھن کے مواقع بڑھیں گے اور احکام میں جتنی قیود زیادہ ہوں گی پیروی کرنے والے کیلئے احکام کی خلاف ورزیِ حکم کے امکانات بھی اسی قدر زیادہ ہوں گے۔یعنی پہلے انہوں نے خود ہی عقائد اور احکام میں موشگافیاں کیں اور ایک ایک چیز کے متعلق سوال کر کر کے تفصیلات اور قیود کا ایک جال اپنے لئے تیار کرایا پھر خود ہی اس میں اُلجھ کر اعتقادی گمراہیوں اور عملی نافرمانیوں میں مبتلا ہو گئے۔اِس گروہ سے مراد یہودی ہیں جن کے نقش قدم پر چلنے میں قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہات کے باوجود مسلمانوں نے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 508)

معلوم ہو گیا کہ نہ یہودیوں نے توریت کو اپنے یہاں 2000+ 1400 سال تک قائم کیا، نہ عیسائیوں نے اپنے یہاں 700 + 1400 سال تک انجیل کو قائم کیا اور نہ مسلمانوں نے یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلنے میں کوئی کسر اُٹھا رکھی۔یعنی وہ سب لوگ جن پر اللہ نے کتابیں نازل کی تھیں اپنے قیاس و استنباط و اجتہاد کی پیروی کرتے چلے آرہے ہیں۔اُن کا اسلام سے کوئی تعلق

نہیں ہے تو اُن میں جنسی تعلقات ہی اسلامی کیوں ہوں؟ اور وہ اس سب سے زیادہ لذیذ تعلق میں اپنی ذاتی خواہشات اور شہوات کو کیوں داخل نہ کریں؟ تو سمجھ لیں کہ جن جنسی تعلقات کو آپ اسلامی سمجھ رہے ہیں وہ ابلیس واجتہاد کے تعلقات ہیں۔

10۔ اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی جنسی تعلقات میں سے ابلیس واجتہاد کی شرکت واشتراک کو نکال دے۔

لہٰذا یہودیت ہو یا عیسائیت ہو اور یا یہ نام نہاد اسلام ہو، یہ سب مذاہب لوگوں کے خود ساختہ اور تباہ کن مذاہب ہیں جو واقعی نوع انسان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ اور تباہی و بربادی میں مدد ومعاون ہیں اور ہم بھی اِن کو مٹانے پر کاربند ہیں۔ ہم انسانوں کیلئے لامحدود اور بے روک ترقی کی عملی راہیں قرآن کریم سے دکھائیں گے۔ ہم ایک فول پروف (Fool Proof) اور معصوم نظام پیش کریں گے۔ اور یہ بتائیں گے کہ ایک پاک و پاکیزہ نسل کے نقش قدم پر چل کر ہی یہ نوع انسان خرابیوں سے نجات پاسکتی ہے اور یہ کہ جب تک ایک اعلیٰ درجہ کا اور ہمیشہ بلند ہونے والا نمونہ اور بلند ترین اخلاق وعمل اور منتہائے ترقی سامنے نہ ہو ترقی کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور جب تک انسان اپنے مثل کے صورت شکل رکھنے والے لوگوں کی عملی زندگی اور مسلسل بے روک ترقی نہ دیکھ لیں تو ترقی کی ہمت، بلند ہونیکی تحریک اور قوانین ترقی کہاں سے لائیں گے؟ غلطیوں سے محفوظ رہنا کس سے سیکھے گا؟ تسخیرِ کائنات اور کن فیکون کی حد تک ترقی تجربے کی ٹھوکریں کھا کر، بربادی اور اجتہادی راہوں سے گزر کر ممکن ہی نہیں ہے۔

11۔ تخلیقِ کائنات اور مقصدِ تخلیق کا اوّلین تقاضا علم وراہنمائی اور نمونے کا موجود ہونا ہے۔

انسانی تخلیق سے پہلے ہی خالق کائنات نے ایک ایسی ذاتِ پاک کو وجود بخشا جس نے پوری نوع انسان کو پیدا کرنا تھا جو ساری کائنات کی ہر چیز اور ہر چیز کے تمام خواص وصفات پر مطلع تھا۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ ان ہی سے ان ہی ایسے ہی اور روز افزوں ترقی پذیر انبیا

اور رُسل علیھم السلام پیدا ہوئے اور مسلسل انسانی راہنمائی اور ترقی کیلئے قابل حمد وثنا حد تک برسر کار رہے اور ہر انسان تک قوانینِ خداوندی پہنچاتے رہے۔ اُن کے بعد نوع انسان کو زمینی تسخیر سے اُٹھا کر سماوی و کائناتی تسخیر کیلئے، ذرہ ذرہ کے علم پر مطلع کرنے کیلئے کائنات میں بلند ہو کر فضاؤں خلاؤں اور قاب قوسین وسدرۃ المنتہیٰ اور عرش و کرسی پر تمکن کی عملی راہ بتانے کیلئے ایک ایسا محمدؐ چاہیئے جس کی وجہ سے تخلیق کائنات ہوئی ہو۔ جو تعارفِ خداوندی کیلئے پیدا کیا گیا ہو۔ جس کو اللہ نے اپنے خاص الخاص نور سے پیدا کیا ہو۔ جس میں اللہ نے اپنی تمام ممکنہ صفات اور قدرتیں ودیعت کر رکھی ہوں جو کائنات کے ہر ہر ذرّہ اور ہر ہر مخلوق اور ہر تحریک اور ہر نشو ونما اور ہر ارتقاء کا ہادی ونذیر رہتا چلا آیا ہو۔ جو کائناتی اعمال اور تخلیق پر بولتا چالتا، دیکھتا بھالتا عینی شاہد وشہید ہو اور جس پر اللہ اور تمام ملائکہ درود وسلام بھیجتے ہوں اور جو آج تک موجود ومشہود ہو۔ اور جس نے تمام نوع انسان اور تمام جنات کو اور تمام انبیاؑ ورسلؑ کو لے کر حشر ونشر اور حساب کیلئے اللہ کے سامنے پیش کرنا ہو۔ اور ان پر عینی شاہد وشہید ہو، اور جو ازل وابد کے دونوں کناروں کو ملانے کی قدرت رکھتا ہو۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

12۔ ہم اس کتاب میں جنسی تعلقات اور متعلقات کے ہر پہلو کو آپ کے سامنے لائیں گے۔

اب قارئین تیار ہو جائیں کہ وہ جنسی تعلقات اور تولید وتربیت انسانی کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالیں۔ مناکحت کے قدیم وجدید۔ غلط وصحیح۔ مفید ومضر طریقوں کو دیکھیں۔ شرمانے کے بجائے غور فرمائیں۔ ہم مناسب مقام پر نکاح اور متعہ کا فرق وفوائد ونقصانات بھی سامنے لائیں گے۔ ہم وہ پہلو بھی سامنے لائیں گے جن کو سرمایہ دار ذہنیت اور علمائے مجتہدین نے ہمیشہ چھپایا اور آج عوام ودانشور اُن کے فریب میں مبتلا ہو کر اُلٹا سوچنے لگے ہیں اور اسلامی احکام کو سر کے بَل الٹا کھڑا کر کے دیکھ رہے ہیں۔

قارئین غور فرمائیں کہ ہم نے کتنی بے فکری سے یہ غپ ماردی ہے کہ "تمام دانشور اُلٹا

سوچتے اور دیکھتے ہیں‘‘۔آپ فی الحال اِسے ایک غپ ہی سمجھیں اور مسکرا کر نظر انداز کر دیں۔مگر مندرجہ ذیل صورت حال کو دیکھیں اور دل میں فیصلہ کریں کہ کیا یہ دانشوروں کی باتیں ہیں یا بچگانہ اور مجنونانہ حرکات ہیں؟

13۔ غپ نہیں حقیقت ہے،اُلٹا سوچا اور دیکھا جا رہا ہے۔

1۔ کیا نزلہ اور ناک بہنے کا علاج یہ ہے کہ ناک کو اور نزلے سے متعلق تمام چیزوں کو کھود کر اُن کی جڑیں نکال دی جائیں؟

2۔ معلوم ہے کہ بیماری خوراک اور مشروبات اور فضائی اثرات سے پیدا ہوتی ہے۔ کیا انسانوں کو تندرست رکھنے کیلئے تمام غذاؤں اور مشروبات کو، فضاؤں کو فنا کر دینا صحیح ہو گا؟ یا ان کے غلط استعمال سے روکنا درست ہوگا؟

3۔ ایک ایسا شخص ہے جو تجربات و ہدایات کی روشنی میں آج ہی کل کیلئے ذخیرہ کرتا ہے۔کفایت شعار ہے، عاقبت اندیش ہے، محتاط ہے، تنگدستی، بے بسی و بے کسی سے محفوظ رہنے کے انتظامات کرتا ہے۔دوسرا شخص تجربے اور ہدایات کو نظر انداز کر دیتا ہے۔نہ اسے کل کی فکر نہ عزت و ذلت کی پرواہ۔جُوا کھیلتا ہے، فضول خرچی کرتا ہے، قلاش رہتا ہے۔ کفایت شعاروں کو کنجوس کہتا ہے، ان کا مذاق اُڑاتا ہے۔موقع ملے تو چوری بھی کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، دھوکہ دیتا ہے۔کیا ان دونوں آدمیوں کو پہلے شخص کے ذخیرے میں برابر کر دینا کیا اس قلاش و لاپرواہ شخص کا صحیح علاج ہے؟ کیا وہ اس جمع کردہ ذخیرہ کو تباہ نہ کر دے گا۔کیا وہ محتاط شخص کو کھینچ کر ذلت و رسوائی میں شریک نہ کر لے گا؟

4۔ آپ کے پاس ایک فنِ تعمیر کا انجنیئر وہ سامان اور سامان کو رکھنے کی ہدایات بھیج رہا ہے۔جس سے ایک شاندار عمارت تعمیر کرے گا۔آپ ہدایات کے مطابق شیشے الگ

رکھتے ہیں، دروازے الگ، سیمنٹ کے بورے الگ، اینٹیں اور پتھر الگ اور شہتیر الگ رکھتے جاتے ہیں۔اس کے بعد وہ انجنیئر لا پتہ ہو جاتا ہے۔مایوسی کے بعد کیا یہ صحیح ہو گا کہ اس سامان کا ایک ایسا ڈھیر لگا دیا جائے جس میں شیشے شہتیروں اور پتھروں کے نیچے دروازے اینٹوں کے نیچے۔صوفے کرسیاں سیمنٹ کے بوروں کے نیچے۔یعنی تمام درجہ بندی ختم۔نہ کوئی چیز نازک تھی نہ نرم تھی نہ قیمتی تھی اور نہ گھٹیا تھی۔نہ ہلکی تھی نہ بھاری تھی۔نہ لمبی تھی نہ چھوٹی تھی۔اولادِ آدم سب برابر و مساوی ہیں۔لہٰذا زمین سے پیدا ہونے والی تمام چیزیں بھی برابر و مساوی ہیں۔جس طرح سرمایہ دار و اجارہ دار لوگوں کو غریب و مفلس بناتے ہیں۔اسی طرح زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں بھی ایک دوسرے کا سامان جذب کر کے نزاکت، نرمی سختی، گرمی و سردی چمک دمک جمع کر لیتی ہیں۔ہیرا جب بنا تھا جب اس نے کچھ قدرتی سامان کو کوئلہ بن جانے دیا۔لہٰذا عمارتی سامان کا صحیح اور مساواتی استعمال یہ ہے کہ سب کو گڈ مڈ کر دو، اٹھا پٹخ شروع کرو، اچھال اچھال کر پٹخ پٹخ کر خوب ملاؤ۔یہ کام اس وقت تک جاری رکھو جب تک سب کی شکل اور صورت اور سائز ایک جیسا مساوی نہ ہو جائے۔یعنی ایک نہایت باریک پاؤڈر (سفوف) بن جائے جو مساوات اور سوشلزم کی بدہضمی میں چورن کا کام کرے۔''سب بھائی بھائی'' کی مشترک دھنوں کے گالوں پر فیس پاؤڈر بن کر چمکے۔شہتیر نے یہ لمبائی یہ موٹائی اور یہ مضبوطی بہت سی چھوٹی چھوٹی اور کمزور چیزوں کو مٹا کر حاصل کی تھی۔شیشے نے یہ چمک دمک کئی چیزوں کو بے نور کر کے حاصل کی تھی۔آج یہ سب چُورچُورا اور یکساں حالت میں ہیں۔تمام درجہ بندیاں اور طبقہ واریت مساوات کی ممکنہ صورت میں تبدیل ہو چکی ہے۔

5۔ دماغ صرف حکم و اطلاع دیتا ہے۔دل جو چاہے کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ہاتھ پیر

دن رات محنت کرتے ہیں۔ٹانگیں سارے جسم کا وزن اُٹھائے پھرتی ہیں۔ہاتھ سرو جسم کی حفاظت میں تلوار کو روکتے ہیں کٹ جانے کی پرواہ نہیں کرتے لہٰذا کل سے ان میں مساوات قائم کرنا ہوگی۔دل معدہ کا کام بھی کیا کرے گا اپنی باری پر سر پیروں کی جگہ چلنے کا کام کرے گا۔ٹانگیں حکم و اطلاع کی ذمہ داری سنبھالیں گی۔گھٹنے آنکھوں کا کام بھی کیا کریں گے۔منہ صرف ذائقوں کا مزا لیتا تھا۔اسے فضلہ خارج کرنے کا کام بھی دینا ہوگا۔ وہ دوسری جگہ کھانے پینے کا کام بھی دیا کرے گی۔تاکہ کسی کو کسی پر فوقیت نہ رہے، نہ خصوصیت کی اجاری داری باقی رہے۔

6۔ جنسی اشتراکیت میں ایک مرد کو سوزاک ہے، ایک عورت کو T.B ہے، ایک جوان مرض سِل میں مبتلا ہے۔ایک خاتون کو آتشک ہے، ایک بڈھا کھوسٹ ہے۔ایک بڑھیا سر ہلا رہی ہے اور چند جوان مرد اور جوان عورتیں بھی ہیں۔ان سب میں جنسی تعلقات حق و انصاف کے ساتھ برابر اور مساویانہ جاری ہیں۔کوئی پرہیز قانوناً جرم و بے انصافی نہیں ہے۔ کوئی روک اخلاقاً جائز نہیں ہے۔سب میاں بیوی، سب بہن بھائی، سب باپ بیٹی سارے رشتے مخلوط و موجود۔ساری محبت، ہمہ قسمی پیار ہر دل میں بھرا ہوا۔دماغ کی پوری توجہ اور دل کی تمام امنگوں اور ساری تمناؤں کے ساتھ جنسی تعلقات جاری ہیں۔ہر ایک کا خون سب کی رگوں میں دوڑتا ہے۔سب کی نبضیں مل کر دھڑکتی ہیں مل کر چین کا سانس لیتے ہیں۔ انشاءاللہ چند ہی سال میں یہ معاشرہ لبِ گور لیٹا ہوا ہوگا۔ان کے اجسام سے پیپ اور سڑا ہوا پانی ٹپک رہا ہوگا۔چاروں طرف بدبو پھیلی ہوئی ہوگی۔سب سوزاک و آتشک اور T.B اور بواسیر اور سِل وغیرہ کی بیماریوں کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہوں گے۔ناک پچک چکی ہوگی۔تالو میں سوراخ ہو چکا ہوگا۔ایسے معاشرہ کی زندگی دردناک اور موت اَلم انگیز و

عبرت ناک ہوگی۔

7۔ آپ کے پاس ایک بڑے برتن میں دودھ بھرا ہوا ہے چند چھوٹے برتنوں میں بھی دودھ ہے۔ایک برتن میں سے کتے نے چند گھونٹ پی کر دودھ کو ناپاک کر دیا۔آپ نے کہا کوئی حرج نہیں سارے دودھ کو ملا دو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ناپاکی کی مقدار صفر کے برابر رہ جائے گی۔چنانچہ دودھ ملا دیا گیا۔آپ کو اس میں سے ایک گلاس دودھ پلا دیا گیا۔ اگر وہ کتا پاگل تھا اور اس کی رالیں دودھ میں ٹپکی تھیں تو نہایت عاقلانہ انداز سے بھونکنا روک کر یہ فرمایئے کہ کیا یہ ساتوں کام کسی صاحب عقل وبصیرت صاحبِ ذوق و پاک طینت شخص کیلئے عاقلانہ یا دانشورانہ ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو ہم نے غپ نہیں ماری تھی بلکہ ایک حقیقت تھی جو اشترا کی فلسفہ کی تہہ تک رسائی رکھتی تھی۔اور ہم دانشوروں یا احمقوں کی کثرت اوران کی پسند و ناپسند کو کوئی مقام نہیں دیتے۔عقل کو جس قانون سے فریب کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ قانون اور حالات عقل مندوں اور دانشوروں کو بھی فریب میں مبتلا کر سکتے ہیں۔یہ وجہ ہے کہ ہم عقلا اور دانشورانِ قوم اور علما اور مجتہدین کے اجتماع یا اجماع کے فیصلے کو راہنما نہیں بناتے بلکہ آیتِ خداوندی کو یا دوسرے الفاظ میں قولِ معصومؑ کو راہنما سمجھتے ہیں۔

8۔ <u>ہماری پوزیشن:</u> ہمیں معلوم ہے کہ سادہ لوح لوگوں کے سامنے انہیں بہلانے کیلئے مذکورہ صورتوں میں بہت کچھ قِیل و قالَ کی گنجائش ہے۔مگر ایک بات سن لیں اور کبھی نہ بھولیں اور سب کو بتا دیں کہ ہم مذہبیات و سیاسیات ونظریاتِ عالم پر ایک بھر پور نظر رکھتے ہیں۔خواہ وہ سوشلزم ہو کمیونزم ہو یا امپیرل ازم ہو یا تصوف ہو۔مولوی یا مجتہد ہی نہیں بلکہ ہم سائنس و سیاسیات کے ڈاکٹر ہیں۔اور اُن کے تمام جوڑ و بند اور ہر رگ پر مطلع ہیں۔ لہٰذا وہ تمام صاحبانِ نظر جو ہمارے بیانات سے تعرض کرنا چاہیں انہیں ہم خوش آمدید پیش

کرتے ہیں۔لہٰذا سادہ لوح عوام کو اغوا کرنے کے بجائے ہم سے بات کریں۔میدان میں، جلسوں میں، گھر پر جہاں چاہیں زبانی یا تحریری تبادلہ خیال کی دعوت دیتے ہیں۔ہم یہ سب دیکھ چکے ہیں، اِن راہوں سے بار بار گزر چکے ہیں۔مولوی اور مجتہد ہمارے خطوط اور مرسلہ ٹکٹ تک پی جاتے ہیں۔یہی صورت حال سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کی ہے۔یہی وہ قلم ہے جو اُن کے تمام مغالطوں کی قلعی کھولتا چلا آ رہا ہے۔ساتھ ہی مفید اسکیموں میں عالم گیر تعاون کرتا چلا آیا ہے۔

9۔ ہم اس کتاب میں خاص طور پر ان ماڈرن اور روشن خیال لوگوں کو مخاطب کر رہے ہیں جو کہ اہلبیتؑ وعترتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نکاح کی آڑ میں ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔ہم ان کا پاک و پاکیزہ شجرہ دکھائیں گے ہم ان کا اور ان کی نسل کا حدود اربعہ سامنے لائیں گے اور ان اغراضِ خبیثہ پر روشنی ڈالیں گے جن کو سامنے رکھتے ہوئے وہ ناموسِ رسوؐل پر دست درازی کرنا چاہتے ہیں۔ہم دکھائیں گے کہ ان کا ماڈرن تصور اور روشن خیالی ابلیسی تاریکیوں میں رہتے ہوئے پروان چڑھے ہیں۔ہم پوچھیں گے کہ قرآن کریم میں اللہ نے کیوں رسوؐل اللہ کی ازواج رضی اللہ عنھنؓ کو آئندہ تاحیات جنسی بھوک مرنے کا حکم دیا؟ کیوں ان کے فطری انسانی اور جمہوری حقوق چھین لئے؟ یہ ایک اہم ترین سوال ہے۔

کتاب کی ابتدا میں شعر لکھ کر عقل کو کام میں لانے کی دعوت دی گئی ہے اور تقاضہ کیا گیا ہے کہ مل کر یا تنہائی میں غور کیجئے اور سوچئے کہ خالق فطرت وجذبات نے قرآن ایسی ہمہ گیر کتاب میں ازواجِ رسوؐل کو ان کے فطری جذبات وحقوق سے کیوں محروم کر دیا؟ کیوں ان کو مومنین سے نکاح کرنا حرام کر دیا؟ کیوں اٹھارہ سالہ، حسین ترین عورت کی جوانی اور امنگوں کا خیال نہ کیا؟ اور جن عورتوں کو ساری امت کے مومنوں پر حرام کر دیا یعنی

انہیں ساری امت کے مردوں کی ماں بنا دیا تو ان کی بیٹیوں کو ان کے بیٹوں پر یعنی کیا بہنوں کو بھائیوں پر حلال رکھا ہوگا؟ اور یہ حلال رکھنا قرآن میں بیان کیوں نہیں کیا؟ اگر ایک چیز کلیتاً حرام کردی گئی تو اس کل کا جُز بھی آئندہ کیلئے حرام ہے جس پر قرآن کریم ہمیشہ کیلئے گواہ ہے۔ اور یہ کہ معاذ اللہ آخر رسوؐل ایک آدمی تھے۔ ایک مرد تھے۔ **بشر مثلکم** تھے پھر کیوں اُس کی ازواج مومنین پر حرام کر دی گئیں؟ کیوں فطری اور خود اپنی پیدا کردہ ضرورت، دینی اور جائز ضرورت کو پورا کرنے سے محروم کر دیا۔ اگر یہ دقیانوسی نہیں، اگر یہ پس ماندہ عصبیت نہیں، اگر یہ غلط قسم کی غیرت وحمیت نہیں تو رسوؐل کی بیٹیوں کا اُمت کے مردوں پر بلکہ غیر سید مردوں پر حرام ہونا کیوں اور کیسے غلط ہے۔ رہ گئے مسائل اور خود ساختہ اجتہادات، ہم اُن کو ایک ایک کر کے سامنے لائیں گے اور حرام کاری کے اُن مسائل اور مسئلہ سازوں کے پَر اُڑتے دکھائیں گے۔ ہم بڑی سیدھی سادی عام فہم زبان میں حرمت و عصمت وعزتِ رسوؐل کا تحفظ کریں گے۔

والسلام

احسنؔ۔

(786)

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ...(17/60)

قرآن میں ایک ملعون شجرہ بھی ہے

ناطقہ سر بگریباں کہ اِسے کیا کہیۓ؟

جنسی تعلقات کی پیچیدگی پر ایک عورت کا جواب سنئے ۔غور کیجئے اور پھر سمجھ کر ہمیں بتائیے کہ اس عورت کے شجرہ نسب میں ان رشتوں کو کیسے لکھا جائے گا؟

2۔ ملعون شجرۂ نسب سے تعارف۔

ہے بھائی یہ بھتیجا یہ سگی سوت کا جایا یہ

جن یہ جایا اُن میں جائی اِس کا باپ میرا بھائی

1۔یہ شخص میرا بھائی بھی ہے اور بھتیجا بھی۔یہی نہیں بلکہ:

2۔یہ میری حقیقی سوکن کا بیٹا بھی ہے۔مزید برآں کہ:

3۔جس باپ سے یہ پیدا ہوا تھا میں بھی اسی باپ کی بیٹی ہوں۔

4۔اس سب کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کا باپ میرا بھائی بھی تھا۔

(اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ)

3۔ عربوں میں نزول قرآن کے وقت یہ ایک تاریخی حقیقت تھی۔

یہ سمجھ کر غور فرمائیں کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہی نہ تھی بلکہ ان تمام خصوصیات کا حامل ایک بہت بڑا لیڈر بھی موجود تھا۔لہٰذا اسے ایک فرضی بات یا پہیلی سمجھ کر نظر انداز نہ کردیں یہ تو اس شجرہ ملعونہ کا سنگم اور نتیجہ تھا۔جس کو پیدا کرنے کیلئے ابلیس نے مسلسل

کوششیں کیں اور جس کی طرف لے جانے کیلئے آج ایک نہایت طاقتور اور پسندیدہ نظام اشتراکیت برسرکار ہے جسے قرآن کریم میں شجرہ ملعونہ اور شجرۂ خبیثہ),(27-24/14) (17/60 کہا گیا اور جس کے خلاف تمام انبیا صلوٰۃ اللہ علیہم نے مسلسل جدو جہد کی تھی۔

جنسی تعلقات اور اسلام۔

تولید و تکریم نسل انسانی کیلئے جنسی تعلقات پر جو ضابطہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش کیا تھا وہ نہ صرف عربوں کے مخلوط اور حدود فراموش معاشرہ کی اصلاح، تطہیر اور روز افزوں ترقی کا ضامن تھا بلکہ وہ ضابطہ پوری بنی نوع انسان کو عروج و کمال کی انتہائی منزل تک لے جانے کیلئے آج بھی موجود ہے۔ اُس ضابطہ کی وسعتیں جہاں انسانوں کو موزوں ترین سہولتیں اور آزادی فراہم کرتی ہیں۔ وہاں ان میں مختلف الاحوال انسانوں کے مختلف طبقات وتمدن ومزاج و عادات وخصائل واوصاف واطوار کو بھی پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے۔ تاکہ اختلافات مٹتے جائیں اور ترقی بلا کسی تصادم کے جاری رہے جنسی تعلقات کو اگر آنحضرتؐ کے اس عملی پروگرام کے ماتحت رکھا جائے تو اندھے، لنگڑے اور لولے اور محتاج یا ناقص بچے پیدا نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اس کے برعکس خوبصورت۔ طاقتور۔ ذہین وفطین اور طیب وطاہر اور حسبِ منشا اولاد پیدا کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ خود اولادِ رسولؐ اس حقیقت پر گواہِ ناطق ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور علمائے صالحین اس حقیقت کا اعلان کرتے چلے آئے ہیں۔ اور اگر اس ضابطہ رسولؐ پر بطور منصوبہ مسلسل عمل درآمد جاری رکھا جائے تو ہر آنے والی نسل سابقہ نسلوں سے اور ہر پیدا ہونے والا بچہ گزشتہ پشتوں کے بچوں سے برتر وبہتر ہوتا چلا جائے گا۔ چنانچہ اس اسلامی منصوبہ بندی

میں بچوں کے متعلق پہلے ہی پیشگوئی کی جا سکتی ہے کہ فلاں پشت سے پیدا ہونے والا بچہ ایسا اور ایسا ہوگا۔ اور اس میں یہ صفات ہوں گی۔ لہٰذا ماں باپ اسلام کے دوسرے ترقیاتی اور ارتقائی منصوبوں کو نظامِ وصیت کے ماتحت مسلسل ترقی پذیر رکھنے کا اطمینان پہلے ہی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اور وہ یہ دعویٰ بھی کر سکتے ہیں کہ وہ خود مسلسل زندہ رہتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اپنے جاری کردہ منصوبوں کو اپنی منشا کے مطابق خود چلا رہے ہیں۔ یہ اس لئے کہ آئندہ پیدا ہونے والے بچے ذرہ برابر مختلف نہ ہوں گے۔ صورت وشکل اور طرز فکر و عمل میں ایسی ہم آہنگی ہوگی کہ اگر سب کو ایک ہی نام سے پکارا جائے تو قطعاً صحیح ہوگا۔ یا یہ کہ وہ اِن سے پیدا ہوئے ہیں اور یہ اُن سے پیدا ہوئے ہیں (اِنَّهٗ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ) یعنی جنسی تعلقات کا قیام مسلسل ایک ہی منصوبے کے ماتحت چلا جا رہا ہے۔ اسی حقیقت کو یوں بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارا اوّل بھی محمدؐ ہے۔ اور آخری بھی محمدؐ ہے۔ درمیان والا بھی محمدؐ ہے۔ بلکہ ہم سب کے سب محمدؐ ہی ہیں۔ جنسی تعلقات کا یہ مثالی اور نبویؐ منصوبہ مسلسل تین سو سال اور گیارہ پشتوں تک ایک مسلّمہ تاریخی حقیقت ہے۔ جو عالمی اور اسلامی ریکارڈ میں محفوظ ہے۔ اس حقیقت کو ان راہنماؤں نے بھی قبول کیا ہے جو اس دنیا میں مذہب و مناکحت اور ملکیت کو نوع انسان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت کر دکھانے کا پروگرام چلاتے رہے ہیں۔

2۔ اسلامی منصوبہ نظر انداز کرنے کے نتائج؟

یہاں تک پہنچتے پہنچتے قارئین کرام کے اذہان میں کئی ایک سوالات کا اُبھر آنا ممکن ہے۔ عربوں نے اپنے جنسی تعلقات کو نبوی یا اسلامی پلان کے ماتحت استوار کیوں نہ کیا؟ اور اگر اسی کے مطابق عمل کیا تھا تو ان میں ناقص و ناکارہ اولاد کا پیدا ہونا کیوں بند نہ ہوا؟ ناقص و

ناکارہ ہی نہیں بلکہ ان میں نہایت خبیث اور بدباطن اور بدکار افراد پیدا ہوئے اور دنیا میں بدترین مثالیں بن گئے؟ خود صحابہ کی اولاد میں یزید و شمر، عمر ابن سعد اور ابن زیاد ایسے لوگوں نے جنم لیا اور ابلیس و آدمؑ ۔نمرود و ابراہیمؑ ۔فرعون و موسیٰؑ ۔اور محمدؐ و ابولہب کی طرح حسینؑ و یزید بھی ایک دوسرے کی ضد بن کر رہ گئے ۔اس سے مادی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عربوں نے جنسی تعلقات کے نبویؐ یا اسلامی پلان کو ناپسند کیا اور ایک ایسے قدیم جنسی پروگرام پر عمل کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی ضد تھا۔

3۔ اسلام کا جنسی منصوبہ اجتہاد کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ گیا۔

ان سوالات کا تحقیقی اور تفصیلی جواب ہم نے اپنی کتاب مواخذہ کی تین مجلدات (قلمی صفحات 29-21) میں دیا ہے جہاں مسٹر پرویز کی عجمی سازش اور عربوں کی تہذیب و تمدن زیر بحث آئے ہیں ۔اب اس مختصر سی کتاب میں بھی مناسب مقامات پر ان سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے ۔فی الحال اتنا نوٹ فرمالیں کہ صحابہ کرام کی اولاد زیادہ تر عربی معاشرت اور سابقہ عربی طریقہ ازدواج کا نتیجہ تھی ۔اسلئے صحابہ کو بالکلیہ طور پر مورد الزام قرار نہیں دیا جاسکتا۔ چنانچہ اسلامی آثار میں ایسی احادیث موجود ہیں جن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض صحابہ کی اولاد کے اعمال پر بطور پیش گوئی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے اور صحابہ نے اس کے سدباب کیلئے ارادہ ظاہر کیا۔مگر فطرت کے خلاف ہونے کی وجہ سے آنحضرتؐ نے اقدام کی اجازت نہ دی۔ یا خاموش رہ کر اقدام کی آزادی دے دی۔البتہ بعد والوں نے اسلام کے خلاف جہاں دیگر نظامہائے حیات اور تعلیمات کو ترمیم و اصلاح کے بعد اپنا لیا وہیں اسلام میں جنسی تعلقات کا نبوی پلان بھی مجتہدانہ مصلحت کوشیوں کی بھینٹ چڑھ گیا تھا۔تاریخ و حدیث پر نظر رکھنے والے حضرات جانتے ہیں اور

مسٹر پرویز اور علمائے اسلام نے نام بنام بتایا ہے کہ عہد رسولؐ ہی میں بعض دانشوران قوم رسولؐ اللہ سے تعمیری اختلاف رکھتے تھے اور قرآنی منصوبوں اور تعلیمات کی تنفیذ اور اجراء میں سب ماہرین قومیات متفق نہ تھے۔ اور اپنے اپنے تجربات کی بنا پر بہتر طریق کار تجویز کرتے رہتے تھے۔ اور رسولؐ سے ایسے اختلاف کو ضروری اور مفید سمجھتے تھے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے قلبی کیفیات ورجحانات کی کھل کر اظہار کی مکمل آزادی دے رکھی تھی۔ لہٰذا حضورؐ کو قوم کے اجتماعی وانفرادی ضمیر کا علم مادی اور محسوس طریقے سے بھی ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے مجتہدانہ اختلاف سے جو نتیجہ نکلنے والا تھا اس کی اطلاع بطور پیشین گوئی بہت پہلے دے دی تھی۔ اور ایک ایسی حدیث بیان فرما دی تھی جس کو مسلمانوں کے تمام مکاتیب فکر نے اپنی اپنی معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے ارشاد ہوا تھا کہ:

سَیَأتِی عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لا یَبْقیٰ مِنَ الْقُراٰنِ اِلَّا رَسْمَهٗ و مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ، یَسَمُّون بِهٖ وَهُمْ اَبْعَدُ الناس ، مَسَاجِدُ هُمْ عَامِرَةٌ وَهِیَ خراب مِنَ الهدیٰ، فقهاءُ ذٰلِکَ الزَّمَانِ شَرٌّ فقها ء تحت ظل السماء . منهم خَرَجت الفتنة وَ اِلیهم تَعُود .(روضۃ الکافی صفحہ 308)

”عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں قرآنی تعلیمات میں سے کچھ باقی نہ بچے گا صرف قرآن کے الفاظ باقی رہ جائیں گے اور اسلامی تعلیمات میں سے بھی کچھ باقی نہ رہے گا صرف اسلام کا نام رہ جائے گا اور وہ لوگ اسلامی نام رکھ لیا کریں گے۔ حالانکہ اس زمانے کے لوگ اسلام اور قرآن سے بہت دور ہوں گے۔ ان کی مسجدیں زیب و زینت سے آباد ہوں گی مگر ہدایت کے معاملے میں ویران اور کھنڈر ہوں گی۔ اس زمانے کے فقہا علمائے مجتہدین سابقہ زمانوں کے ان تمام فقہا و علما سے

زیادہ شر پسند ہوں گے جن پر آسمان نے اپنا سایہ ڈالا تھا۔ ہر قسم کا فتنہ ان ہی فقہا کی طرف سے جاری کیا جائے گا۔ اور واپس ان ہی کی پناہ اور سرپرستی میں لوٹتا رہے گا۔‘‘

4۔ عہد رسولؐ کے مجتہدین کی محنت اور اجتہاد کا نتیجہ حضورؐ کو پسند نہ تھا۔

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن رات قرآن وحدیث بیان فرماتے رہے اور دانشوران قوم کے احساسات اور مصلحتوں پر نظر رکھتے رہے اور مطمئن ہو گئے کہ بہت جلد اللہ کی اور میری تعلیمات ختم ہو جائیں گی اور اپنا فرض اور اپنی حجت بیان کرنے کے لئے یہ واضح حدیث بھی ان لیڈروں اور مجتہدین کو دیتے گئے تاکہ انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ خدا کا رسولؐ ان کے اقدامات پر مطلع ہے اور نتائج کو جانتا ہے۔ مگر لیڈروں نے اپنا رویہ تبدیل نہ کیا۔

5۔ اسلامی تعلیمات رفتہ رفتہ قوم وملک کے مقاصد سے ہم آہنگ بنالی گئیں۔

مذکورہ بالا زمانہ آچکا ہے یا نہیں؟ یا کب آئے گا؟ ہمارے عنوان کو اس بحث سے فی الحال کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے عنوان کا تقاضہ یہ ہے کہ حضورؐ نے اپنے مخاطبین میں سے بعض اہل نظر کی طرز فکر اور قوتِ اجتہاد کا دباؤ محسوس فرمایا اور اعلان کر دیا کہ یہ فکر ونظر و اجتہاد رفتہ رفتہ غیر محسوس طریقے پر غالب آجائے گا۔ تقاضائے زمانہ کے ساتھ ساتھ تعلیمات اسلام، اسلام اور قرآن کو ایک ایسے قومی وملکی ضابطہ میں تبدیل کر دیا جائے گا جس کا نام اسلام رہے گا اور کام بدل جائے گا۔ اب آپ غور فرمائیں کہ جب ترجمانِ وحی نے یہ اطلاع دے دی کہ ایک زمانہ تک اسلام وقرآن کی تمام تعلیمات غائب کر دی جائیں گی تو آپ یہ امید کس بنیاد پر رکھ سکتے ہیں کہ ان تعلیمات میں سے کوئی ایک منصوبہ مجتہدین کی دست بُرد سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اور خصوصاً اسلام کے جنسی تعلقات کا پلان؟ جس میں

مجتہدین کے لئے بڑی گنجائش تھی۔ جس کے ذریعہ سے ایک نئی قوم کی تخلیق اور پرانی قوم کو فنا کرنے کی امید تھی۔ بہر طور یہ گفتگو بہت جلد سامنے آنے والی ہے۔ آپ فی الحال ورق پلٹ کر حدیث کا یہ جملہ پھر دیکھیں ''وَھُمْ اَبْعَدُ النَّاس'' بعید یعنی دور ہونا۔ بعید تر ہونا۔ یعنی مقابلۃً زیادہ دور ہونا۔ تیسرا اور آخری درجہ ہے **بعید ترین یا اَبعَدُ** یعنی باقی دونوں درجوں یا فاصلوں سے بھی زیادہ دُور۔ یعنی اتنا دور کہ اس سے زیادہ دوری کا قیاس بھی نہ کیا جا سکے۔ مطلب یہ کہ عہد رسولؐ کے مذکورہ لوگ اور ان کے بعد آنے والے لوگ قرآن اور اسلام سے بہر حال دُور تھے۔ دور تر ہوتے چلے گئے۔ حتّٰی کہ اس زمانے کے لوگ قرآن و اسلام سے اس قدر دُور ہو جائیں گے کہ وہ دُوری سابقہ زمانوں کے ہر دور سے بڑھ کر حد سے نکل جائے گی۔ بالکل یہی پیمانہ مجتہدین یا فقہا کے لئے بتایا گیا ہے۔ یعنی وہ اوّلین دور میں اتنے شر پسند نہ تھے جتنا کے بعد کے ادوار میں آنے والے فقہا شر پسند ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ وہ مجسمہ شر و فساد و فتنہ بن جائیں گے۔ ان کے معاملے میں آسمان کا ذکر فرمایا ہے۔ آسمان کا سایہ تو سابقہ اُمتوں کے مجتہدین پر بھی پڑا تھا۔ اور سابقہ امتوں کا دین بھی اسلام ہی تھا۔ وہ سب اسی اسلام کی اقساط تھیں اور مجتہدین نے ان اقساط کو بھی بدل دیا تھا۔ لہٰذا منشائے رسولؐ کہیں یہ تو نہیں ہے کہ حدیث میں مذکورہ زمانہ کے مجتہدین نہ صرف اُمت محمدؐیہ کے سابقہ مجتہدین کے مقابلہ میں شر پسند تھے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب خاتمؐ تک کی اُمتوں کے تمام مجتہدین کے بالمقابل سب سے زیادہ شر پسند تھے۔

6۔ قرآن کو مفید تر بنانے کی تجویز رفتہ رفتہ کامیاب ہوگئی۔

اگر آپ فرمانِ رسولؐ پر غور فرمائیں گے تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ حضورؐ نے اس حدیث میں فقہا و مجتہدین کی مطلق، بلا کسی استثنا کے مذمت فرمائی ہے۔ اس بلا استثنا

مذمت کا مطلب واضح ہے کہ ہر وہ مجتہد یا فقیہ جو خدا و رسولؐ کی منشا کے خلاف ایسا اجتہاد کرے جس سے دین کے مقاصد ہی الٹ جائیں اور تصوراتِ دینیہ کو سر کے بل کھڑا کر دیا جائے۔ یقیناً مذمت کا مستحق ہے۔ استثنا اس لئے نہیں رکھا گیا کہ اگر ساتھ کے ساتھ ایسے مجتہدین بھی موجود رہتے جو منشائے خدا و رسولؐ کو برقرار رکھنے میں سینہ سپر رہتے چلے آتے تو دین کا یکسر بدل جانا ممکن نہ تھا۔ ہونا تو یہ تھا کہ اجتہاد کے اصول وضوابط پر تمام مختلف مکاتیب فکر متفق ہو جائیں گے۔ اس لئے اجتہاد کا نتیجہ اسلام وقرآن سے دوری کا سبب ہوتا جائے گا۔ اختلاف مکاتیب کے باوجود وہ سب بحیثیت مجموعی رفتہ رفتہ اسلام وقرآن کو خیر باد کہہ دیں گے۔ خدا کا شکر کیجئے کہ حضورؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ قرآن کے الفاظ بھی باقی نہ رہیں گے۔ گویا قرآن کو یکسر مٹا دینا یا تو مذکورہ مجتہدین کے قابو کی بات نہ تھی (وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ o 15/9) یا یہ کہ قرآن کو اپنی پریکٹس اور مقاصد کیلئے بنیاد بنائے رکھنا مجتہدین نے مفید سمجھا۔ دوبارہ شکر اسلئے کیجئے کہ کفار عرب کی قومی پالیسی کا تقاضہ یہ تھا کہ یا تو اس قرآن کو مفاد عمومی کے مطابق رکھنے کے لئے اس میں تغیر وتبدل کا فطری اصول تسلیم کر لیا جائے یا یہ ممکن نہ ہو تو پھر کوئی دوسرا قرآن اس جامد قرآن سے بدل لیا جائے (ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ (یونس 10/15)

یہ تجویز جن لوگوں نے پیش کی تھی ان کو ہم نے کافر لکھ دیا ہے۔ قرآن نے انہیں یہ کہہ کر ظاہر کیا ہے کہ:

''پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین پر خلیفہ بنا دیا تا کہ یہ دیکھیں کہ تم کاروبار خلافت کیسے انجام دیتے ہو؟

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ

تَعۡمَلُوۡنَ O(یونس 10/14)

پھر شکر خدا بجالائیں کہ ہمارے پاس وہی قرآن اپنے صحیح الفاظ میں باقی رہ گیا۔معانی و مطالب میں تحریف کو جب چاہیں مع مجتہد جھٹک کر الگ کر سکتے ہیں۔اور لوگ منشائے خدا ورسولؐ معلوم کر سکتے ہیں بشرطیکہ اجتہاد کے قواعد وضوابط کو آیات واحادیث کے مقابلہ میں پہلا نمبر نہ دیا جائے۔اللہ کے ساتھ ہی ہمیں مجتہدین کا بھی شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے اپنے اپنے اجتہادات کو اپنی موت کے ساتھ مرجانے کا اعلان کر دیا(مَاتَ الۡمُفۡتِی مَاتَ الۡفَتۡوٰی۔مفتیوں کے ساتھ ہی انکے فتاویٰ بھی مرجاتے ہیں)

7۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق ملائکہ اور ابلیس کا سجدہ۔

مذکورہ بالا حدیث شریف میں آسمان کا تذکرہ یہ بھی بتاتا ہے کہ ہمیں اجتہاد اور مجتہد کی تلاش محض زمین تک محدود نہ رکھنا چاہیے۔بلکہ ہماری تلاش زمین سے بلند ہو کر وہاں تک پہنچنا چاہیے جہاں خدا کے بالمقابل نبیؑ کے حضور میں پہلے مجتہد نے پہلا اجتہاد کیا تھا۔اور آسمانی ریکارڈ میں اجتہاد کا پہلا کھاتہ کھولا تھا۔لہٰذا آیئے ابلیس وآدمؑ کے زمانے سے اجتہاد پر نظر ڈالیں کہ جنسی تعلقات اور انسانی نسل کی ابتدا وہیں سے شروع ہوتی ہے۔اور تخریب نسل انسانی کی بنیاد وہیں رکھی گئی تھی۔بہرحال حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے کروڑوں اربوں سال پہلے ایسی ہستیاں پیدا کی جا چکی تھیں جو خدا کے عطا کردہ عقل وارادہ اور اختیار سے اپنے اپنے معمولاتِ حیات پر عمل پیرا تھیں۔جنہیں اس وقت تک کی معلومہ مخلوقات پر تفوّق اور برتری حاصل تھی۔مگر جس مخلوق کو خلیفۂ خداوندی بننا تھا۔جس نے ظہور صفاتِ خالق کا مجسمہ بن کر دکھانا تھا یعنی جس نے تمام نوع کو پیدا کرنا تھا۔جس نے تمام مخلوقات کو اپنی بصیرت وتدبر وقوانینِ خداوندی سے مسخر کرنا تھا۔اس کی تخلیق حیران کن

انداز میں سامنے آئی۔ آسمان نے پہلی دفعہ دیکھا کہ ساری کائنات کی مخلوقات سر بسجود ہیں۔ مگر ایک شعلہ خیز ہستی ساجدین و مسجود دونوں کو نظر حقارت سے دیکھ رہی ہے۔ اس سے دریافت کیا گیا کہ ''تو نے کس بنا پر اس ہستی کو سجدہ نہیں کیا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے'' (38/75) ابلیس کا پہلا جواب یہ تھا کہ ''کیا میں اس مٹی کے ڈھیر کو سجدہ کر لیتا؟ (بنی اسرائیل 17/61) آسمان نے یہ جواب سنا اور پہلی دفعہ ایک ایسی محفل دیکھی جس میں دو قسم کی مخلوقات موجود تھیں۔ ایک مخلوق وہ جو ہر حال میں حکم خداوندی کی تعمیل کو واجب سمجھتی تھی اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں چون و چرا کی گنجائش پیدا نہ کرتی تھی۔ دوسری مخلوق وہ تھی جس کے نزدیک ہر حکم ہر حال میں واجب التعمیل نہیں ہوتا۔ بلکہ الفاظ وضمائر وقرائن واحوال پر نظر کر کے تعمیل و عدم تعمیل کا خود فیصلہ کرتی ہے۔ ابلیس اُسی مخلوق کا اَبُو الآبا یا نمائندہ تھا اس ہستی کے آج کے عمل درآمد پر بعد میں قوانین اجتہاد مرتب ہوتے دیکھے گئے تھے۔ اور آخر کار یہ طے پا گیا تھا کہ حکم کی کئی صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں حکم تو ہوتا ہے مگر تعمیل واجب نہیں ہوتی ہے اور خلاف ورزی کرنے والا گنہگار نہیں ہوتا۔ اور بعض صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ اُن کی خلاف ورزی پر ثواب واجر ملے۔ ابلیس نے اس اصول کی بنیاد رکھی، سجدہ نہ کیا۔ خلاف ورزی کی اور باز پرس پر اس سجدے والے حکم کو محل فکر و نظر و تامل و اشکال قرار دیا۔ خود اپنے خالق کو تتبّعُ اور تدبر کی دعوت دی۔ اس نے اب تک نہ کسی غیر خدا کو سجدہ کیا تھا نہ اس کے سامنے کوئی مثال و نظیر تھی۔ وہ حکیم کے قول و عمل میں تضاد اور معارضے کا قائل نہ تھا نہ پہلے کبھی اسے غیر خدا کو سجدے کا حکم ملا تھا۔ ابلیس نے احتراماً جو باتیں نہ کہی تھیں وہ اس کے پیروؤں اور طرفداروں نے بعد میں یوں کہی ہیں کہ:

8۔ سجدہ کو غیر خدا کیلئے ہمیشہ نا جائز سمجھا گیا۔نظام اجتہاد اور ابلیس۔

''سجدے والی آیات مجمل ہیں ان سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ یہ سجدہ تعبیدی تھا یا سجدہ تعظیمی تھا۔'' (کتاب احسن الفوائد مولفہ محمد حسین ڈھکو مجتہد صفحہ 395)

مطلب یہ ہے کہ جب خدا کا کلام ہی غیر واضح اور مجمل ہو تو حکم کی تعمیل کیسے کی جا سکتی ہے؟ لہٰذا قانون اجتہاد کی رو سے ابلیس کا بہک جانا اور اس اجمال کو اغوا کرنے کی ترکیب سمجھنا (15/39,7/16) غلط نہیں تھا۔ چنانچہ تمام مجتہدین کا اس پر اتفاق و اجماع رہا ہے کہ خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا اور کرانا غلط ہی نہیں بلکہ گناہ کبیرہ اور شرک باللہ ہے اور شرک ظلم عظیم ہے۔ اور مشرک بلا شبہ جہنمی ہے۔ یعنی بہر حال شیطان حق بجانب تھا۔ اُسے دھوکا دے کر کافر و جہنمی بنا دیا گیا ہے۔

9۔ قرآن، رسولؐ اور تمام محققین علما، اللہ کے مخالف بتائے گئے ہیں۔

مجتہد محمد حسین ڈھکو ابلیس کی طرف داری میں سجدہ آدمؑ کے دن سے آسمان آج تک حیران ہے کہ ابلیس نے کھل کر اللہ سے یہ کیوں نہ کہا کہ (1) میں نے آدمؑ کو اس لئے سجدہ نہ کیا تھا کہ غیر خدا کو سجدہ کرنا شرک ہے''۔ یا مجتہدانہ اصطلاح میں یہ کہ یہ ایک عامۃ البلویٰ مسئلہ ہے۔ (2) سجدہ تعظیمی بھی ناجائز ہے۔ (3) شیعہ علمائے محققین اس کے عدم جواز کے قائل ہیں (4) قرآن کریم و حدیث سید المرسلینؐ و آئمہ طاہرینؑ اور عقل سلیم سے بھی اسی نظریے کی تائید ہوتی ہے۔ (5) لہٰذا از روئے قرآن ہر قسم کا سجدہ خواہ وتعبیدی ہو یا تعظیمی ہو ذات ذوالجلال کے ساتھ مختص ہے (احسن الفوائد ڈھکو صفحہ 392)۔ (6) امامؑ عالی مقام نے اس سے ممانعت کر کے اس کے عدم جواز پر نص کر دی ہے۔ (7) کسی بھی قسم کا سجدہ غیر خدا کے لئے جائز نہیں ہے۔ (ایضاً صفحہ 394 ڈھکو)

10۔ اجتہاد ہمیشہ خدا اور رسوؐل کی منشا کے خلاف رہتا ہے۔

قرآن کریم، حدیثِ رسوؐل اور آئمہ معصومینؑ سے جو کچھ مجتہد سمجھتے ہیں اور جو کچھ عوام الناس کو سمجھاتے ہیں وہ آپ کے سامنے ایک زندہ مجتہد کی کتاب سے پیش کیا گیا ہے لہٰذا مجتہدین کے نزدیک ابلیس حق بجانب تھا اور اللہ نے غلط حکم دیا تھا۔ اور اس غلط حکم کی خلاف ورزی پر ابلیس کو جہنمی، لعنتی اور رجیم قرار دے کر عدل وانصاف کا ستیاناس کر دیا گیا تھا۔ مگر افسوس کہ نہ اللہ ہی نے مجتہدین کی پرواہ کی نہ قانونِ اجتہاد سے خوف محسوس کیا اور تو اور خود ابلیس نے بھی سجدہ کے معاملے میں ایسا ملعون اجتہاد نہ کیا جو اسکے پیرو مجتہدین نے کیا ہے کہ قرآن ورسوؐل اور آئمہ معصومینؑ کو اور تمام علما کو اللہ کا مخالف بنا دیا اور اللہ کو غلط کار اور ابلیس کو برحق ثابت کر دکھایا۔ اور ساتھ ہی یہ سمجھ لیں کہ اس سجدے کے منکر ہونے کی وجہ سے تمام مجتہدین از اوّل تا آخر کافر ثابت ہو گئے اس لئے قرآن میں سجدہ کو غلط سمجھنے والوں کے لئے کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ o (بقرہ 2/34) کا فتویٰ موجود ہے۔ ابلیس تو منشائے خداوندی کو سمجھ گیا تھا۔ اسلئے اس نے حکم سجدہ کا رخ موڑنے کیلئے وہ اجتہاد اور عذر و بہانے نہ کئے تھے جو بعد کے ترقی یافتہ مجتہدین نے بڑی کشادہ دلی سے استعمال کئے۔ اور ہر اس حکم کا رخ موڑ دیا جو ان کی مصلحتوں کے خلاف تھا۔ یہاں ابلیس کو حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنی بزرگی ثابت کرنا مقصود تھا۔ اس لئے ابلیس نے حکم سجدہ میں قِیل وقَالَ کی گنجائش کے باوجود اس نے اجتہاد کے اس قاعدے کو گھٹیا سمجھا۔ ورنہ بات اتنی سادہ نہ تھی۔ انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ صورتِ حال پر مبصرانہ اور مجتہدانہ نظر ڈالی جاتی اور اس بات کا پتہ لگایا جاتا کہ شیطان نے واقعی خلاف ورزی کی تھی یا نہیں؟

11۔ ابلیس سجدہ کے حکم میں شامل تھا مگر مجتہدین اور اجتہاد کی رُو سے شامل نہ تھا۔

سارے قرآن میں تلاش کے بعد آپ کو سجدہ کے حکم کی صورت یوں ملتی ہے کہ اللہ نے ملائکہ کو مخاطب فرمایا ہے اور انہیں آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

1) وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ....

اور جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ تم آدمؑ کے لئے سجدہ کرو۔

(7/11,18/50,17/61,2/34)

2) وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ O فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ O (الحجر 15/28-29)

''جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں خمیری اور کھنکھناتی مٹی سے ایک بشر پیدا کرنیوالا ہوں۔ چنانچہ جیسے ہی میں اسے سنوار لوں اور اس میں اپنی روح داخل کر دوں تو تم اس کیلئے فوراً سجدے میں گر پڑنا۔''

(38/71-72)(15/28-29)

یہ ہے سجدہ کے حکم کی صورت اور اس میں ہر جگہ صرف ملائکہ مخاطب ہیں چنانچہ قرآن میں کہیں بھی اللہ ابلیس کو مخاطب کر کے براہ راست آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیتا لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ابلیس پر سجدہ واجب نہ تھا یا یہ ماننا پڑے گا کہ ابلیس بھی ایک فرشتہ ہی تھا۔ یا یہ کہ وہ بھی حکم کے وقت کہیں ملائکہ ہی کے پاس کھڑا تھا۔ مگر پہلی صورت سے اللہ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ:

کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ (الکھف 18/50) لہٰذا واضح ہوگیا کہ اگر

سجدے کے حکم میں ابلیس شامل تھا تو براہ راست نہیں بلکہ معنوی حیثیت سے شامل تھا۔ اس طرح کی باتیں بنا کر مجتہدین لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں۔ مگر چونکہ کہیں ابلیس نے یہ نہیں کہا کہ مجھے تو سجدے کا حکم دیا ہی نہ تھا جو مجھ پر سجدہ واجب ہوتا'' اس لئے مجتہدین کی یہ باتیں مدعی سست اور گواہ چست والی باتیں ہونے کی وجہ سے قابل توجہ نہیں ہیں۔ اور جب کہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ابلیس جنوں میں سے تھا اس نے اپنے رب کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی۔ **یہاں حکم دیا جانا ثابت ہے**۔ پھر اللہ نے ابلیس سے براہ راست سوال کیا ہے کہ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ (7/12) اللہ نے پوچھا کہ تجھے سجدہ کرنے سے کون سی چیز مانع ہوئی جب کہ میں نے تجھے سجدہ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔'' لہٰذا براہ راست حکم دیا جانا ثابت ہو گیا۔ یہی بہترین مقام تھا جہاں خود ابلیس کے لئے ضروری تھا کہ وہ حکم دینے کا انکار کرتا یا معنوی یا بالواسطہ حکم کی بحث نکالتا۔ وہ انکار کے بجائے قبول کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سجدہ نہ کرنے میں جو چیز مانع ہوئی وہ یہ کہ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ O(7/12) کہ میں اس سے اس لئے بہتر ہوں کہ تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔'' اور یہی سادہ سا ابلیس کا اجتہاد ہے کہ اس کے خیال میں آگ افضل ہے مٹی سے۔ یعنی خالق ابھی تک یہ نہیں جانتا کہ آگ افضل ہے یا مٹی افضل ہے۔ یہ اجتہاد علمی حیثیت سے اللہ کو بھی ابلیس سے کم علم ثابت کرتا ہے۔ اس سے بڑی جہالت اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود اللہ کو علمی حیثیت سے اپنے سے گھٹیا درجہ دیا جائے۔ پھر یہی حال بعد کے تمام مجتہدین جو کہ اپنی بحثوں میں خود کو اللہ سے زیادہ بابصیرت ثابت کرتے ہیں چنانچہ قرآن میں اللہ نے کئی ایک آیات میں اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔ آدم کو سجدہ کرو۔'' 17/61,7/11,18/50,20/116,

2/34 کا واضح حکم دیا ہے مگر مجتہدین کہتے ہیں کہ آدمؑ کے لئے اللہ نے سجدہ کا حکم دیا ہی نہیں تھا۔اور اگر سجدہ کا حکم دیا ہوتا تو وہ حکم قرآن ۔حدیث اور رسوؐل اور آئمہ علیھم السلام کے احکام کے خلاف ہوتا۔لہٰذا مجتہدین نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ نہ وہ آدمؑ کو سجدہ کا حکم تھا نہ ملائکہ نے آدمؑ کو سجدہ کیا تھا یعنی مندرجہ بالا پانچ آیتوں میں حکم ہوتے ہوئے اور سجدہ کرنے کا واقعہ موجود ہوتے ہوئے انہوں نے اللہ کو اللہ کے سامنے قرآن کو قرآن کے سامنے، رسوؐل کو رسوؐل کے سامنے اور آئمہؑ کو آئمہؑ کے سامنے اور پھر ان میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کے سامنے مدِّ مقابل اور ایک دوسرے کا مخالف بنا کر کھڑا کر دیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ خواہ خدا فرمائے یا کوئی اور کہے ان پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ مجتہد اپنی بصیرت سے الفاظ کی صورتِ حال کو دیکھ کر آیت یا حدیث کو اس طرح پیش کرے گا کہ حکم خدا یا حکم رسوؐل ایک عاقلانہ اور حکیمانہ اور تقاضائے وقت کے معیار پر پورا اُتر سکے اور اس کی تعمیل کی جا سکے۔یعنی حکم خدا خدائی الفاظ میں اور حکم رسوؐل نبوی الفاظ میں نہ عاقلانہ ہوتے ہیں نہ حکیمانہ اور نہ تقاضائے وقت کے مطابق ہوتے ہیں یہ ہے وہ فیصلہ جس سے مجتہد کا اللہ ورسوؐل سے زیادہ بابصیرت ہونا ثابت ہوتا ہے۔مجتہدین نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ جو حکم اس قطع بُرید اور اجتہادی ٹیکنیک کے بعد بھی قابو میں نہ آئے تو مجتہدین اس کو رد کر دیں گے یا اُسے کولڈ سٹوریج میں رکھ دیں گے۔اس کی تعمیل بہر حال غلط ہو گی۔ یہ بھی دیکھئے کہ اللہ نے مجتہدانہ قوانین کو نظر انداز کر کے بلا تکلف فرما دیا کہ:

''تجھے اُس ہستی کو سجدہ کرنے سے کون سی چیز مانع ہوئی ہے جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے؟ (خَلَقْتُ بِیَدَیَّ)(38/75)۔

مگر مجتہدین اللہ کے اس فرمان کو بلفظہٖ نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ الفاظ تو یہی ہیں مگر اللہ جسم و

جسمانیات سے مبرّ او مُنزّہ ہے۔اس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پیر ہیں نہ چہرہ ہے۔اس کا مطلب یہ لینا ہوگا کہ ’’اللہ نے اپنے علم وقدرت سے پیدا کیا تھا۔

یہاں شیعہ حضرات نوٹ کریں کہ مجتہدین ان تمام احادیث کا انکار کرتے ہیں جن میں حضرت علی علیہ السلام کو ید اللہ، وجہ اللہ، نفس اللہ، عین اللہ۔لسان اللہ اور عضد اللہ وغیرہ قسم کے القاب سے یاد کیا گیا۔وہ یہ ماننے والوں کو کم از کم غالی قرار دیتے ہیں ورنہ کھل کر مشرک فرماتے ہیں۔اور صرف ایک بات کہہ کر ہم مجتہدین کا منہ بند کردیتے ہیں کہ:

’’کیا اللہ نے آدمؑ کے علاوہ باقی تمام چیزوں کو جہالت اور بے بسی سے پیدا کیا تھا۔‘‘

اور علم وقدرت باقی مخلوق کی تخلیق کے دوران اللہ سے جدا ہوگئے تھے؟ حالانکہ علم وقدرت وہ صفات خداوندی ہیں جن کو کسی حالت میں بھی اللہ سے نفی کردینا بدترین شرک ہے۔لہٰذا علم وقدرت تو ہر مخلوق کی تخلیق میں شامل تھے۔مگر دونوں ہاتھ شامل نہ تھے ورنہ آدمؑ کی تخلیق میں کوئی خصوصیت نہ ہوتی۔لہٰذا اللہ کے بیان کو لفظ بلفظ نہ ماننا اور اس میں بلا قرآنی دلیل کے ردّو بدل کرنا دوسرا شرک ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ مجتہدین ماشاءاللہ ڈبل مشرک ہیں۔خدا مشرکوں پر لعنت کرتا ہے لہٰذا وہ لعنتی ہیں۔

ابلیس مجتہدین سے بہتر کافر و مشرک تھا۔

یہاں یہ بھی نوٹ کریں ابلیس زیادہ حقدار اور صاحبِ معاملہ تھا کہ وہ اللہ کے دونوں ہاتھوں کا انکار کرتا اور اللہ کو جسم وجسمانیات سے منزہ قرار دیتا اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیقی خصوصیت کا انکار کردیتا۔مگر اس نے اللہ کے دونوں ہاتھ اور دونوں ہاتھوں کی تخلیق کو مان لیا اور وہ اس لئے کہ ابلیس مدتِ دراز سے ان دونوں ہاتھوں کو دیکھتا چلا آیا تھا جو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیقی مٹی اور دیگر اجزا میں خمیر پیدا کررہے تھے اور آدمؑ کو

صورت وشکل دے رہے تھے۔(حدیث)

12۔ ابلیس کو طویل مہلت، مقابلہ اور آزمائش ہی کیلئے دی گئی تھی۔

ان دونوں ہاتھوں کی آدمؑ کی تخلیق میں کارفرمائی دیکھ کر ہی تو ابلیس کو یہ خیال آیا تھا کہ یہ ہاتھ اللہ کے تو ہو نہیں سکتے۔ پھر یہ کس کے ہاتھ ہیں؟ کیا یہ دونوں ہاتھ آدمؑ کی تخلیق کے بعد بھی آدمؑ کے مددگار رہیں گے؟ پھر تو آدمؑ سے مقابلہ ناممکن ہے۔اس لئے اس نے آدمؑ کی شخصیت پر از سرِ نو تنقید کی تا کہ آدمؑ سے مقابلہ کو درمیان سے ہٹا سکے اس لئے اس نے آدمؑ پر ایک نئے انداز سے تنقید شروع کی اور کہا:

اَرَءَ یْتَکَ هٰـذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَاَحْتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَہٗ اِلَّا قَلِیْلًا o(بنی اسرآئیل 17/62)

”کیا آپ نے اپنی اِس نئی مخلوق کو اچھی طرح دیکھ بھال کر اور سوچ سمجھ کر مجھ پر بزرگی دی ہے اور اسے مجھ سے بڑھ کر مفید سمجھا ہے؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے دے تو میں اس کی ذریت کی ایک قلیل سی تعداد کے علاوہ باقی سب پر قابو پا کر دکھا سکتا ہوں۔“

یہ بڑی عجیب بات تھی کہ برتری اور بزرگی میں مقابلہ تو تھا حضرت آدمؑ و ابلیس و ملائکہ میں اور بتایا بھی یہی جا رہا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام ملائکہ و ابلیس ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات سے افضل و برتر ہیں۔حضرت آدم علیہ السلام کی برتری اور افضلیت ہی کو منوانے کے لئے سب سے سجدہ کروایا تھا اور ابلیس نے اس بزرگی کو تسلیم نہ کرنے کے ثبوت میں سجدہ نہ کیا تھا۔یہاں معاملہ ختم ہو جانا چاہیۓ تھا۔یہ کیا ہوا کہ بات بڑھ کر قیامت تک پیدا ہونے والی ذریت پر قابو پانے کی ہونے لگی؟ ذریت تو اب تک زیرِ بحث نہ آئی تھی نہ ذریت کا لفظ

درمیان میں آیا تھا؟ ابلیس کو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ میں آدمؑ کو ابھی سرکار کے سامنے چاروں خانے چت کیئے دیتا ہوں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ابلیس نے آدمؑ کو سجدے کا مطلب یہ سمجھا تھا کہ آدمؑ کو سجدہ کرنے سے سارے ذریت آدمؑ کو سجدہ ہو جائے گا۔ اور اس طرح آدمؑ کی ساری ذریت مجھ سے افضل قرار پا جائے گی۔ اگر حقیقتاً ایسا ہی تھا؟ تو بے شک ابلیس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے پیدا ہونے والے آخری بچے تک مہلت مانگے۔ اور ذریت آدمؑ کی کثرت کو فیل کر دکھانے کا دعویٰ کرے۔ ورنہ اسے جواب دیا جاتا کہ احمقانہ باتیں کیوں کر رہے ہو آدمؑ کی ذریت کا تمہاری نافرمانی سے کیا تعلق ہے۔ یہ آدمؑ موجود ہے۔ دو دو ہاتھ کر لو ابھی تمہارے حواس ٹھکانے لگائے دیتا ہے۔ بہر طور بات ذریت کی تھی اور حالات بتاتے ہیں کہ:

13۔ ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا راز نمرود و یزید۔

ابلیس ان تمام کارروائیوں پر مطلع تھا جو اللہ نے بنی نوع انسان کے متعلق شیطان کی تخلیق کے بعد انجام دی تھیں۔ چنانچہ یہ ثابت ہے کہ شیطان حضرت آدمؑ کی تخلیق و تعلیم کے دوران موجود تھا۔ یقیناً اس نے ذریت آدمؑ کو اس وقت دیکھا ہوگا جب اللہ ذریت آدمؑ سے اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ (7/172-173) کا عہد لے رہا تھا۔ اس نے اس میثاق کا بھی مشاہدہ کیا ہوگا جو تمام انبیاؑ سے اور آنحضرتؐ سے لیا گیا تھا (33/7) پھر ابلیس نے اس عام میثاق میں انسانوں کو دیکھا ہوگا جو تمام نبیوںؑ سے اور اُن کی اُمتوں سے لیا گیا تھا جس میں انہیں کتاب کی صورت میں قوانینِ خداوندی ملنے کا وعدہ کیا تھا (3/81-82,187) ابلیس نے عربوں کو بھی دیکھا ہوگا جب اللہ نے رسولؐ اللہ کے متعلق عربوں سے عہد لیا تھا (57/7-8) جس میں رسولؐ اللہ کی مخالفت کرنے والوں اور تائید

کرنے والے عربوں کو دیکھا جا سکتا تھا (13/20-27) لہٰذا یہ ماننا ہوگا کہ ابلیس حضرت آدمؑ کی تخلیق کے پس منظر پر مطلع تھا۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام میں ودیعت کئے جانے والے سامان کو مجموعی حیثیت سے سمجھنے کی کوشش میں مبتلا تھا اس لئے اس نے اللہ سے دریافت کیا ہوگا کہ اَرَءَ یُتکَ ھٰـذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ (17/62) یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس خالق نے آدمؑ کو سر سے پیر تک اور صفر (zero) سے تکمیل تک متعینہ مقصد کے لئے بنایا ہو اس سے یہ یا اسی قسم کا کوئی اور سوال کرنا اس وقت تک عاقلانہ نہیں ہو سکتا جب تک اس سوال کے یہ معنی نہ لئے جائیں کہ جناب کیا آپ نے آدمؑ کو اُس حد تک دیکھ لیا ہے جہاں تک اور جس گہرائی تک آپ سے دیکھ سکنے کی اُمید کی جا سکتی ہے؟ مطلب یہ کہ آپ نے آدمؑ کے اندر یزید و شمر و نمرود اور فلاں فلاں اور فلاں کو بھی دیکھ لیا ہے؟ یہ جتنا سامان میں اپنی مخلوق آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں میرے خالق کی نظر تو اس سے کہیں زیادہ دیکھ سکتی ہے یہ واقعی صورت حال اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ ابلیس کو تجربہ کرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے تاکہ وہ اپنا دعویٰ ثابت کر دکھانے میں کوئی مجبوری محسوس نہ کرے۔

14۔ ساری نوع انسان کو گمراہ کر سکنے کی قدرت اور اختیارات اور ساری نوع انسان کو ہدایت کرنے اور ابلیس سے بچانے کی قدرت۔

اور ضروری تھا کہ ابلیس کو وہ تمام سامان دیا جائے جو اسے اپنے منصوبے کو چلانے اور کامیاب ہونے میں مدد دے لہٰذا ابلیس کو وہ تمام اختیارات اور قدرتیں عطا کی گئی تھیں جو گمراہ کرنے اور گمراہ رکھنے میں کام آئیں اور کہیں اسے اللہ پر جانبداری اور انصاف و عدل کے خلاف منہ کھولنے کی ضرورت نہ ہو اور چونکہ راہنمایانِ دینؑ کو تسخیر کائنات پر فائز کیا تھا اور انہیں ایسے قوانین و قدرت ملنے والی تھیں جنہیں استعمال کر کے وہ شیطان سمیت پوری

کائنات کو انگلیوں پر نچا سکیں۔اس لئے بھی ابلیس کو وہ تمام سامان واختیار وقدرت دی گئی جس سے اسے اپنے منصوبے میں تنگی داماں کی شکایت نہ ہو۔اوراس طرح گمراہی کے راہنما اور ہادیوںؑ کو عدلِ خداوندی کے معیار پر اتمام حجت کرنے کا پورا موقع مل سکے۔اور ہر فریق اپنی اپنی محنت وبصیرت وتدبر کے مطابق کامیابی حاصل کرسکے۔

(14۔الف) ابلیس کے چند اختیارات اور قدرت۔

لہٰذا ابلیس سے کہا گیا تھا کہ:

وَاسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِکَ وَاَجۡلِبۡ عَلَيۡهِمۡ بِخَيۡلِکَ وَرَجِلِکَ وَشَارِكۡهُمۡ فِى الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ وَعِدۡهُمۡ (وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا O)اِنَّ عِبَادِىۡ لَيۡسَ لَکَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ.... (17/64-65)

''ذریت آدم میں سے جس جس کو تجھ سے ہو سکے اپنی تائید کے لئے اکسانے، اُبھارنے اور تیار کرنے کے لئے اپنی لسانی قدرت استعمال کر اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے اپنی افواج کے سواروں کو اور پیادہ افواج کو لے کر ان پر دھاوا بول دے اور ذریتِ آدمؑ کی اولاد میں اور ان کے اموال میں شریک ہو جا اور اس سلسلے میں ان سے تمام متعلقہ وعدے بھی کر لے(وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا ۔اور شیطان کے وعدے تو غرور کے سوا کچھ نہیں)ساتھ ہی یہ بھی سمجھتے رہنا کہ جو میرے بندے ہوں گے وہ تیرے قبضے میں نہ آئیں گے (17/64-65) یا یہ کہ ''تجھے اُن پر قابو نہ ہوگا۔''

ان آیات میں (17/64-65) ایک جملہ ایسا ہے جس سے علما حضرات لوگوں کو دھوکہ دیا

کرتے ہیں اور ہم نے اس جملے کو بریکٹ میں وضاحت کیلئے بند کر دیا تاکہ وضاحت کرنا یاد رہے لہٰذا وہ جملہ ہے۔

”وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا O(17/64) یعنی شیطان اُن سے جو وعدہ کرتا ہے وہ غرور ہوتا ہے۔“

یہ بات سو فیصد صحیح ہے کہ شیطان کا ہر وعدہ غرور ہوتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ غرور ہوتا کیا ہے؟ قارئین روزمرہ لفظ غرور اور مغرور بولتے ہیں۔ عارضی چیزوں پر بھروسہ کرنا نخرے کرنا ہیں۔ لہٰذا قرآن سے دو آیات دیکھیں جہاں صرف یہی معنی کرنا ہوں گے۔ فرمایا گیا ہے کہ:

1۔ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ o (اٰل عمران 3/185)

2۔ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ o (الحدید 57/20)

ترجمہ: ”دنیاوی زندگی کیا ہے؟ عارضی فائدے اُٹھانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔“ یعنی شیطانی وعدے صرف عارضی چیزوں تک محدود رہیں گے۔ یعنی دنیاوی سامان کے وعدے ہوں گے۔ یہی مطلب تفصیل سے دوسری جگہ ذرا اوپر بیان ہوا ہے، فرمایا گیا کہ:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ...الخ(57/20)

ترجمہ:۔ ”یہ جان رکھو کہ بلا شبہ دنیاوی زندگی محض کھیل تماشہ ہے۔ اور زینت و زیبائش ہے اور آپس میں فخر کرنا ہے اور اموال اور اولاد میں فراوانی ہے۔“ یعنی شیطان یہ اور اِسی قسم کی دنیاوی عارضی دنیا ہی میں رہ جانے والی چیزوں اور نعمتوں کا وعدہ کرتا ہے۔ (الحدید 57/20)

مگر علمانے غرور کے معنی دھوکا اور فریب کر کے یہ تاثر دیا ہے کہ:

''شیطان کے تمام وعدے جھوٹے اور فریب ہوتے ہیں۔یعنی وہ وعدہ تو کرتا ہے لیکن وعدوں کو پورا نہیں کرتا۔کام نکالنے کیلئے جھوٹے وعدے کرتا رہتا ہے۔ یہ تصور سراسر غلط ہے اس نے دنیا میں گمراہ لوگوں کو مال دار بنایا، سرمایہ دار بنایا، حکومتوں کے مالک بنایا اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گمراہ ہی دولت مند و آسودہ حال ہیں اور سابقہ ادوار میں تھے۔اور راہ راست پر ہونے کے مدعی آج ساری دنیا کے بھکاری ہیں اور بھکاری دنیاوی سامان کے ہیں۔لہٰذا علمانے شیطان پر تہمت لگانے کا جرم کیا ہے اور مجرم کو سزا ملنا ضروری ہے۔

بہرحال ابلیس کو اختیارات دیتے ہوئے اللہ کا آخری جملہ یہ ہے کہ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیۡلًاO (17/65)۔اپنے مخصوص بندوں کی وکالت اور کارسازی کے لئے تیرا پروردگار کافی ہے۔

15۔ جنت میں سکونت کا حکم ابلیس کے لئے لمحہ فکریہ۔

ابلیس یہ سن چکا تھا کہ جناب آدم علیہ السلام کو دنیا میں خلیفہ بنایا گیا ہے اور انہیں دنیا میں جانا ہے۔لیکن تخلیق آدمؑ کے بعد پے در پے جو واقعات پیش آئے وہ ابلیس کے لئے کافی مایوس کن تھے۔اس پر تازیانہ یہ ہوا کہ اِدھر اس کو طویل المیعاد تجربہ کی مہلت اور اختیارات و قدرت دی گئی اور اُدھر حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں سکونت کا حکم دے دیا گیا۔تو ابلیس کی ساری اسکیم ہوا میں بکھرتی نظر آرہی تھی۔اس کی اسکیم کا سارا دارومدار ذریت آدمؑ پر تھا اور جنت میں سکونت جنسیات کو دور سے دور لے جائے گی۔یکایک اس نے سنا کہ:

''تم دونوں اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم دونوں ظالمین (غلط کاروں) میں سے ہو جاؤ گے۔'' (بقرہ 2/35)

آگے بڑھنے اور جنت کی سرگزشت سنانے سے پہلے قارئین کو یہ سنا دیں کہ ابلیس کے معاملے میں ہم اس لئے زیادہ زور دے رہے ہیں کہ ہماری اس کتاب کا سب سے بڑا محور ابلیس ہے۔

16۔ یہ شجرہ ابلیس کا سہارا بن گیا۔

جس کی وجہ سے غلط جنسیات وجود میں آئیں اور ترقی پذیر رہی ہیں۔اور جس نے اسلامی جنسیات کو اُلٹ دیا تھا۔بہرحال ابلیس نے اس شجرہ کو سامنے رکھ لیا اور فیصلہ کرلیا کہ اُس حکم کے بعد آدمؑ اور حوّاؑ کسی صورت اس درخت کے پاس نہ جائیں گے وہ اسے دیکھ چکے ہیں پہچانتے ہیں۔وہ ہرگز حکم خدا کی خلاف نہ کریں گے۔ابلیس مایوس نہیں ہوا۔اس نے پوری بات سنی تھی تین جملے فرمائے گئے تھے۔

1۔ اے آدمؑ تو اور تیری زوجہ جنت میں سکونت اختیار کرو۔

2۔ جنت میں جہاں سے جو چاہو کھاؤ پیؤ۔

3۔ مگراس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم دونوں غلط کاروں میں شمار ہو جاؤ گے۔،،(بقرہ 2/35)

17۔ حکم میں گنجائش موجود ہے۔

یعنی ممانعت صرف قریب جانے کی ہے کھانے کی نہیں ہے۔ابلیس معاملے کا حل سوچنے میں مصروف ہو گیا۔اس کے بعد کیا ہوا؟ اس سوال کا جواب عام فہم ہونا چاہئے۔ دقت یہ ہے کہ ہم موجودہ جسم کے ساتھ جنت میں موجود نہ تھے۔یعنی واقعات ہمارے چشم دید نہیں ہیں۔لہٰذا ہمیں ایسی زبان میں بات کرنا ہوگی جو عوام اور خواص کی عملی زندگی سے مطابقت رکھے۔اُدھر دوسری دقت یہ ہے کہ تفسیر بالرّائے حرام ہے۔اس لئے اُدھر اللہ و

رسولؐ سے معافی اور اِدھر قارئین سے معذرت کے بعد عرض ہے کہ جہاں جو بات غلط ہو یا غلط معلوم ہوتی ہو اسے نظر انداز کر کے اس سے بہتر تصور اختیار کر لیں۔ میرے نزدیک جس معاملے میں معصومؑ راہنمائی نہ مل سکے۔ وہاں معاملہ فہمی اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کیلئے اپنے خیالات و قیاسات اور تجربات کو بیباکانہ مگر دیانتدارانہ انداز میں پیش کر دینا ضروری اور مفید ہے تاکہ ذمہ دارانِ قوم صورت حال کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیں۔لیکن اُن خیالات و قیاسات وتجربات کی بنیاد پر کوئی حکم یا فیصلہ صادر کرنا حرام ہے اس لئے کہ حکم دینا یا فیصلہ صادر کرنا کتابِ خداوندی اور صاحبانؑ کتاب تک محدود رکھنا لازم ہے تاکہ ہر اقدام کی ذمہ داری اللہ پر رہے اور نتائج بلاناغہ ہمارے حق میں مفید نکلیں۔

18۔ جنسی شعور سے عورت اور مرد میں پہلا تعارف۔

جنت میں سکونت کا حکم اُن حالات میں ابلیس کیلئے ایک اچانک اور خلافِ توقع مصیبت تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آدم وحوا علیھما السلام ہی نہیں بلکہ ان کی ذریت میں بھی بہت سے افراد جان بوجھ کر حکم خدا کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے (بنی اسرائیل 17/65 وغیرہ) لہٰذا آدمؑ وحواؑ سے براہ راست خلاف ورزی کرانے کی کوشش بے سود ہو گی۔ وہ یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ خلافت ارضی کیلئے پیدا کر کے انہیں جنت میں کیوں؟ اور کتنے زمانے کے لئے رکھا گیا ہے؟ وہ بڑی احتیاط اور تندھی کے ساتھ آدمؑ وحواؑ کے تعاقب میں ہرگز نہ رہتا اگر اسے یہ امید ہوتی کہ جنت کے قیام میں آدمؑ وحواؑ میں جنسی تعلق ہو جائے گا اور اولاد ظہور میں آجائے گی۔ بہرحال اسے ذریت آدمؑ کے وجود میں آنے اور اپنی اسکیم شروع کرنے کی ضرورت اور عجلت تھی۔ وہ سوچتا تھا کہ جنت سے ان کی روانگی کے لئے نہ معلوم کتنا انتظار کرنا پڑے گا؟ اور انتظار تو موت سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ کہیں ایسا

تو نہیں ہے کہ ان کا نکلنا اس درخت سے تعلق رکھتا ہے؟ نہ خدا پر اختیار ہے کہ ان کو جنت سے رخصت کا حکم دلا دے۔ نہ آدمؑ پر اختیار ہے بس ہر پھر کر درخت کا معاملہ سامنے کھڑا رہ جاتا ہے۔ اس نے اللہ کے بیان (2/35) کو سامنے رکھ کر آدمؑ وحوّاؑ کے عمل درآمد پر غور کیا تو دیکھا کہ وہ دونوں بڑے محتاط ہیں ہر درخت پر اس درخت کا شبہ کر کے سوچتے ہیں کہ کہیں یہ درخت وہی درخت نہ ہو۔ وہ یقین کئے بغیر کسی سمت میں قدم نہیں اُٹھاتے۔ اس نے وہ تمام طریقے استعمال کئے جنہیں بعد میں صغریٰ اور کبریٰ اور قرائین کے نام سے پکارا گیا۔ اس نے اپنی تمام عقل و بصیرت کو اسی حکم پر مرکوز کر دیا (2/35) اور اپنی مجتہدانہ جبلّت سے لفظی و معنوی فرق کو کلامِ خداوندی کے سیاق وسباق سے ترتیب دیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت آدم علیہ السلام کلام اللہ کے الفاظ پر نظر جمائے ہوئے ہیں اور حکم خدا کی بلفظہٖ اطاعت کر رہے ہیں۔ اور ہرگز اس درخت کے پاس نہ جائیں گے۔ اور جب پاس ہی نہ جائیں گے تو اس درخت کے پھل توڑنے کا موقع بھی کبھی نہ آئے گا۔ لہٰذا مجھے اطاعت شعاری اور فرمانبرداری کامیاب کر سکتی ہے۔ مخالفت اور کشیدہ رہنے سے آدمؑ پر ہاتھ ڈالنا ممکن نہ ہوگا۔

19۔ ابلیسی پروگرام۔ جنسی شعور کی طرف ایک قدم، بھولے بھالے نیک طینت لوگ اور ابلیس۔

پروگرام بنالیا۔ نہایت ادب و احترام کے ساتھ خدمت آدم علیہ السلام میں باریاب ہوا۔ ابلیس کا مخاطب رحم وکرم و محبت و شفقت کا مجسمہ تھا۔ ابھی اسے بدگمانی، فریب سازی اور محسن کشی سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔

قَاسَمَهُمَآ اِنِّی لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيۡنَ○فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوۡرٍ..... (7/21-22)

''ابلیس نے قسمیں کھاتے ہوئے اور نصیحتوں کے دوران کہا کہ میں تم دونوں کے لئے صرف ایک خیر خواہ اور نصیحت کرنے والا ہوں۔ چنانچہ اس نے ان دونوں کو عارضی اور مادی دلائل سے مطمئن کردیا(22-7/21) اور بتایا کہ میری طرف سے تمہیں کوئی خطرہ محسوس نہ کرنا چاہیئے۔ میں تو اعلان کر چکا ہوں اور خدا نے بھی تصدیق فرمادی ہے کہ میرا معاملہ تم سے نہیں تمہارے بچوں اور ذریت سے ہے(17/62)۔ چنانچہ میں تو اس انتظار میں ہوں کہ آپ حضراتؑ دنیا میں جائیں اور تم سے ذریت پیدا ہونے کی ابتدا ہو جائے۔ درخت کے پاس جانے کی ممانعت بھی اسی لئے کی گئی ہے کہ آپ یہاں کے مالک نہ بن بیٹھیں یعنی کہیں آپ لوگ ہمیشہ یہاں مقیم نہ ہو جائیں۔ حالانکہ آپ کا اپنا پروگرام نہ یہاں قیام کا ہے اور نہ آپ حکمِ خداوندی کی خلاف ورزی کریں گے۔ چنانچہ اگر آپ کو درخت کے پاس جانے سے منع نہ کیا جاتا تو آپ ہمیشہ کیلئے یہاں مقیم رہ جاتے اور ہم دونوں کا پلان دھرا رہ جاتا۔ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ o (7/20)۔ لہٰذا آپ کا یہاں مستقل قیام تو میری راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس لئے میں آپ کو اس درخت کے پاس نہ جانے میں مدد دوں گا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اندازہ ہو چکا تھا کہ ابلیس جنت کے چپے چپے سے واقف ہے لہٰذا ایک بہترین گائڈ (Guide) کا کام دے سکتا ہے دوستی پیدا ہوگئی اور جنت کی سیر اور لطف اندوزی میں مدد ملنے لگی۔ ابلیس اپنا یقین و اعتماد بڑھانے کے لئے بہترین خدمت اور راہنمائی کر رہا تھا۔ اِدھر سے نہیں بلکہ اُدھر سے چلیں ورنہ وہ درخت راہ میں آجائے گا۔ خادم کی طرح آگے پیچھے پیش پیش رہتا تھا اور اعتماد بڑھا رہا تھا۔ یہ اعتماد ہی ہے جو نقصان پہنچانے کا کامیاب ذریعہ رہتا چلا آیا ہے۔ یہ پھل ملاحظہ فرمائیں۔ خدا کا کمال دیکھیں جنت کے عمدہ سے عمدہ

پھل کھلائے جارہے تھے۔ جنت کا پورا نقشہ دلوں میں اتارا جارہا تھا۔ دنیا سے فراغت کے بعد جنت میں آنے کا لازوال شوق دل و دماغ میں بٹھایا جارہا تھا۔ اسی سیر کے دوران ایک پھل ایسا بھی کھایا کہ اچانک دونوں کی نس نس میں بجلی سی دوڑ گئی۔ بدن میں سمندر ایسی لہریں دوڑنے لگیں۔ پاؤں پر جم کر کھڑا رہنا مشکل ہوگیا آدمؑ و حوّاؑ میں ایک عجیب و حیران کن ذوق اُبھرا۔ ایک پوشیدہ ودیعتِ خداوندی نے بھرپور انگڑائی لی۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ...الخ (سورہ اعراف 7/22)

تصورات کا ایک ایسا نظارہ سامنے آکر ٹھہر گیا کہ وہ دونوں نظریں ملانے میں ہچکچانے لگے۔ شدتِ احساس اس مقام تک بلند ہوئی کہ سارے پردے نظروں کے سامنے سے اُٹھتے چلے گئے۔ تابِ نظارہ نہ لاکر نظارہ کو چھپا دینے کے لئے ہاتھ بڑھے۔ ابلیس کے سامنے جو کچھ ہوسکتا تھا وہ یہی تھا کہ جنت کے چند اوراق اُلٹ دیئے جائیں۔ بات اتنی واضح تھی کہ ابلیس بھی سمجھ گیا۔ وہ تو خدا سے چاہتا تھا کہ ذرّیت کے وجود میں آنے کے لئے کوئی دروازہ کھلے۔ اسے یقین ہوگیا کہ اُس درخت کے پھلوں نے یہ نتیجہ پیدا کیا ہے۔ ان کے ذائقے نے ان دونوں پر ان کی حالت کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ اب انہیں محسوس ہوگیا کہ اُن کی تخلیق میں بلا لباس کے وہ سامان چھپا ہوا تھا جو جنسیات اور ذریت کی بنیاد ہے۔ اور جسے مادّی ذرائع سے چھپا کر محفوظ رکھنا چاہیے۔ **يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا**.... (7/27)

لہٰذا میری تدبیر نے انہیں ان کے نظری لباس سے باہر نکال کر اُن پر انکے پوشیدہ اندام کو ظاہر کردیا اور اب اندام کو چھپانے میں کوشاں ہیں۔ **وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ**

تِلۡكُمَا الشَّجَرَ ةِ وَاَقُلۡ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لَكُمَا عَدُ وٌّ مُّبِيۡنٌ ٥ (7/22) بات کھل گئی تو اب اللہ بھی کیوں پوشیدہ رکھے؟ چنانچہ اللہ نے پکارا کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے متعلق منع نہ کردیا تھا۔اور کیا یہ نہ کہہ دیا تھا کہ شیطان تمہارا منہ بولتا دشمن ہے۔''

یہاں قارئین یہ بھی نوٹ فرمائیں کہ سورۂ اعراف کے معنی ہیں وہ سورت جس میں تعارف کرایا گیا ہے۔ یہاں آپ کا آدمؑ وحوّا سے اور ابلیس سے تعارف ہوا ہے۔اور آدمؑ کا ابلیس سے تعارف ہوا ہے۔اور جنسی تعلقات کی بنیادوں سے تعارف ہوا ہے۔ بہرحال اللہ نے جنسی شعور کے اُبھرآنے کے بعد چند ہدایات دیں مزید مسلسل ہدایات ملتے رہنے کا وعدہ فرمایا اور دونوں کو ان کے مستقر کی طرف روانہ کردیا۔(بقرہ 2/38)

(19۔الف) جنسی تعلقات میں ابلیس کی شرکت؟

(1) حضرت آدم علیہ السلام جن حالات سے دوچار ہوئے اُن حالات کا تقاضہ تھا کہ ایک خاص زمانہ تک انہیں تنہا چھوڑ دیا جائے اور پلٹ کر ذرا ابلیس کے متعلق چند ضروری باتیں سمجھ لی جائیں۔آپ نے یہ دیکھا ہے کہ ابلیس کا ایک لشکر ہوگا۔جس میں سوار بھی ہوں گے اور پیادہ بھی ہوں گے جو بنی آدمؑ پر حملے کرنے کے لئے شیطان کی اطاعت کرتے رہیں گے اُس کو اللہ نے یہ اختیار بھی دے دیا ہے کہ وہ اپنے مطلب کے انسان پیدا کرنے کے لئے انسانوں کی اولاد میں شریک ہوجائے (17/64-65)۔اس شرکت کی تفصیل حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی یوں بیان فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے ہر اس شخص پر جنت حرام کررکھی ہے جو بیہودگی اور بے حیائی میں اس حد تک بڑھ جائے کہ لوگوں سے اپنی مذمت سن کر بھی باز نہ آئے۔پھر فرمایا کہ اگر تم ایسے بے حیا لوگوں کے حالات کا پتہ لگاؤ گے تو ایسے لوگ یا تو زنا کی اولاد ہوں گے یا یہ کہ اُن کے

والدین کے نطفوں میں ابلیس کی بھی شرکت ہوگی۔ کسی نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ کیا آدمیوں میں شیطان کی شرکت بھی ہوسکتی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا کہ ُشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (17/64) اور تو اُن کے مالوں میں اور اُن کی اولاد میں شریک ہوجا'' (تفسیر صافی صفحہ 292 نیز کافی اور تفسیر عیاشی) اور تفصیل ملاحظہ ہو کہ:

(2) جناب امام جعفر صادق صلوٰۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا آیت (17/64) کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ شیطان عورت کے پاس آکر اُسی طرح بیٹھ جاتا ہے جس طرح عورت کا اپنا شوہر بیٹھا کرتا ہے اور جو کچھ عورت کا شوہر کرتا جاتا ہے ابلیس بھی وہی کچھ کرتا ہے۔ کسی نے دریافت کیا کہ اس کی شناخت کیا ہے؟ فرمایا کہ شناخت یہ ہے کہ اس شخص میں اگر ہماری محبت ہو تو وہ ہمارے چاہنے والے کا نطفہ ہے۔ اور اگر ہم سے بغض ہو تو وہ ابلیس کا نطفہ ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر بسم اللہ پڑھ لی جائے تو شیطان الگ ہو جاتا ہے۔ اور بلا بسم اللہ مجامعت کرنے میں فعل دونوں طرف سے صادر ہوتا ہے۔'' (کافی)

(3) تفسیر قمی میں ہے حرام مال میں ابلیس کی شرکت ضرور ہوتی ہے لہٰذا ایسے مال سے کنیزیں خریدی جائیں یا مہر ادا کئے جائیں اور اُن سے اولاد پیدا ہو تو اُس اولاد میں ابلیس کی شرکت ہوتی ہے۔'' اور

(4) حضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا خانصاحب بریلوی نے جن کے اسوۂ حسنہ نے بریلوی مکتب کے نام سے ایک ایسی جماعت پیدا کی ہے جو ناموسِ رسولؐ کی حفاظت میں سینہ سپر رہتی ہے اور موقع بموقع رسولؐ اللہ پر اسی طرح درود وسلام پڑھتی ہے جیسے اُن کی زندگی میں پڑھا جانا چاہئے وہ وہابیوں کی طرح رسولؐ اللہ کو مردہ نہیں مانتی۔ بہرحال شاہ صاحب کا

مترجمہ قرآن شریف ہر جگہ دستیاب ہے۔ وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''زجاج نے کہا کہ جو گناہ مال میں ہو یا اولاد میں ہو ابلیس اس میں شریک ہے۔ جیسے کہ سود اور مال حاصل کرنے کے دوسرے ذرائع اور حرام طریقے۔ اور فسق اور ممنوعات میں خرچ کرنا اور زکوٰۃ نہ دینا۔ یہ مالی امور ہیں۔ جس میں شیطان کی شرکت ہے۔ اور زنا اور ناجائز طریقے سے اولاد حاصل کرنا یہ اولاد میں شیطان کی شرکت ہے۔'' (احمد رضا خانصاحب کا ترجمہ صفحہ 418 حاشیہ نمبر 142)

وہابیوں نے مثلاً مودودی نے بھی اس شرکت کو مانا ہے مگر خود کو شیطانی شرکت سے محفوظ رکھنے کے لئے ذرا گھما پھرا کر بات کی ہے (دیکھو تفسیر تفہیم القرآن جلد 2 (17/64) حاشیہ نمبر 78)۔

20۔ ابلیس کا پروگرام عطا شدہ اختیارات وقدرت کے ماتحت قرآن کریم کی روشنی میں؟

ابلیس کا پروگرام قرآن میں یوں موجود ہے۔ اس نے کہا تھا کہ،

(1) قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (2) وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ (3) وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ (4) وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ (5) وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ..... (4/118-119)

(1) میں تیرے بندوں میں سے تیرے مقرر کئے ہوئے اپنے حصے کے لوگوں کو اپنی تحویل و تربیت میں لے لوں گا۔

(2) اور اُنہیں ایسی معلومات فراہم کروں گا کہ وہ تیری اور نبیوںؑ کی تعلیم سے دستکش ہو جائیں گے۔

3۔ اور اُن کے دلوں میں ایسی اُمنگیں اور تمنائیں بھر دوں گا جو تمہاری تعلیم کے ذریعہ

حاصل نہ ہوسکیں۔

4۔ پھر اپنے تیار کئے ہوئے لوگوں کو یہ حکم دوں گا کہ تم آسودگی اور خوشحالی اور نعمتوں کے تمام ذرائع پر قبضہ کرلو۔

5۔ اور تخلیقِ خداوندی میں قانون کی مدد سے تغیر وتبدل اور پیوند کاری کر کے مفید ترین ایجادیں جاری کردو۔''

قرآن کریم نے ابلیس کا یہ پروگرام اپنے جچے تلے الفاظ میں نہایت اختصار سے ریکارڈ کیا ہے۔لیکن اس کا ہر نمبر پانچ پانچ سو صفحات میں بھی نہیں سما سکتا۔مثلاً آخری نمبر تغیر وتبدل و ایجادات اور پیوند کاری کا ہے ۔کیا کسی پانچ سو صفحات کی کتاب میں دنیا کے تمام تخلیقی تغیرات وایجادات و پیوند کاری کے کمالات ختم کئے جاسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔بہر حال ہمیں تو جلدی جلدی اُن جنسی تعلقات پر سے گزرنا ہے جواس کتاب کا موضوع ہیں۔اور ابلیس کا پروگرام بھی مختصراً لکھنا ہے۔اور وہ بھی صرف جنسیات سے تعلق رکھنے والا حصہ مثلاً ابلیس ایسے احکام نافذ کرے گا کہ دلوں سے بے حیائی اور بدکاری کا تصور نکل جائے گا۔

اِنَّمَا يَامُرُكُمْ بِالسُّوٓءِ وَالْفَحْشَآءِ... (2/169) وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَ نَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا...(اعراف 7/28) وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا... (37/158)

اور جب بدکاری اور بے حیائی پر عمل کریں تو سند میں یہ کہیں کہ جسے تم بے حیائی اور بدکاری کہتے ہو وہ تو ہمارے باپ دادوں اور بزرگوں کی سنت رہی ہے اور ہمیں خود ہی اللہ نے اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

بلکہ عربوں نے تو یہاں تک اعلان کر دیا تھا کہ اللہ خود ہمارے رشتے داروں اور بزرگوں میں

سے ایک ہستی ہے۔"

لہٰذا ابلیس جنسیات کو زمیں سے اُٹھا کر آسمان تک اور انسانوں سے لے کر اللہ تک لے جائے گا۔

21۔ ابلیس کی وسعتِ کار میں سہولت کے لئے اللہ نے اس کو نظام وحی اور اطمینان بھی بہم پہنچایا۔

یہ ایک بڑا دل چسپ اور مساوات و عدل پرور عنوان ہے یہاں قرآن سے بتایا جائے گا کہ اللہ اپنے دشمنوں سے بھی بے انصافی نہیں کرتا اور ان کی سہولت اور کامیابی کو بھی مدنظر رکھا ہے چنانچہ فرمایا کہ:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○ وَلِتَصْغٰى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ○ (انعام 6/112-113)

"اُسی طرح ہم نے بہت سے انسانی اور جناتی شیطانوں کو نبیوّں کے دشمن بنائے رکھا ہے جو اپنے کاروبار چلانے کے دوران آپس میں ایک دوسرے کو وحی کے ذریعہ سجانے اور سنوارنے کی باتیں بتاتے رہتے ہیں جو دنیا کی عارضی اور فنا پذیر چیزوں کے سلسلے میں ہوتی ہیں۔ اور اگر اللہ کی مشیت نہ ہوتی تو نہ انہیں یہ آزادی ہوتی اور نہ وہ وحی کر سکتے۔ لہٰذا تم اے نبیؐ اُن کی ایجادات سے جدا رہو۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے تاکہ جو لوگ آخرۃ پر ایمان نہیں رکھتے اور ابلیس کے لئے دن رات طرح طرح کے جرائم کرتے رہتے ہیں۔ وہ ابلیس سے خوش ہو جائیں اور محنت سے ڈٹ کر کام کریں۔"

یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ یہ نبیوؑں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ابلیس اور نظام ابلیس سے خود بھی بچ کر رہیں اور اُمتوں کو بھی محفوظ رکھیں اور اپنا کام قوانینِ خداوندی سے انجام کو پہنچائیں اور نہ سوچیں کہ اللہ خود ابلیس ونظامِ ابلیس کو شکست دے دے گا۔

یہ ایک عقل وبصیرت کا مقابلہ تھا دونوں فریق کو آزاد چھوڑا گیا تھا دونوں کو ضروری سامان، اختیارات اور قدرت دے دی گئی تھی رہ گیا اپنا اپنا پسندیدہ مشن یہ انہوں نے خود چلانا تھا۔

22۔ جہاں جہاں ایمان نہیں وہاں ابلیس حکمران ہے ابلیس تمام انسانوں کو ہر جگہ سے دیکھتا رہتا ہے۔

اللہ اپنا کام کرتا ہے مداخلت نہیں کرتا کفر کی دنیا اور کفر کے باشندوں پر ابلیس کو اللہ نے حکمران بنایا ہے اور بتا دیا ہے کہ وہ اور اسکا قبیلہ تمہیں ہر جگہ سے اور ہر طرح دیکھتے ہیں اور اس طرح دیکھتے ہیں جسطرح تم بھی انہیں نہیں دیکھ سکتے چنانچہ فرمایا ہے۔

اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَO (7/27)

''یقیناً ابلیس اور اُس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا رہتا ہے ایسی جگہ سے کہ جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ یقیناً ہم نے ایمان نہ لانے والوں پر شیطان کو ولی اور حکمران بنادیا ہے۔''

23۔ جنسیات میں ابلیس وقریش کا انتہائی مقام، قریش کا ہر بچہ جنسی اشتراک کے کمال پر بلند تھا

اس عنوان میں حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ کے خطبہ نمبر 7 نہج البلاغہ کے چند جملے آپ کو یہ بتائیں گے کہ ابلیس نے کس طرح انسانوں سے اپنی پسند کی ترقی یافتہ نسل پیدا

کرائی اور نسل ترقی کر کے کہاں سے کہاں جا پہنچی۔

حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

1 اِتَّخَذُ وا الشَّیۡطَانَ لِاَمۡرِھِمۡ مِلَاکًا ؛ 2 وَاتَّخَذَ ھُمۡ لَهٗ اَشۡرَاکًا ؛ 3 فَبَاضَ وَفَرَّخَ فِیۡ صُدُوۡرِھِمۡ ؛ 4 وَرَبَّ وَدَرَجَ فِیۡ حُجُوۡرِھِمۡ؛ 5 فَنَظَرَ بِاَعۡیُنِهِمۡ وَنَطَقَ بِاَلۡسِنَتِهِمۡ ؛ 6 فَرَکَبَ بِهِمُ الزَّلَلَ؛ 7 وَزَیَّنَ لَهُمُ الۡخَطَلَ،

قریش نے شیطان کو اپنی دین و دنیا کے تمام کاروبار میں اپنا مالک و حکمران بنا لیا ہے۔اور ابلیس نے قریش کو منصوبے میں شریک کار بنالیا ہے۔(یعنی گمراہی پھیلانے میں اپنا ساتھی بنا لیا ہے)چنانچہ ابلیس نے ان کے سینوں میں انڈے دے کر چوزے پیدا کر لئے ہیں۔اور اپنے چوزوں یا بچوں کی ربوبیت ان ہی کی آغوش میں کر رہا ہے۔چنانچہ وہ ان ہی کی آنکھوں سے دیکھنے کا کام لینے لگا اور ان ہی کی زبانوں سے بولنے لگا۔لہٰذا ابلیس نے قریش کو ٹھوکریں کھانے والی سواریوں پر سوار کر دیا ۔اُن کے لئے ہر برائی کو سجا کر پیش کر دیا۔(نہج البلاغہ خطبہ نمبر 7)

آپ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ آتے آتے ابلیس اور ابلیس کا نظام ترقی کی انتہا تک پہنچا ہوا تھا اب جنسی شرکت کے لئے اسے ہر عورت اور مرد کے ساتھ نہ نقل کرنے کی ضرورت تھی نہ اُٹھک اور بیٹھک کرنا پڑتی تھی ۔اب وہ مناسب اور زرخیز اصلاب وارحام میں موزوں ترین جراثیم (انڈے) داخل کر دیتا تھا۔جن سے خود بخود اور

حسبِ منشا اولاد پیدا ہوتی رہتی تھی ۔لہٰذا جس طرح ہر نبیؑ کے بعد دوسرا ترقی پذیر نبیؑ آیا تھا اور نوع انسان ترقی کرتی چلی آ رہی تھی ۔اسی طرح ابلیس کا نظام ترقی کرتا رہا۔وہ اپنے اعلان کے مطابق ہر نسل میں اپنے حصے کے منتخب لوگوں کو چنتا اور انہیں تعلیم و تربیت دے کر دیندار گروہ میں داخلی تخریب کے لئے چھوڑ دیتا تھا۔اس تخریب کا اثر اُن کے عزیزوں قریبیوں پر تیزی سے ہوتا تھا۔اس طرح اس نے ہر نبیؑ کی جماعت میں فرقے پیدا کئے اور روز افزوں تفرقہ پردازی کو ترقی پذیر رکھا۔اللہ کی طرف سے آنے والے احکام کو حسین تر انداز میں اس طرح پیش کرتا تھا کہ نبیؑ کا پروگرام ابلیس کے پروگرام کے سامنے مشکل، دیر طلب اور اُلجھا ہوا نظر آئے ۔اور ابلیس کے طریقے جاذبِ نظر، آسان اور زود اثر نظر آئیں اور اُن تمام ضرورتوں اور تقاضوں پر فٹ ہو جائیں ۔جو وہ مسلسل صدیوں سے پیدا کرتا چلا آ رہا تھا۔یعنی اللہ کا دین کھسکتے کھسکتے ابلیس کی پیدا کردہ مصنوعی ضرورتوں پر آسانی سے موزوں آسکے۔اور پبلک خوشی خوشی اُدھر راغب ہو سکے۔اس اصول پر ابلیس نے ہر نبیؑ کے مقابلے پر ایک خود تراشیدہ اسلام جاری رکھا۔اور حقیقی اسلام کے ساتھ ساتھ ابلیسی اسلام بھی ترقی کرتا چلا آیا۔ابلیس کے یہاں ضرورتِ زمانہ، تقاضائے وقت اور سہولت اور آسودگی وہ بنیادیں تھیں جن میں کوئی رکاوٹ ڈالنے کے بجائے دین کا رخ بدل بدل کر اِن بنیادوں پر فٹ کرنا ضروری تھا۔یہ کوشش یا اجتہاد ہزار ہا سال سے ہوتا چلا آ رہا تھا یہی وجہ تھی کہ ہر نبیؑ کے اُٹھتے ہی اس کی لائی ہوئی کتاب کی تعلیم چند روز کے بعد ختم ہو جاتی تھی اور دوسرا نبیؑ اصلاحات اور دوسری کتاب لے کر آجاتا تھا۔ہر پچھلی اُمت ہر آنے والی کتاب کو سابقہ طرزِ تعلیم اور قواعد پر ڈھالنے میں لگ جاتی تھی ۔چنانچہ آنحضرتؐ تشریف لائے تو نہ یہودی اپنی توریت پر قائم تھے نہ عیسائیوں نے انجیل کے دین کو دستور العمل بنا رکھا تھا

(5/65-66)۔لہٰذا سابقہ اُمتیں مسلمان ہو کر ادھر آ گئیں اور انہوں نے قرآن کے ساتھ وہی کچھ کیا جو توریت و انجیل و زبور کے ساتھ کر چکی تھیں ۔ یہ اس لئے کہ عہد رسوؐل کی مخاطب قوم بھی اپنی گمراہی کے اسی منتہائے کمال پر تھی جس منتہائے کمال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ہدایت وعلم میں تھے ۔ورنہ ایسے عظیم الشان رسوؐل کو کسی گھٹیا قوم کی ہدایت کے لئے بھیج دینا عبث ہوتا۔

24۔ ابلیس جنسیات کے ایک سربستہ راز پر مطلع ہو گیا۔

اب ہم غیر ترقی یافتہ زمانہ میں ابلیس اور جنسیات کا تذکرہ کرتے ہوئے نسل در نسل عربوں کے زمانہ تک دوبارہ آئیں گے ۔حضرت آدم اور حوا علیھما السلام والا تو ایک حادثہ تھا جس میں جو ہو گیا تھا وہ بھی ابلیس نے اپنے تجربے کے ذخیرے میں رکھ لیا تھا۔اور عورت کو انسانی توجہ کا مرکز بنا دینے کے لئے وہ تمام سامان عورتوں کے چاروں طرف جمع کرنا شروع کیا جو جنسی جذبات واحساسات کو شعلہ وشرارہ بنانے میں ممد ہو۔ چنانچہ اس نے عورت (Woman) کے ساتھ دولت (Wealth) اور شراب (Wine) کا مثلث یا زر وزمین اور زن کی ثلاثی قوتوں پر دنیا کو مقابلے کا اشارہ کر دیا۔اور ایک زمانہ کھینچ کر لے آیا جس میں عورت کی پوجا ہونے لگی ۔اور اللہ نے فرمایا کہ: <u>یہ لوگ اللہ کے علاوہ عورتوں کی پوجا کر رہے ہیں یعنی یہ تو درحقیقت شیطان کی مریدی میں سجدہ ریز ہیں</u> (4/117) اور ایک وقت وہ آیا جب اللہ نے یہ الزام رفع کیا کہ کیا ''ہم نے ملائکہ کو عورتیں بنایا ہوا ہے؟ اور کیا عورتیں ہمارے حصے میں آتی ہیں اور تمہارا مردوں پر حصہ ہے (37/149-150)؟ بہرحال ابلیس نے عورت کو ایک مقدس مقام دے دیا تاکہ دنیا اس قابل پرستش ہستی کو مرکز بنا کر اس کے طواف اور عبادت میں گھوما کرے ۔اور موقع نکال کر ابلیس نے یہ سب کچھ

مذہب کے مقدس ہاتھوں سے انجام دلا دیا تھا۔قرآن کریم کی اوّلین اقساط حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا علیھم السلام کے پاس آئیں۔ ہر زمانہ میں اور ہر ایک ملک میں اور ہر زبان میں ان اقساط کا نام الگ الگ تھا۔سب سے قدیم ترین تعلیم جو ریکارڈ کی صورت میں آج ملتی ہے وہ ہندو مذہب و تہذیب سے منسوب ہے۔ان تعلیمات کے مجموعوں کے نام ، وید، پُران ،شت پتھ ، برھمن ، مہابرھمن ،مہا بھارت اور رامائین ۔وغیرہ کہلاتے ہیں ۔قدیم ہندؤوں کے نزدیک یہ کتابیں کلام خداوندی کا ذخیرہ ہیں ۔لیکن اختلاف کے باوجود تمام ہندوؤں نے اس قدر مان لیا ہے کہ یہ تمام کتابیں ان لوگوں کی تصنیف ہیں جو اپنے اپنے زمانوں میں وحید العصر اور پوری نوع انسان کی ہدایت کے ضامن تھے ۔ ہم عورت مرد کے جنسی تعلقات پر اُس قدیم زمانے سے بات کرتے ہوئے تیزی کے ساتھ عربوں کے دور تک آئیں گے۔ سنئے،

25۔ خالق کی مخلوق سے یا ماں کی بیٹے سے شادی؟

’’ دیوی بھاگوت میں ایک عورت کی کتھا (کہانی) لکھی ہے ۔اُسی نے سب دنیا کو بنایا۔اور برھّما اور وِشنو اور مہادیو کو بھی اُسی نے پیدا کیا۔ جب اُس دیوی کو خواہش ہوئی تو اُس نے اپنا ہاتھ گھسا اس رگڑ سے ہاتھ میں ایک آبلہ پیدا ہو گیا اس آبلے میں سے جناب برھما پیدا ہو گئے ۔ برھما سے دیوی نے کہا تو مجھ سے شادی کر۔ برھما نے کہا کہ تو میری ماں ہے میں تجھ سے شادی نہیں کر سکتا۔ یہ جواب سن کر دیوی کو غصہ آیا اور لڑکے کو جلا کر خاک کر دیا۔دیوی نے اُسی طرح پھر اپنا ھاتھ گِھس کر دوسرا لڑکا پیدا کر لیا اور اس کا نام وشنو رکھا۔ اُس کو بھی اپنے ساتھ تعلقات کے لئے کہا وہ بھی نہ مانا لہٰذا اُسے بھی خاکستر کر دیا۔ پھر اس نے تیسرے لڑکے کو پیدا کیا۔اس کا نام مہادیو رکھا اور اُس سے بھی شادی کے لئے کہا وہ بولا

کہ میں تجھ سے شادی نہیں کر سکتا تو دوسرا جنم بنالے تو میں شادی کرلوں گا۔ دیوی نے اس پر عمل کیا۔ مہادیو بولا کہ یہ دوجگہ راکھ کیسی پڑی ہے۔ دیوی نے کہا کہ یہ دونوں تیرے بھائی ہیں۔ انہوں نے میرا حکم نہیں مانا تھا اس لئے راکھ کر دیئے گئے۔ مہادیو نے کہا کہ میں اکیلا کیا کروں گا اِن کو بھی زندہ کردے۔ اور دو عورتیں اور پیدا کر پھر تینوں کی شادی ہوگی۔''
(ستیارتھ پرکاش مصنفہ سوامی دیانند صفحہ 340)

26۔ نیا اجتہاد پُرانے اجتہاد کا شرما کر انکار کر رہا ہے؟

ہمیں معلوم ہے کہ آج ہندوؤں کی کثرت اپنی قدیم کتابوں کا انکار کر رہی ہے۔ خود دیانند صاحب نے ہندو مذہب کی بڑی بڑی تمام کتابوں کی تردید اسی کتاب ستیارتھ پرکاش میں کی ہے۔ اور انہوں نے تو اس قرآن کا رد بھی لکھا ہے کہ یہ مسلمان مجتہدین نے اپنے اجتہاد سے لکھا ہے۔ مگر انکار اور تردید تو اب بیسویں صدی میں کی جارہی ہے جو نہایت آسان معلوم ہوتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ گزشتہ دور میں جو نقصان ان کتابوں سے سابقہ ہزاروں سال میں ہوا ہے اس کو کیسے پورا کیا جائے گا اور کون نقصان پورا کرے گا؟ یہاں مجتہدین سن رکھیں کہ وہ زمانہ آنے والا ہے جب کہ آنحضرتؐ کی مذکورہ حدیث کی روشنی میں مسلمان بھی، باقی مذاہب کی طرح تمام اجتہادی مذاہب کا انکار کردیں گے۔ بہرحال ہم نے یہ دکھا دیا کہ ابلیس نے ہزاروں سال پہلے ہی عورت کو معبود اور خالق بنا کر اس کی پوجا کرانے اور اپنے اجتہاد سے ماں کو بیٹوں سے جنسی تعلقات استوار کرنے پر آمادہ پایا۔ جس کی تکمیل ہم عربوں کے یہاں دکھائیں گے۔ اسی کے لئے ہم قدم قدم اِدھر آرہے ہیں۔

27۔ اجتہاد میں خدا کو شہوت پرست ہونا چاہیئے۔

آپ نے پچھلے عنوان میں ایک نام برھما کا پڑھا تھا جسے دیوی نے آبلہ سے پیدا کیا اور شادی

کا حکم نہ ماننے پر جلا دیا تھا۔ اُس نام کے متعلق ایک مورخ و محقق اور فلاسفر جناب گوبند داس نے لکھا ہے کہ:

"پدم پُران میں ہے کہ برھما اَھنکاری ہے۔" (ہندوازم صفحہ 123)

یعنی خالق کائنات شہوت پرست ہے۔" (معاذ اللہ) یہ بات غالبا آپ کو ناگوار گزرے گی اس لئے کہ آپ کا مزاج نہ مجتہدانہ ہے نہ عاشقانہ۔ اسی بنا پر ہم نے معاذ اللہ لکھا ہے لیکن یہ سمجھ لیں کہ اگر واقعی برھما انسانوں کا خالق ہے اور جس قدر سامان نوع انسان کی تخلیق میں صرف ہوا ہے وہ اس سامان کا بھی خالق ہے لہٰذا مختصراً یہ کہ برھما شہوت کا بھی خالق ٹھہرتا ہے۔ اجتہاد یہ ہے کہ اگر شہوت پسندیدہ اور مفید چیز نہ ہوتی تو خالق اسے ہرگز پیدا نہ کرتا۔ لہٰذا خالق کی پسند اور افادیت کا تقاضہ ہے کہ خالق کو شہوت بذات خود بھی پسند ہو (معاذ اللہ) اگر ہم اجتہاد کی جگہ یہاں صحیح جواب لکھ دیتے تو مضمون کی ساری گرمی نکل جاتی۔ اجتہاد کی بحث آئے تو ہم اجتہاد کی کمر پھر ایک دفعہ توڑ کر دکھائیں گے یہ قدیم اجتہادات موڈرن مجتہد کے گلے میں بھی اٹکتے ہیں۔ بہرحال قدیم ریکارڈ سے ثابت ہے کہ "ماں نے اپنے بیٹے سے جنسی تعلقات کرنا چاہے اور نہ ماننے پر ایک کو نہیں دو کو جلا دیا تھا" اور سنئے:

(27۔الف)۔ برھما بیٹی سے جنسی تعلقات چاہتا تھا۔

"ایک دفعہ وشنو نے دیکھا کہ برھما اپنی بیٹی سرسوتی سے۔۔۔۔مرتکب ہوجانا چاہتا ہے اس لئے برھما کی پوجا بند ہوگئی تھی۔" (ھندوازم، صفحہ 184)

یہاں یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وشنو نے برھما کے خلاف محاذ بنایا ہوگا اور عوام نے برھما کی پرستش چھوڑی ہوگی لیکن اس کا پتہ نہ چلا کہ دوبارہ اس کی پوجا کیسے شروع ہوئی تھی؟ آیا برھما نے بیٹی سے جنسی تعلقات بند کر کے توبہ کرلی تھی اور آیا آئندہ دستکش رہتا رہا؟ یا یہ کہ تجربے نے

وشنو کے مشن کو ناکام کر دیا اور برھما کا مشن باقاعدہ جاری ہو گیا تھا؟ اس سلسلے میں اتنا اور معلوم ہوتا ہے کہ ''ہندوؤں کی مقدس کتابوں مثلاً ۔1۔شت پتھ 2۔براھمن ۔ 3۔تانڈیہ۔4 مہا براھمن 5۔مہا بھارت 7۔رامائن وغیرہ میں برھما کے اس فعل کی مذمت کہیں نہیں ملتی بلکہ اس کے برعکس کتاب مہا بھارت (ادیوگ پرب ادھیائے نمبر 117) میں اس واقعہ کو بطور مثال استعمال کیا گیا ہے۔''(ویدارتھ پرکاش صفحہ 101)(از پنڈت آتمانند) لہٰذا بات یوں لگتی ہے کہ برھما کی منشاو پسند انسانوں میں مقدس بنا کر جاری کی گئی ہو۔اور کیوں نہ ہو جب کہ ساری نوع انسان کی تخلیق کا انحصار برھما کے وجود پر ہے۔ یعنی ''برھمن برھما کے منہ سے پیدا ہوئے ۔2۔کشتری برھما کے بازوؤں سے پیدا ہوئے 3۔ویش برھما کے پیٹ سے پیدا ہوئے ۔4۔اور شودر برھما کے پاؤں سے پیدا ہوئے تھے (تمام مقدس کتابیں) ظاہر ہے کہ انسانوں میں وہ تمام صفات اور رجحانات آنا چاہئیں جو برھما میں موجود ہوں۔اسی بنا پر برھمن کی اطاعت اور فرمانبرداری باقی تینوں طبقات انسانی پر واجب مانی گئی ہے۔اور اسی لئے رشتہ ازدواج کی سند برھمن دیتا ہے۔دوسرا کوئی اور شخص نکاح نہیں پڑھ سکتا ہے۔یہی نہیں بلکہ برھمن تمام عورتوں کا معنوی و جسمانی مالک تسلیم کیا گیا ہے۔کتاب رِگوید کا ایک قانون سنئے:

''اگر کسی عورت کے دس شوہر ہوں اور ان میں کوئی بھی برھمن نہ ہو تو ایک برھمن کو حق پہنچتا ہے کہ اگر وہ اس عورت سے جنسی تعلق پیدا کرنا چاہے تو ان دس شوہروں کو خود بخود دست بردار ہونا ہوگا۔اور وہ عورت اس برھمن کی زوجہ سمجھی جائے گی۔اس لئے کہ برھمن ہی عورتوں کا مالک ہے نہ کہ کشتری یا ویش''(ویدارتھ پرکاش صفحہ 133)

28۔ ایک عورت کے کئی ایک شوہر بھی۔

مندرجہ بالا ویدک قانون کے متعلق یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اُس میں دس مردوں کی ایک زوجہ بطور مثال کہا گیا ہوگا۔اور حقیقی منشا برہمن کی بالا دستی ثابت کرنا ہوگا۔اس شبہ کو دور کرنا ضروری ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ایک ایک عورت کے کئی کئی شوہر بیک وقت ہوا کرتے تھے اور یہ کہ یہ جائز تھا۔چنانچہ ایک برہمن یعنی پنڈت کی سند ملاحظہ ہو جو صاحبان الہام یعنی رشیوں کو ثبوت میں پیش کرتا ہے سنئے:

1) ''پُرانوں کی روایت کے مطابق نرپسی کنّیا سے سات رشیوں نے ایک ساتھ بیاہ (شادی) کیا تھا۔نیز داکشی نام کی منی کنیا سے پرچیتا نام کے دس برھمن بھائیوں نے ایک ساتھ بیاہ کیا تھا۔''(ویدارتھ پرکاش صفحہ 133 پنڈت آتمانیز)اور سنئے

2) ''مہا بھارت میں لکھا ہے کہ دروپدی کے پانچ خاوند تھے۔1۔یُدھشٹر، 2۔بھیم سین۔3ارجن،4 ۔نکل،5۔سہدیو اور اُن سب سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے تھے جو سب دروپدیؔ کے پیٹ سے تھے۔

جب راجہ دروپد کو معلوم ہوا کہ اس کی بیٹی دروپدی کے پانچ آدمی بیک وقت خاوند ہیں تو اُسے بہت افسوس ہوا۔تو جناب مہرشی ویاس جی نے اُسے مسئلہ بتایا کہ اَے دروپد افسوس نہ کر کیونکہ ایک عورت کے بیک وقت اَنیک (کئی ایک) شوہر ہونا ویدک دھرم (مذہب) کے عین مطابق ہے۔''(ویدارتھ پرکاش صفحہ 143)

یہاں قارئین کو دو اطمینان ہو جانا چاہئیں اوّل یہ کہ قدیم زمانے میں باقاعدہ اور مذہبی

حیثیت سے ایک عورت کئی کئی مردوں کی زوجہ رہ سکتی تھی اور دوسرا یہ کہ ایسے لوگ بھی موجود رہتے رہے جن کو اس قسم کے جنسی تعلقات پسند نہ آتے تھے۔

ساتھ ہی یہ معلوم ہو جانا چاہئے کہ جو کچھ مسٹر مارکس اور اینجلز چاہتے ہیں (Selected Orks P473 to 493) وہ کوئی نئی بات نہیں ہے واقعی اس نظام کی عمر ابلیس کی عمر کے ساتھ ساتھ دراز ہوتی چلی آئی ہے۔ مولوی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ امرتسری نے سوامی دیا نند کی کتاب ستیارتھ پرکاش کا جواب (حق پرکاش) دیتے ہوئے مندرجہ بالا ویدک قانون اس شعر میں یاد دلایا تھا؛

؎ دروپدی رانی مہا بھوانی ارجن جی کی ناری

پانچوں پانڈو اُس کو بھوگیں اپنی اپنی باری

کہو یہ کون سا دھرم ہے؟ (ستیارتھ پرکاش)

29۔ مارکس اور اینجلز اور دیگر کمیونسٹوں کو تحقیقی جواب۔

اسی جگہ یہ بھی سنتے چلیں کہ نکاح کرنے والے تمام مردوں کا ایک جگہ جمع ہونا یا موجود ہونا یا سب کا نکاح کی نیت کرنا ضروری نہیں تھا۔ بلکہ ایک شخص سب کی طرف سے نکاح کی رسومات ادا کر لیتا تھا۔ یا بعد میں جس کا دل چاہے اسی نکاح میں شریک ہو سکتا تھا۔ اور اس شرکت کی کوئی خاص حد مقرر نہ ہوتی تھی۔ کثرت زوج یا کثرت ازواج پر زیادہ معلومات کے لئے مندرجہ بالا کتاب یعنی مارکس اور اینجلز کا منتخب ملاحظہ فرمائیں۔ مگر وہاں ہمارے پیش کردہ بیانات نہ ملیں گے۔ اس لئے کہ ہم مذہبی حیثیت اور اہمیت کا سامان پیش کر رہے ہیں اور انہوں نے یہ دکھایا ہے کہ مذہب تجربوں کے بعد اختیار کیا گیا تھا۔ اور ہم یہ بتا رہے ہیں کہ ابتدا مذہب سے ہوئی تھی اور یہ کہ بے دینی دراصل مذہبی قوانین کی خلاف

ورزی اور مذہبی مخالفت کا نام ہے۔اور یہ کہ ابتدا سے لے کر انتہا تک ایک پاک و پاکیزہ نسل مسلسل جاری رہتی چلی آئی ہے۔اور ہم اُسی نسل کے حامی و پیروکار ہیں۔اور تخریب کنندگان سے تعارف کراتے رہنا اور حقیقی مذہب کا تحفظ جاری رکھنا ہمارا مذہب و منصب ہے۔مارکس اور اینجلز اور تمام کمیونسٹ مذہب و مناکحت وملکیت کو ساری نوع انسان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ہم یہ بتا رہے ہیں کہ جسے وہ لوگ مذہب کہتے ہیں وہ ہرگز خدائی مذہب نہیں۔ بلکہ ایک اجتہادی طریقہ کار ہے جسے ابلیس نے مذہب کے نام پر بامذہب لوگوں میں رائج کیا ہے تا کہ بامذہب لوگ اجتہادی احکام کو مذہب کے احکام سمجھ کر شدت اور جوش سے تعمیل کریں اور پھر بھی ابلیس کے ساتھی رہیں۔لہٰذا ہم خود اس خودساختہ مذہب پر اس کے بنانے والے پر اور اس پر عمل کرنے والوں پر لعنت کرتے ہیں خواہ ان لوگوں نے اس مذہب کا نام شیعہ ہی کیوں نہ رکھا ہوا ہو۔

30۔ <u>کثرت ازواج پر ایک مقدس مثال۔</u>

آپ دیکھ چکے ہیں کہ ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند اور پھر اُن سب کی مخلوط اولاد مقدس ناموں کی آڑ میں جائز قرار پاتی رہی۔اب یہ دیکھیں کہ ایک خاوند کی ایک سے زیادہ ازواج بھی موجود رہی ہیں مثال میں مشہور زمانہ دو بزرگ ہستیاں آرہی ہیں سنئے:

> ''رامائین کی رو سے راجہ دشترت یعنی مہاراجہ رام چندر جی مہاراج کے والد کی تین بیویاں اور ساڑھے تین سو کنیزیں تھیں۔جب راجہ صاحب کی عمر ساٹھ ہزار سال کی ہوگئی تو انکے یہاں ان تینوں رانیوں سے چار بیٹے پیدا ہوئے''
>
> (ہندوازم صفحہ 34-33)

31۔ نسل انسانی میں گھوڑے کا حصہ؟

قارئین کرام اس طویل عمر پر تعجب نہ کریں اس لئے ہندو مذہب کے ریکارڈ میں اس سے بھی طویل عمر کے لوگوں کا ذکر ہے تعجب تو اس طریقے پر کرنا ہے جس طریقہ اور محنت سے ان چار عدد بیٹوں نے جنم لیا تھا۔ ذرا سنبھل کر سنئے:

''مہاراجہ دسترتھ کی تین رانیاں بنام کوشلیا۔ کیکئی اور سومترا تھیں۔ لیکن ان میں کسی سے بھی راجہ کا جانشین بیٹا پیدا نہ ہوا تھا۔ چنانچہ راجہ دسترتھ نے گھوڑے کی قربانی والی رسم جسے ''جگ'' کہا جاتا تھا کا قیام ضروری سمجھا۔ اسکا طریقہ یہ تھا کہ جگ کرنیوالے راجہ کی سب سے چہیتی رانی گھوڑے کی سوختنی قربانی پیش کیا کرتی تھی۔ قربانی سے پہلے اس رانی کو ایک رات گھوڑے .....کے ساتھ رہنا لازم تھا۔ چنانچہ کوشلیا کو اس قربانی کیلئے تجویز کیا گیا۔ کوشلیا نے رات بھر گھوڑے کے ساتھ رہ کر متعلقہ رسومات ادا کیں۔ اگلے دن صبح کو کوشلیا نے گھوڑے کو سوختنی قربانی پر چڑھا دیا۔ قربانی مکمل ہوتے ہی قربانی کی دھکتی آگ میں سے ایک نہایت تنومند شخص سونے کے طشت میں کھیر لئے ہوئے نکلا۔ راجہ کے پاس آیا۔ کھیر کا تھال پیش کیا۔ اور یہ کہہ کر واپس آگ میں چلا گیا کہ یہ کھیر رانیوں کو کھلا دو۔ راجہ نے تینوں مذکورہ رانیوں کو کھیر کھلا دی۔ وہ حاملہ ہو گئیں۔ یعنی وشنو جی مہاراج چار حصوں میں تقسیم ہو کر ان رانیوں سے اس طرح پیدا ہوئے کہ کوشلیا سے جناب رام چندر جی۔ کیکئی سے جناب بھرت جی۔ سومترا سے جناب لچھمن اور شترودھن۔'' (مقدمہ تاریخ ہند قدیم صفحہ 138)

ممکن ہے کہ بعض قارئین گھوڑے سے بخوبی واقف نہ ہوں ان کو یہ بتانا ہے کہ مسٹر گرافتھ نے ویدوں کا نہایت مستند ترجمہ کیا ہے۔ جب وہ ترجمہ کرتے کرتے یجر وید اَدھیائے نمبر

23 منتر 19 سے 28 پر پہنچے تو بات بگڑ گئی۔ یوروپ کی فضا کا تربیت یافتہ انسان جب یہ دیکھتا ہے کہ یجمان کی بیوی کن کن طریقوں سے ایک گھوڑے سے دوچار ہوتی ہے تو بچارے نے شرما کر اس قدر لکھا کہ:

''یہ منتر اور اس کے بعد کے نو (9) عدد منتر ایسے نہیں ہیں کہ اُن کا ترجمہ کسی بھی شریفانہ زبان میں کیا جا سکے۔''

مطلب یہ کہ اُن کی مغربی تہذیب ابھی تک اُس زمانہ کی ترقی سے کوسوں دور ہے۔ اولاد حاصل کرنے کا یہ طریقہ تو انسانی طاقت سے ماورا قدرت چاہتا ہے۔ اب ایک انسانی انتظام ملاحظہ ہو۔

''آرنیک نامی کتابوں میں بعض عجیب وغریب قسم کی قربانیوں کے احکام تحریر کئے گئے ہیں مثلاً برھما میدھ اور مہاورت نہایت ناپاک تقریبیں ہیں۔ جن میں فحش کاری کا مظاہرہ ہوتا ہے اور انسانی نطفہ بطورِ چڑھاوا پیش کیا جاتا ہے۔''

(ہندوازم)

32۔ خود پنڈت جی نا سمجھی ہی سے اپنے بزرگوں کی توہین کرتے ہیں۔

آپ پنڈت جی کے الفاظ پر نہ جائیں اس لئے کہ یہ بیچارے اپنے زمانے کی رسومات ورواج کی بنا پر اپنے مذہب کی اُن مقدس تحریروں اور احکام کو ناپسند کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ آپ تو صرف اس قدر دیکھیں کہ جس طرح آج مخیّر انسان بنی نوع انسان کے تحفظ کے لئے اپنا خون دیتے ہیں اور دوسروں کی زندگی بچانے کے لئے اپنی صحت کی فکر نہیں کرتے۔ کہیں بالکل اسی طرح اس قدیم زمانے کے لوگ نسل انسانی کو منقطع ہو جانے سے بچانے کے لئے اپنے مسلمہ بزرگوں کے نام پر خون سے کہیں زیادہ قیمتی چیز بطور

چڑھاوا پیش نہ کرتے ہوں۔تا کہ لوگ بزرگوں کے نام پر خیرات سمجھ کر بے تکلف استعمال کرسکیں۔خود آپ کے زمانہ میں اس طریقے نے صورت بدل کر اپنا وجود باقی رکھا ہے۔یعنی انجکشن کے ذریعہ اولاد پیدا کرنے پر کافی کام ہو چکا ہےاور ریسرچ ابھی جاری ہے حیوانوں پر یہ تجربہ نہ صرف کامیاب ہو چکا ہے بلکہ آمدنی کا ذریعہ بنا ہوا ہے (Tube Baby) ٹیوب بے بی بھی کھیلنے لگی ہے۔

33۔ ہندوؤں پر بھی مجتہدین نے ہاتھ صاف کیا۔

دنیا کے قدیم ترین ریکارڈ میں ہندو مذہب کی مقدس کتابوں میں مقدس بزرگوں کے نام سے آپ نے جنسی تعلقات دیکھے۔لیکن یہ سب کچھ اجتہاد تھا۔ہندو مذہب کی حقیقی تعلیم نہ تھی۔اجتہاد کا کمال یہ ہے کہ وہ اصل اور نقل اور حقیقی اور مصنوعی کا پتہ چلنے نہیں دیتا ہر مذہب کی تعلیمات کو اجتہاد کے ذریعہ شیطان کے مقاصد کے مطابق بنانے میں مجتہدین کا ایک سلسلہ ملتا ہے۔ہندو مذہب کو بگاڑنے والے مجتہدین میں سے ایک مجتہد کا ذکر کافی ہو جانا چاہئے۔چنانچہ کتاب ہندوازم کا مصنف بتاتا ہے کہ:

> ''ایک مرتبہ ملک میں بارہ برس تک سخت قحط سالی رہی۔تمام رِشی دیش چھوڑ کر تلاش معاش میں کہیں دوسری جگہ چلے گئے۔اور وید کو قطعاً بھلا بیٹھے۔لیکن دریائے سرسوتی کا بیٹا رِشی سرسوت اپنے دیش میں رہا۔اور ایک مچھلی پر گزارہ کرتا رہا۔جو اس کی ماں یعنی دریائے سرسوتی روزانہ اُسے دیتی رہی۔اس نے وید یاد رکھا۔اور جب رِشی واپس لوٹے تو انہیں دوبارہ یاد کرایا۔''(ھندوازم صفحہ 83)

یعنی سرسوت کے لئے ویدوں کی تعلیمات کو بدلنے اور دوبارہ رائج کرنے کا کافی طویل اور مناسب موقع تھا۔چنانچہ اسی محقق نے لکھا ہے کہ:

(2) ''اِس ایک وید میں متعدد بار تحریف ہوئی ہے۔رشیوں کی نسلوں نے اس میں نگاہ کی۔خرابی اور دل کی لغزش کی وجہ سے بہت سی اختلافی چیزیں داخل کر دیں، منتروں، برھمنوں اور کلپ سوتروں کے نسق (یعنی ترتیب اور ربط) میں بہت سی تبدیلیاں ہوگئیں اور رگ وید، سام وید اور یجر وید بار بار مدون ہوئے پہلے یجر ایک ہی تھا پھر اس کے دو حصے ہوگئے اسی طرح ڈاپرازمانے میں تینوں ویدوں میں خلفشار واقع ہوگیا۔'' (ہندوازم صفحہ 90)

مصنف نے جو کچھ الفاظ۔خرابی،دل کی لغزشیں،اختلافی چیزیں،خلفشار سے ظاہر کیا ہے وہ اُن زمانوں میں محسوس نہ ہوتا تھا۔یہ تو بیسویں صدی میں ابھر کر محسوس ہوا ہے۔آپ کو یاد ہوگا کہ راجہ دروپد کو تسلی دینے والا رشی ویاس جی تھا۔جس نے کہا تھا کہ''ایک عورت کے ایک ہی وقت میں انیک خاوند ہونا وید کی تعلیم کے مطابق ہے۔'' یہ ویاس جی جب ایران میں زرتشت سے مناظرہ کر چکے اور واپس ہندوستان آئے تو انہوں نے ویدک تعلیمات میں اُس جدید مسلک کو داخل کیا جو مناظرہ کے نتیجہ میں پیدا ہوا تھا۔چنانچہ ہندوازم کا مصنف لکھتا ہے کہ:

''پُران بھی ایک ہی تھا جسے ویاس جی نے ویدوں کی ترتیب کے بعد تصنیف کیا تھا۔ ویاس جی کے شاگردوں نے اُس ایک سے چار پُران مرتب کر لئے۔ اس کے بعد اُن کی تعداد اٹھارہ (18) تک پہنچ گئی۔اٹھارہ سے چھتیس اور چھتیس سے چون اور اسکے بعد ساٹھ تک جا پہنچی۔شروع میں اس کے کل اشلوکوں (جملوں) کی تعداد قریب چار ہزار تھی اب دس لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔پُران اپنی موجودہ شکل میں سب ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔(ہندوازم صفحہ 117)

یہاں بات مکمل ہوگئی۔ایک مجتہد ویاس جی کا پتہ لگ گیا جس کے شاگروں نے اپنے اپنے اجتہادات سے ہندو مذہب کو تقاضائے وقت کے ساتھ ساتھ بڑھایا۔گو بند داس بیچارے تمام زمانوں کے مختلف تقاضوں کو الزام دینے کے بجائے ویاس جی اور ان کے سلسلے کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔بالکل اسی طرح ہم نے مسلمانوں میں اجتہادات کی مکمل تاریخ لکھی ہے۔اور تمام تعلیمات کو ایک دوسرے کے مقابلے میں متضاد و متخالف دکھایا ہے۔مگر یہ تضادات صدیوں بعد کے لوگوں پر کھلتے ہیں۔ساتھ ساتھ چلنے والوں کو محسوس نہیں ہوتے۔ لیکن وہ اصول جن کی روشنی میں اجتہاد کیا جاتا ہے۔اُن میں تضاد نہیں ہوتا ابلیس کے زمانہ سے آج تک ہر زمانہ اور ہر مذہب میں اجتہاد کے اصول ایک ہی رہے ہیں۔اور یہی ابلیسی اجتہاد برابر ترقی کرتا چلا آیا ہے۔ہر آنے والے دور میں اس پر اضافے ہوتے رہے۔مثلاً بابل کی تہذیب میں یہ اضافہ ہوا کہ عورتوں سے جنسی تعلق محض اس صورت میں جائز ہے کہ عورت کسی عبادت گاہ سے اپنی مہر عصمت کھلوا چکی ہو۔لہٰذا ہر دوشیزہ کو ایسا سرٹیفیکیت لینے کے لئے کسی نہ کسی عبادت خانے میں جانا پڑتا تھا۔یا کسی عابد وزاہد کی سند لانا پڑتی تھی۔لہٰذا عبادت خانوں کے سامنے لمبی لمبی قطاریں لگانا اور انتظار کرنا ضروری تھا۔ہیروڈوٹس یا دوسرے مورخ سنی سنائی باتیں لکھتے رہے ہیں کاش وہ ہاں جا کر ان عبادت خانوں کا ادب واحترام خود دیکھتے جہاں ہر نمرود ایسے بادشاہ کی بیٹیاں بھی منتظر رہتی تھیں اور بڑی بیٹی پر تو لازم تھا کہ وہ چاند دیوی کے معبد کی پجارن بن کر قوم وملت کے لئے باعثِ برکت بنے۔لہٰذا کسی کی مجال نہ تھی کہ ناک بھوں چڑھائے۔عورتیں اور مرد لمبے لمبے سفر کرکے نہایت عقیدت واحترام سے آتے باریاب ہوجانے کو خوش نصیبی سمجھتے تھے۔مبارک ومقدس ہاتھوں کی رکھی ہوئی بنیاد پر آئندہ بہتر تعمیر انسانیت کی امنگوں کے ساتھ واپس جاتے ذوق

اجتہاد سے محروم لوگ ناک چڑھاتے ہیں ان چیزوں کو مضحکہ خیز سمجھتے ہیں۔لیکن اہل علم بجائے ان غریبوں مجبوروں پر نفرین کرنے کے نظام اجتہاد اور اس کے موجد پر لعنت کرتے ہیں جس نے عصمت دری کے لئے قواعد وقوانین بنائے اُن میں مذہبی رنگ بھرا سجا کر پبلک کو دیا اور اللہ اور رسولوںؑ کے نام پر بنی نوع انسان کو تباہ کیا۔بابل کی یہ تہذیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چار ہزار سال قبل کی ہے یہ وہی جمہوریت کا زمانہ ہے جب کہ جمہوری قوانین لوحوں کی شکل میں تیار کئے گئے تھے اور آج جموروں کی راہنمائی کررہے ہیں۔یعنی عصمت دری اور انتہائی بے حیائی کا دور جمہوری ہی ہوا کرتا ہے۔جس قوم کی ترقی اور جمہوریت برٹش میوزیمؑ کے درو دیوار پر چھائی ہو اس کے رسم ورواج اور جنسیات کا مذاق اُڑانے کے بجائے اس پر دوہرا غور کرنا چاہیئے۔عیب جوئی کی جگہ کوئی اچھا پہلو نکالنا چاہیئے۔قوانین پر ہزاروں لوحیں تیار کرنے والی قوم اور دانشور پاگل نہیں ہوسکتے۔یہ بھی سامنے رکھیں کہ تہذیب وتمدن سب سے پہلے ہندوستان میں اُبھرا اور یہاں سے رفتہ رفتہ ساری دنیا میں پھیلا تھا۔مصر و بابل و یونان وچین ورُوس اور ایران سب ہندوستان کے خوشہ چین ہیں۔جنسی تعلق پر جو کچھ ہندوستان سے جاری ہوا وہ سب ساری دنیا میں پھیلتا چلا گیا۔ان طریقوں پر مزید تجربات ہوئے۔ایران کے بادشاہوں میں بہنوں اور بیٹیوں سے جنسی تعلقات مذہبی حیثیت سے جاری رہے اور سرکاری فرمان نے اِس بہنوں اور بیٹیوں سے جنسی تعلق کو عوام میں پھیلایا۔یہی حال بابل اور مصر میں تھا۔اور ان تینوں ملکوں کا نچوڑ عرب کو ورثہ میں ملا تھا۔عرض کیا گیا تھا کہ ہم زینہ بزینہ قرآن اور عربوں تک پہنچیں گے۔تاکہ قرآن کریم کے کلیات کھل کر سمجھ میں آنے لگیں۔چنانچہ ہم منزل کے بہت قریب آچکے ہیں۔ہم نے مورخین اور مستشرقین اور فرزندانِ تہذیب کے مسلّمات آپ کے

سامنے رکھ دیئے ہیں۔

34۔ پچاس فیصد سے زیادہ مسلمانوں کو مسلمان علمانے سورۂ یوسفؑ کی تلاوت سے منع کیا ہے۔

لہٰذا آپ سورہ یوسفؑ پڑھنا شروع فرمائیں اور یاد کریں کہ کہا گیا تھا کہ عورتوں کو سورہ یوسفؑ پڑھنے سے روکا جائے اور اس ممانعت کی وجہ بھی آج سمجھ میں آجانا چاہئے۔ آپ جانتے ہیں کہ عورتوں کی تعداد ہمیشہ پچاس فیصد سے زیادہ رہتی آئی ہے اس ترکیب سے یہ چاہا گیا تھا کہ قرآن کریم کی سند سے مسلمانوں میں جنسی آزادی نہ پھیلے۔

(34۔الف)۔ سورۂ یوسفؑ ابوالکلام کے قلم اور زبان سے سنئے:

بہرحال ہم سورۂ یوسفؑ سنانے کے لئے علامہ ابوالکلام آزاد کو آگے بڑھاتے ہیں اور اُن کے ساتھ ساتھ چلیں گے تاکہ جہاں اُن کی رفتار کو مجتہدانہ ذہنیت متاثر کرے تو بڑھ کر ان کو سنبھال لیا جائے اور آپ کو وہ فرق دکھاتے چلیں جو مجتہد حضرات پردہ پوشی کرتے ہیں۔ لہٰذا آزاد صاحب کا بیان آزادی اور غور سے سنئے تاکہ آزادانہ نتائج اخذ کئے جاسکیں۔ چنانچہ مولانا لکھتے ہیں کہ:

35۔ بادشاہِ مصر عزیز کا ردِعمل اور مفسرین قرآن کا تعجب۔

مولانا لکھتے ہیں کہ: ''عزیز مصر کا اپنی بیوی کا معاملہ مفسرین کیلئے ایک حیرت انگیز معاملہ رہا ہے اور بعض مفسرین مجبور ہوئے ہیں کہ طرح طرح کی دوراز کار توجیہیں کریں وہ کہتے ہیں کہ اس پر اپنی بیوی کی بدچلنی بالکل واضح ہوگئی تھی۔ اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ:

اِنَّـهٗ مِـن كَيۡدِكُنَّ اِنَّ كَيۡدَكُنَّ عَظِيۡمٌ o (12/28) کچھ شک نہیں کہ یہ تم عورتوں کی مکاریوں میں سے ایک مکاری ہے اور تم لوگوں کی مکاریاں بڑی ہی سخت مکاریاں ہیں۔''

لیکن پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے اس معاملہ کو اس سے زیادہ اہمیت نہیں دی کہ بیوی سے کہا کہ: وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْبِکِ اِنَّکِ کُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِیْنَ o (12/29)

''اپنے گناہ کی معافی مانگ بلاشبہ تو ہی خطاوار ہے۔''

اور پھر اسے اُسی طرح مختار و آزاد چھوڑ دیا جس طرح پہلے تھی۔ چنانچہ شہر کی عورتوں کی دعوت۔ مجلس طرب کی آراستگی۔ اور حضرت یوسف کی طلبی سب بعد کے واقعات ہیں۔ نیز اس کا اختیار و تصرف اس سے ظاہر ہے کہ قید کرنے کی دھمکی دیتی ہے اور اسے پورا کر کے دکھا دیتی ہے۔ گویا بیوی کی بدچلنی کوئی ایسی بات نہ تھی جو عزیز کو اسْتَغْفِرِیْ لِذَنْبِکِ کہنے سے زیادہ کسی سرزنش اور مخالفانہ اقدام پر آمادہ کرتی؟ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شریف اور معزز آدمی اس بارے میں اس قدر بے حس اور بے پرواہ واقع ہو؟

مفسرین پر ابوالکلام کی تنقید وہ مسلسل لکھتے ہیں کہ:

36۔ قرآن فہمی میں معاشرت وتہذیب سے لاعلمی نے مفسرین کو گمراہ کیا ہے۔

''لیکن اگر مفسرین کے سامنے اس عہد کی مصری معاشرت کی تفصیلات ہوتیں تو اس معاملے پر انہیں ذرا بھی استغراب نہ ہوتا۔ انہوں نے دو اڑھائی ہزار سال پیشتر کی مصری معاشرت اور اس کے اخلاقی احساسات کو اپنے وقتوں کی معاشترا اور احساسات پر قیاس کیا۔ اور اسی کے مطابق توجیہات کے جامے (لباس) تراشنے لگے۔ اس بارے میں ہمارے پاس معلومات حاصل کرنے کے دو ذریعے ہیں ایک براہِ راست اسی زمانے سے تعلق رکھتا ہے دوسرا بعد کے عہدوں سے۔ پہلا اثریات مصر (اجٹپا لوجیا) سے ماخوذ ہے۔ دوسرا بعض یونانی تحریرات سے۔ جو سنہ مسیحی سے کچھ عرصہ پہلے لکھی گئی ہیں۔ اور یہ دونوں ذریعے اس بارے میں متفق ہیں۔ کہ اس عہد کی مصری معاشرت کی حالت ٹھیک ویسی ہی تھی جس کی

تصویر اس موقع پر قرآن نے کھینچی ہے۔

37۔ رئیسوں اور امیروں میں عورتوں کی بالادستی۔ مصری تہذیب میں عصمت بے معنی

یعنی اُمَرَ اء کے طبقہ کی معاشرتی اور ازدواجی حالت عامۃ الناس سے بالکل مختلف تھی اُن کی عورتیں اپنے اعمال وتصرف میں بالکل آزاد تھیں۔ مردوں کے دباؤ میں رہنا پسند نہ کرتی تھیں۔ ازداوجی زندگی میں اُن کا پلہ بھاری تھا۔ اخلاقی حیثیت سے معاملے نے ایسی صورت اختیار کرلی تھی کہ عصمت اور بے عصمتی کا معاملہ غیر اہم ہوگیا تھا۔ لوگ سب کچھ جانتے تھے اور پھر بھی اسے ناگزیز حالت سمجھ کر برداشت کرلیا کرتے تھے۔ گویا اس اعتبار سے پندرہ سو سال قبل مسیح مصری سوسائٹی کا حال ٹھیک ویسا ہی تھا۔ جیسا ایک ہزار سال بعد رومۃ الکبریٰ کے دارالحکومت میں ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ اور جس کا نمونہ خود جولیس سیزر کی زندگی میں ہم دیکھ سکتے ہیں۔ انہیں شک وشبہ سے اس لئے بالاتر کہا گیا تھا کہ شک و شبہ کا سب سے بڑا محل اُن ہی کی زندگی تھی۔

38۔ یونان و روم و مصر کا تمدن و معاشرت بابل سے گزر کر آئی تھی یہ وہی تمدن ومعاشرت تھی۔

دراصل یونان وروم کا تمدن بہت سی باتوں کی طرح اس بات میں بھی بابل اور مصر ہی کے نقش قدم پر چلا تھا۔ مصر کی یہ حالت برابر رہی امراۃ العزیز (عزیز کی زوجہ) کے عہد سے لے کر کلوپیٹرا تک وہ صرف نسوانی حسن وجمال ہی میں نہیں بلکہ ازدواجی زندگی کی بے باکیوں اور مطلق العنانیوں میں بھی شہرۂ آفاق رہا۔ (صفحہ 74-72)،،

اگلے صفحہ پر مسلسل لکھتے جاتے ہیں کہ:

39۔ حسن وجمال نبیؑ کے قدموں پر مگر؟

’’پھر بعد کو جو معاملہ پیش آیا اس سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس بارے میں وقت کی نسوانی اخلاق کا معیار کیا تھا؟ شہر کی امیرزادیوں نے جوں ہی یہ خبر سنی کہ ایک عبرانی غلام ایسا طرح دار ہے کہ عزیز کی زوجہ اس پر جان دینے لگی ہے اور وہ قابو میں نہیں آتا۔تو بے اختیار اس سے ملنے کی مشتاق ہو گئیں۔اور جب مجلس ضیافت آراستہ ہوئی اور یوسفؑ بلائے گئے تو کوئی نہ تھا جس نے اپنی دلربائیوں اور عشوہ طرازیوں کے بیباکانہ تیروں سے انہیں چھلنی کر دینا نہ چاہا ہو، ظاہر ہے کہ سوسائٹی کی عورتوں کا اس طرح بے حجابانہ کھل کھیلنا اور بغیر کسی جھجک کے ایک پورے مجمع کا اظہار تعشق کرنا جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ لکھنؤ کی اصطلاح میں ’’شوقینی‘‘ وقت کا فیشن ہو گئی ہو۔اور شوقین عورتیں پوری طرح سے آزاد ہوں۔‘‘(صفحہ 75 کتاب حضرت یوسف علیہ السلام۔مصنفہ مولانا ابوالکلام آزاد۔سلسلہ اسلامیات سیریز نمبر 3۔شمیم بک ڈپو عبدالکریم روڈ لاہور)

قرآن فہمی کو ایک کھیل بنا لیا تھا۔

آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ بھی مفسر قرآن گزرے ہیں جو تاریخ و معاشرتِ اقوام سے قطعی جاہل تھے۔چنانچہ آج تک بھی دینی مدرسوں کے نصاب میں نہ تاریخ ہے نہ جغرافیہ ہے نہ حساب ہے نہ معاشرتی علوم ہیں۔ایک جاہل پرست نصاب ہے جس سے جہلا پیدا کئے جاتے ہیں۔خود علامہ ابوالکلام یہ سب کچھ نہ لکھ سکتے اگر قرآن کریم کی دو آیتیں ان کے سامنے نہ آتیں جہاں اللہ نے کل بارہ الفاظ مین مصر کی تہذیب وتمدن اور مصری معاشرت اور جنسیات کو سمیٹ کر پیش کیا ہے۔یہی سبب ہے کہ قرآن کریم کے جملوں کو جملے نہیں

کہا گیا بلکہ آیات فرمایا ہے۔ یعنی قرآن کا ہر جملہ ایک معجزہ ہے۔ چونکہ ابوالکلام آزاد بھی نظام اجتہادہی کے پروردہ ہیں اس لئے انہوں نے بھی علوم شرقیہ وغربیہ جاننے کے باوجود اپنی تنگ دامنی کو نہیں چھوڑا ہے۔ بہرحال ہم قرآن کا مفہوم پیش کرتے ہیں۔

40۔ سوشل لائف سے بے بہرہ ہونا قرآن سے بے بہرہ ہونا ہی ہے۔

> قرآن نے فرعون ونمرود اور کئی ایک انسانوں کے بعض کلام کو جوں کا توں واوین میں ریکارڈ کرلیا ہے۔ وہ جملے بھی قرآن میں ہونے کی بنا پر آئندہ آیات یعنی معجزات کہلاتے رہیں گے۔ چنانچہ قرآن کا عزیز مصر کی زبان میں یہ کہنا کہ: اِنَّکِ کُنۡتِ مِنَ الۡخٰطِئِیۡنَ o (12/29) ''یقیناً تو نے حصولِ مقصد میں خطا کی ہے۔''

مقصد حاصل کرنے میں تجھ سے چوک ہوگئی ہے۔'' یہ بڑا لطیف جملہ ہے۔ اس جملے کا صحیح لطف اس وقت تک مل ہی نہیں سکتا جب تک کہ آپ نے اُس تہذیب کا یا اُس قسم کی تہذیب کو انتہائی قریب سے نہ دیکھا ہو یا دیکھنے کی غرض سے نہ دیکھا ہو۔ یعنی مصر ایسے ترقی یافتہ اور اس زمانہ کی تہذیب کے پروردہ شخص کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ ''تو نے گناہ یا جرم کیا ہے اور تو اس جرم کی خدا سے معافی مانگ'' نہیں واللہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ سوشل زندگی میں جنسی تعلقات محض اور صرف اور خالص اور تازہ بتازہ رضامندی پر منحصر ہوا کرتے ہیں۔ حتّٰی کہ بلا تازہ رضامندی کے شریف لوگ خود اپنی زوجہ کو بھی ہر جگہ اور ہر وقت دھر پکڑ نہیں کرتے۔ یہ آزادانہ رضامندی سوشل زندگی میں اہم ترین پہلو ہے۔ ورنہ وہاں رشتہ، مرتبہ اور عمر کوئی مقام نہیں رکھتے۔ لیکن سوشل لائف میں رضامندی اس قدر ضروری ہے کہ آپ خواہ کسی قدر بے چین و بے قابو ہوجائیں۔ آپ کو عزت نفس کے نام پر کوئی ایسی

حرکت بھی نہ کرنا چاہئے جس سے اظہار تمنا ہو جائے۔ چہ جائے کہ ایسی مہذب ملکہ۔ ایسے ترقی یافتہ ملک کی مالک ومختار عورت۔ تہذیب واخلاق خصوصاً جنسی اخلاق کی نمائندہ ملکہ ہو کر کسی کو اس کی مرضی کے خلاف چوری چوری ایک ایسی خواہش کے لئے ایک ایسی بھوک کے لئے پریشان کرے جس خواہش اور بھوک کو وہ کسی سے بھی پورا کرا سکتی تھی۔ شرفا کسی دعوت میں جاتے ہیں تو بھوکے پیٹ نہیں جاتے۔ پہلے کچھ کھا پی لیتے ہیں۔ انتظام میں دیر ہوسکتی ہے۔ دعوت کے دوران موضوع گفتگو میں پوری دل چسپی بھی لینا اور پیٹ بھر کر تمام کھانے بھی کھانا دونوں کام بیک وقت مشکل ہیں۔ دعوتیں مل بیٹھنے کے لئے ہوتی ہیں کھانا تو روز کھاتے ہیں۔ جب ہمیں معلوم ہے کہ ہم اس بھوک یا جنسی بھوک میں بے چین ہو کر تہذیب کے خلاف حرکت کر سکتے ہیں تو اس بھوک کو پہلے ہی دور کر دو تا کہ عین وقت پر ایک بے صبرا اور نا آزمودہ شخص بھی اچھا مظاہرہ کر سکے اور مغلوب ہو جانے سے محفوظ رہے اور صابر وضابط اور مہذب کہلائے۔ ایک تجربہ کار ماہر ہستی۔ معزز ملکہ یوں کھو کھلی اسکیم بنا کر ایک دیہاتی کے سامنے ناکام ہو جائے۔ اس پر عزیز کو افسوس ہوا۔ افسوس اُسی کو ہونا چاہئے تھا۔ اُس نے نہایت جامع اور بھرپور الفاظ میں کہا کہ اس معاملے میں سراسر تمہاری غلطی ہے Wrong Approach۔ تمہیں اُن سے اس کے لئے معافی طلب کرنا چاہئے۔ یہاں عزیز صاحب نہ آئندہ کے لئے ایسی تمنا سے منع کر رہے ہیں نہ گزشتہ خواہش کو غلط قرار دے رہے ہیں۔ انہوں نے تو اس طریقہ کار کو غلط قرار دیا ہے جو ہر حیثیت سے تھا بھی غلط ہی۔ جن حالات اور اختیارات کی موجودگی میں ملکہ نے یہ طریقہ اختیار کیا وہ ملکہ کی شان کے خلاف تھا۔ اُن کا نبیؑ ہونا تو مدت دراز کے بعد معلوم ہوا ہوگا۔ لیکن یہ تو ظاہر تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سادہ زندگی کے پروردہ ہیں۔ دیہات سے آنے والے لوگ زیادہ شرم و

حیا رکھتے ہیں۔ یہ اندازہ سراسر غلط تھا کہ ملکہ کو تنہا دیکھ کر ہر شخص لٹو ہو جائے گا۔ ممکن تھا کہ وہ اس حرکت کو اپنا امتحان سمجھ لیتا اور چوکس ہو جاتا۔ بہر حال عزیز کا یہ جملہ کہ اِنَّکِ کُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِیْنَo بڑا موزوں اور ملکہ کی حالت پر ہر طرح فٹ ہوتا ہے۔

41۔ جنسی تعلقات افلاطونی نظام کی صورت میں۔

چاروں طرف جنسی کشمکش دیکھ کر یونان کے مشہور فلاسفر جناب افلاطون نے جنسی اشتراکیت کا وہ نظام مرتب کیا جسے بعد میں کمیونزم، بالشویکزم اور سوشلزم کے ناموں سے پکارا اور اپنایا جاتا رہا ہے۔ اور آج اس دنیا کے بہت بڑے حصے پر غالب ہے اور جس سے تمام سامراجی یا دولت پرست ممالک لرزہ براندام ہیں۔ اور امپیرلزم کا قبضہ ڈگمگا رہا ہے افلاطون نے اپنے اس نظام کو ہندو تصورات کی بنیاد پر استوار کیا اور اپنی مشہور کتاب ''ریپبلک'' یا ''The State'' کی صورت میں اپنے ملک یونان کو سپرد کیا۔ اپنے نظام یا نظامِ حکومت کی تمام تفصیلات مذکورہ کتاب میں لکھ دیں اور یہ کتاب آج تک برابر شائع ہوتی چلی آ رہی ہیں اور تقریباً ہر زبان میں موجود ہے۔ اس نے مملکت کے تمام انسانوں کو ہندوؤں کی طرح سدھرے ہوئے الفاظ میں تین طبقات میں تقسیم کیا ہے اور تینوں کے لئے ذمہ داریاں اور تقسیم کار بھی متعین کر دی ہے۔ پہلا طبقہ مزدوروں اور محنت کشوں کا۔ اُن کے اوپر دوسرا طبقہ سپاہیوں کا ہے۔ اور سب کے اوپر محافظین کے طبقے کو رکھا ہے۔ محافظین ہی کو وہ علما کا طبقہ بھی قرار دیتا ہے۔ اُس نے بالائی طبقہ یا محافظین کے لئے یہ قانون بنایا تھا کہ اُن کی کسی چیز پر ملکیت نہ ہوگی۔ ہر چیز مشترک ہوگی بیویاں یا ازواج اور اولاد بھی مشترک ہوگی تاکہ وہ لالچ، طمع اور سِفلہ جذبات سے محفوظ رہیں۔ اُن کی ضروریات کی بہم رسائی نچلا طبقہ کرے گا۔ وسائل پیدا وار مملکت کی مشترکہ ملکیت ہوں گے ملک کے تمام بچے بھی

سارے ملک کے بچے ہوں گے سب کی تعلیم و تربیت اکٹھا اور برابر ہو گی۔ امتحان میں جو بچے تدبر و ذہانت و فطانت کا نمایاں مظاہرہ کریں گے انہیں محافظین کے بچوں میں شمار کیا جائے گا۔ خواہ وہ کسی بھی طبقے کے بچے ہوں۔ انہیں تدبیر مملکت اور دیگر مخصوص تعلیم دیکر محافظین میں لے لیا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ ہم کو یہاں پورا نظام بیان نہیں کرنا ہے پوری مکمل کتاب موجود ہے ہمیں تو صرف یہ دکھانا ہے کہ بالائی طبقہ سے ایک دم ملکیت اور منا کحت ختم کر کے عورتوں کو مشترک اور آزاد کر دیا جائے گا۔ کوئی عورت کسی کی پابند نہ رہے گی۔ اور رفتہ رفتہ نچلے طبقات کو بتدریج اوپر لایا جائے گا اور جنسی اشتراکیت میں داخل کر لیا جائے گا۔ رفتہ رفتہ سارا ملک ساری دنیا ساری نوع انسان جنسی اشتراک میں داخل ہو جائے گی کوئی طبقہ کوئی ملکیت کوئی منا کحت اور مذہبی پابندیاں نہ رہیں گی۔

42۔ ابلیس کا تصوراتی معاشرہ کامیابی سے بڑھ رہا ہے۔

یہ ہے وہ مثالی معاشرہ جس کو قائم کرنے کے لئے آج ہر ملک اور ہر مملکت میں مختلف طریقوں سے کوششیں جاری ہیں اس معاشرہ کا قیام ابلیس کا منتہائے نظر اور سب سے بڑی کامیابی ہے۔ وہ اس قسم کے معاشرے اور جنسی اشتراک کی تعمیر میں برابر کوشاں اور مصروف ہے۔ ادھر مسلمان اپنے رسولؐ کے مثالی معاشرہ کے قیام کی کوشش تو در کنار وہ تو خود ابلیسی منصوبے کو اسلامی منصوبہ سمجھے بیٹھے ہیں۔

43۔ مسلمانان عالم کی خوش فہمیاں۔

اور اس کے استحکام میں مصروف ہیں۔ اور جو بہت محتاط مسلمان ہیں انہوں نے یہ سوچ لیا ہے کہ کیوں محنت کریں جب وہ ابلیسی معاشرہ قائم ہو جائے گا تو وہ اُسے مسلمان کر لیں گے۔ چنانچہ یہ لوگ بھی طلوع اسلام اور احیائے اسلام کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ ایک

اور گروہ ہے جو اس انتظار میں ہے کہ حضرت حجۃ علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا اُس وقت تک رو پیٹ کر وقت گزار لو۔ ہم اپنے عنوان سے دور جانا نہیں چاہتے مگر یہ بتائے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حضرت امام عصر علیہ السلام کا ایسی بکواس سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ جس معصومؑ سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے آثار کی رو سے اُن کا ظہور اُن خود ساختہ اصولوں کے ماتحت نہیں جو اس گروہ کے مجتہدین نے گھڑے ہیں۔ اُن کا ظہور آپ کے اعمال سے مشروط ہے۔ جب تک آپ اُن کے ظہور کی ضرورت اور شرائط پوری نہ کردیں ان کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ رہ گئی قیامت تو وہ خود قائم قیامت ہیں وہ بھی اُنکے اشارے کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی۔ وہ ہر وقت اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہیں۔ اُن کا خدائی مشن جاری ہے۔ یہ اُن ہی کا مشن تو ہے کہ مسلمانوں کے خلاف چاروں طرف تباہ کن محاذ قائم ہو گئے ہیں اور انہیں در در کی ہمہ قسمی بھیک مانگنا پڑ رہی ہے۔ سوئی سے جہاز تک معاشرت سے علم تک مسلمانوں کے ہاتھ ہندوؤں، کمیونسٹوں، یہودیوں اور عیسائیوں کے سامنے پھیلے ہوئے ہیں۔

عربوں میں جنسی تعلق کا نچوڑ موجود پایا گیا

44۔ عربوں سے تعارف مسلمانوں کی معرفت، مسلمانوں کی معرفت یعنی فریب اندر فریب سارا فریب۔

سار ی دنیا جانتی ہے اور اس میں کوئی فریب نہیں ہے کہ اسلام اور مسلمانوں اور عرب اور عربوں کے متعلق جو کچھ مشہور اور معلوم ہے وہ وہی کچھ ہے جو مسلمانوں اور عربوں نے دنیا کو بتایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے کے عام حالات ہی نہیں۔ بلکہ خود حضورؐ کے حالات بھی تہہ در تہہ پردوں کے پیچھے پوشیدہ ہیں۔

اسلام اختیار کر لینے کے بعد مسلمانوں نے بڑی بڑی اور مفصل کتابیں لکھیں لیکن پچھلے حالات پر برابر پردے لٹکائے جاتے رہے۔اور ایک طویل زمانہ کو پوشیدہ رکھ کر یوں ربط قائم کر لیا کہ عرب جاہل تھے، جنگلی تھے، ناخواندہ تھے، تہذیب وتمدن سے نابلد تھے، درندوں کی طرح قتل وغارت میں لگے رہتے تھے۔وغیرہ وغیرہ

ہم نے جس چیز کو کبھی نہیں مانا وہ ہے عربوں کا جاہل اور غیر مہذب ہونا۔عربوں کو جاہل اور غیر مہذب کہنے اور ماننے والے یا تو خود جاہل تھے یا پھر وہ دنیا کے سب سے بڑے فریب ساز تھے۔اور یہی حقیقتِ واقعی ہے۔

مناسب مقام آنے پر یہ ثابت کیا جائے گا کہ ہندوستان و ایران و یونان و مصر کی ساری تہذیب وتمدن کا نچوڑ عربوں میں موجود رہا ہے۔اور نزول قرآن کے زمانے سے عرب تہذیب وتمدن میں ساری دنیا کے راہنما تھے۔اور جنسی تعلقات میں بھی عرب ساری دنیا سے آگے نکل چکے تھے۔یہ سب کچھ بڑی تفصیل سے اس وقت سامنے آئے گا جب ہم قرآن کی زبانی عربوں کو پیش کریں گے یہاں تو سرسری طور پر وہ مجالس ملاحظہ فرمائیں جن میں جنسیات کی عملی تعلیم دی جاتی تھی۔

علامہ پرویز لکھتے ہیں ہیں:

45۔ جنسیات کی راہ سے تکلفات ہٹانے والی محافل کا نظارہ۔

''شراب پانی کی طرح پی جاتی تھی۔گھروں میں شراب کی مجلسیں قائم ہوتی تھیں۔عورتیں اور بچے ساقی گری کرتے تھے۔اس کے بعد نشہ کے عالم میں جو بدمستیاں ہوتیں ظاہر ہے شراب سے تو ایام جاہلیت کے عربوں کو عشق سا نظر آتا ہے۔ان کے شعر کیا ہیں؟ تاکستان کی لچکتی جھومتی شاخیں ہیں کہ ھوا بھی اُن کو چھو جائے تو لڑکھڑاتی پھرے۔لٹریچر

میں اس کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ عربی زبان میں شراب کے قریب قریب اڑھائی سو (250) نام ہیں۔" (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 137)

قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ لڑکے اور لڑکیاں ان محافل میں جوانی کو کس شان سے خوش آمدید کہیں گے؟

46۔ جنسی شرکت سے پرہیز کرنے والوں کا مکمل مقاطعہ لازم تھا۔

علامہ پرویز مسلسل لکھتے ہیں کہ: "ان کے معاشرہ میں قمار بازی کا شمار بھی قومی مفاخر میں ہوتا تھا۔ چنانچہ اِن محافل میں شریک نہ ہونا قومی عار خیال کیا جاتا تھا۔ اور جو شخص اِن مجالس میں شرکت نہ کرتا تھا اُسے "برم" کا خطاب دے دیتے تھے۔ اور جنہیں قوم کی طرف سے یہ خطاب مل جاتا تھا۔ اُن سے شادی بیاہ کرنا ننگ و عار خیال کیا جاتا تھا۔" (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 137)

47۔ عربی مجالس و محافل میں شرکت کے مقاصد و فوائد اور مخالف عناصر کے بائیکاٹ کی غرض و غایت۔

عرب کے مردوں اور عورتوں کا لڑکوں اور لڑکیوں کی وساطت سے اور اُنکی موجودگی میں شراب پینے کا منصوبہ افلاطونی معاشرہ سے زیادہ اثر انگیز تھا۔ حسینانِ عرب کی ماہرانہ عشوہ طرازیاں۔ فریقین کا شدت جذب و انجذاب سے بےبس و بےخود ہو ہو جانا۔ جنسی خمار سے لبریز آنکھوں کا حسنِ طلب وضبطِ نفس۔ اشعار کی بروقت اور حسبِ حال ردو بدل آتشِ شوق بھڑکانے کے لئے کبھی کبھی بے تاب جنسی اعضاء کا نظارہ۔ ان نظر سوز نظاروں کو بار بار دیکھنے کی تمنائیں۔ الغرض وصالِ حبیب ومحبوب کے تمام مراحل روزانہ دیکھتے دیکھتے جوان ہونے والے لڑکے اور لڑکیاں اس معیار سے بھی بلند تر ہو جائیں گے جو

عزیز مصر و زلیخا کا یا دیگر راہنمایانِ تہذیب کا تھا یا جو افلاطون کے تصورات میں سے گزرا تھا۔ ایسے معاشرے میں جنسی جذب اور ضبطِ نفس درجہ کمال پر آجائے گا۔ اس تربیت و ماحول سے ہر وہ جذبہ فنا ہو جائے گا جو مرد و عورت کے قلوب میں رشک و حسد و شکوک و شبھات کی آگ سلگا دیا کرتا ہے۔ اُن میں جذباتِ سافلہ کی جگہ کشادہ دلی، حقیقت پسندی اور مقصدیت پیدا ہو جائے گی۔ وہ نعمتوں کی طرح اس نعمت خداداد کو بھی عام رکھیں گے۔ وہ اپنے آغوش محبت سب کے لئے کھلے رکھیں گے۔ وہ رنگ و روپ، نسلی تفریق اور حسب و نسب کے تمام کانٹے انسانیت کے جسم سے نکال دیں گے۔ وہ کبھی نہ بھولیں گے کہ تمام انسان ایک ماں اور ایک باپ کی اولاد ہیں۔ بھائیوں بہنوں کے درمیان جدائی پیدا کرنے والا کبھی انسانوں کا دوست نہیں ہوسکتا۔ یہ تھی وہ تیاری جو جنسیات کے لئے عربی معاشرے میں جاری چلی آرہی تھی اور یقیناً یہ تیاری افلاطونی نظام سے بدرجہا اثر انگیز و سہل الحصول تھی۔ اور یہی وہ منتہا تھا جہاں ابلیس لانا چاہتا تھا۔

48۔ عرب کے ایک مخلوط النسل بادشاہ معاویہ کے نام ہزار بادشاہوں کے بیٹے کا خط

یہاں قارئین کے منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے ہندوستان کے ایک بادشاہ کا خط نقل کرتے ہیں جس سے جنسیات پر فخر و غرور کی شان نظر آئے گی اور ساتھ ہی یہ معلوم ہوگا کہ کثرت زوج یا کثرت ازواج مذہب کی راہ میں رکاوٹ نہ تھے۔ سنئے لکھا ہے کہ:

> ”اس شہنشاہ کی طرف سے جو ایک ہزار بادشاہوں کا بیٹا ہے۔ اور جس کے تحت ایک ہزار شہزادیوں کی بیٹیاں ہیں۔ جس کے اصطبل میں ایک ہزار ہاتھی ہیں۔ جس کے دو دریا ہیں جو عود، خوشبو، اخروٹ اور کافور اگاتے ہیں۔ وہ کافور جس کی خوشبو بارہ میل سے آتی ہے۔ عربوں کے بادشاہ کی طرف جو اللہ کے

ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔اما بعد میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو مجھے اسلام کی تعلیم دے اور اسلامی احکام سے آگاہ کرے۔والسلام۔'' (بلوغ الارب جلداوّل صفحہ 376اور کتاب الحیوان)

ایک ہزار بیویوں کا ہونا تو فوراً سمجھ میں آتا ہے لیکن ایک ہزار بادشاہوں کا بیٹا ہونا اُسی وقت سمجھ میں آئے گا جب یہ سمجھ لیا جائے کہ وہاں ہر بچہ ہر انسان کا بچہ اور پورے مُلک کا بچہ اور ساری نوع انسان کا بچہ ہوا کرتا تھا۔یعنی ہر عورت ہر مرد کی زوجہ اور ہر مرد ہر عورت کا شوہر ہوتا تھا۔یعنی وہاں مذہب وملکیت اور مناکحت کا جھنجٹ نہ تھا۔

49۔عرب میں ہمہ گیر جنسیات کی طرف بڑھانے والے کئی طرح کے معاشرے تھے

جنسیات کو قانون اور مملکت کی گرفت میں لانے کے تصورات اور کوششیں افلاطون کے بعد بھی جاری رہتی چلی آئی ہیں مگر ہزارہا سال کے بعد مارکس اور اینجلز نے جنسیات اور ہمہ قسمی اشتراک کے لئے ضابطہ قوانین ومنشور تیار کیا جس پر لینن اور اسٹالن نے ملک روس میں انقلاب پیدا کر کے حکومت پر قبضہ کیا اور مر مار کر کسی نہ کسی طرح جنسیات کو مشترک کر ہی لیا۔اور اُن کو دیکھ کر اور اُن کے زیر اثر کئی ایک ممالک میں کمیونزم یا اشتراکیت پھیلتی جا رہی ہے۔بہرحال ایران کے ذریعہ سے ہندوستان کی اور روم ومصرو بابل ویونان کی جنسیات نے عرب کا رخ کیا اور وہاں جنسیات میں شرکت کے لئے طرح طرح کی صورتیں اختیار کیں۔سوسائٹیاں بنائیں اور رفتہ رفتہ بڑے بڑے تجربات کئے اور آخر یہ پتہ لگا لیا کہ جنسیات میں شرکت کے ذریعہ اعلیٰ درجے کے افراد چند سال میں پیدا کئے جاسکتے ہیں۔چنانچہ عرب میں ایک ایسی سوسائٹی بھی پیدا ہوئی جس میں حسب منشا اولاد پیدا کرنے کے لئے جنسیات میں پیوندکاری یا انگریزی میں کراس بریڈنگ (Cross

(Breeding جاری تھی۔اس طریقے کو ہم بلوغ الارب کے ترجمہ سے لکھتے ہیں۔وہاں کہا گیا ہے کہ:

''نکاح کا ایک طریقہ اور بھی تھا اور وہ یہ کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا کہ جب تُو حیض سے پاک ہو جائے تو فلاں شخص کو بُلا بھیجنا اور اُس سے ہم آغوشی کی درخواست کرنا تا کہ تجھے اُس سے حمل قرار پائے۔

اِسۡتَبۡضِعِی کے معنی ''اِطۡلَبِیۡ مِنۡهُ الۡجِماع (اُس سے ہم آغوشی کرنے کی درخواست کرنا) کے ہیں۔اور'' مُبَـاضَعَة کے معنی ہم آغوش کے ہیں۔یہ لفظ'' بُضۡعٌ'' سے لیا گیا ہے جس کے معنی ''شرمگاہ'' ہیں۔''

ڈاکٹر پیر محمد حسن مترجم نے شرما کر اور مہذب لوگوں کے لئے یہ ترجمہ کیا ہے۔ورنہ سیدھا سیدھا ترجمہ یوں ہوتا کہ وہ عورت کہتی کہ'' آؤ تم میری شرمگاہ کو استعمال کرو'' قارئین خود بھی اپنی زبان میں دوٹوک ترجمے کر سکتے ہیں۔مطلب یہ کہ عرب اس معاملے میں شرم وحیا اور تکلفات کا قائل نہ تھا۔مسلسل لکھتے ہیں کہ:

''حمل قرار پانے تک کے عرصے میں خاوند اپنی بیوی سے الگ رہتا اور جب تک اس شخص کی توجہ کے باعث حمل ظاہر نہ ہو جاتا خاوند بیوی کے قریب نہ جاتا۔''حمل کے ظاہر ہو جانے کے بعد خاوند جب بھی چاہتا بیوی کے پاس چلا جاتا۔'' خاوند یہ پرہیز اس لئے کرتا تھا کہ بچہ ''نجیب'' پیدا ہو۔بالفاظ دیگر اس لئے کہ اُسے اَصیل نر کا پانی حاصل ہو جائے اِس کی وجہ یہ تھی کہ عرب اپنے اکابر اور ان لوگوں سے جو شجاعت اور سخاوت وغیرہ میں سردار مانے جاتے تھے۔اِس قسم کی درخواست کرتے تھے۔حیض سے پاک ہوتے ہی اس قسم کا مطالبہ کرنے میں یہ راز تھا کہ عورت جلد حاملہ ہو جائے۔

اس نکاح کو نکاح الاستبضاع کہا جاتا تھا۔'' (بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب جلد 2 صفحہ 362-361)

50۔ جنسیات کی اس پیوندکاری میں سے چند حقیقتیں باہر نکال کر الگ کرلیں

پہلی حقیقت یہ ہے کہ عمدہ نسل اور اعلیٰ درجے کے بچوں کی ضرورت ثابت ہوگئی۔ دوم یہ کہ ایک عورت کا کئی مردوں سے جنسی تعلق اولاد میں مستقل صفات کو ضائع کر دیتا ہے۔ اس لئے وہ مرد جنسی تعلق سے باز رہا۔ ورنہ بقول اُن کے اولاد نجیب یا اصیل نہ ہوتی۔ سوم یہ کہ عربوں میں کسی عورت کا کسی مرد سے جنسی تعلق کی درخواست کرنا مذموم و شرمناک فعل نہ تھا بلکہ پسندیدہ قابل قبول اور ترقی کی دلیل تھا۔ نہ کوئی خاوند کو بُرا سمجھتا نہ زوجہ پر انگشت نمائی ہوتی نہ کوئی کسی کو کسی غیر کے گھر جانے سے روکتا اور نہ یہ پوچھا جاتا کہ تم تو فلاں عورت کے خاوند ہو اس عورت سے جنسی تعلق کیوں رکھتے ہو۔ یعنی ہر شخص ہر گھر میں بلا تکلف جاتا آتا تھا۔ چہارم یہ کہ اعلیٰ درجہ کا بچہ پیدا کرانا چونکہ اچھا اور خاوند و زوجہ دونوں کا پسندیدہ کام تھا اس لئے ضروری ہے کہ عورت بھی جب یہ کام کرے تو پسند کیا جائے اور مرد متعلقہ مدت تک بیوی سے الگ رہے تاکہ نجیب و اصیل بچہ یقینی ہو جائے۔ جنسیات کے ایسے موزوں معاشرے میں ایک نکاح بدل بھی ہوا کرتا تھا سُنئے:

51۔ جب چاہا جس سے چاہا جتنی چاہا بیویاں بدل بدل کر تعلق۔

''ایک نکاح ''نکاحِ البدل'' تھا۔ اسکی صورت یہ ہوتی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کہتا کہ تو میرے حق میں اپنی بیوی سے دست بردار ہو جا اور میں تیرے حق میں اپنی بیوی سے دست بردار ہوتا ہوں۔'' (ایضاً بلوغ جلد 2 صفحہ 265)

52۔ لڑکی سے بچنے اور لڑکا حاصل کرنے کے لئے مَردوں کا مل کر کسی عورت سے جُوا کھیلنا۔

جنسی تعلقات پر عربوں کا ذوق اور مختلف طریقے بیان کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''نکاح کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ کچھ لوگ جن کی تعداد دس سے کم ہوتی ایک عورت کے پاس چلے جاتے اور سب کے سب اس سے ہمکنار ہوتے۔ یہ اس عورت کی رضامندی اور ان لوگوں کی باہمی مفاہمت سے ہوتا تھا۔ جب اُسے حمل قرار پا جاتا اور وہ بچہ جنتی تو وضع حمل کے بعد چند راتیں گزر جانے پر ان سب کو بُلا بھیجتی کسی کو مجال نہ تھی کہ نہ آئے۔ جب سب آ جاتے تو عورت کہتی جو معاملہ بھی ہوا تھا تم سب کو معلوم ہے۔ اب یہ بچہ پیدا ہوا ہے ازاں بعد جسے پسند کرتی اُس کا نام لے کر کہتی کہ یہ تمہارا بیٹا ہے۔ چنانچہ اُس بیٹے کا الحاق اس شخص کے ساتھ ہو جاتا اُس شخص کی مجال نہ تھی کہ انکار کرے کہتے ہیں کہ یہ فقط اِس صورت میں ہوتا تھا جب لڑکا پیدا ہوتا تھا (بہت سے صحابہ اسی طرح پیدا ہوئے تھے۔ تاریخ) ورنہ یہ جانتے ہوئے کہ عرب لڑکی (لینا) پسند نہیں کرتے وہ عورت ایسا نہ کرتی تھی۔'' (ایضاً صفحہ 262)

یہ نہیں بتایا کہ پھر وہ عورت لڑکی کو کیا کرتی تھی؟ بہر حال بہت طریقے تھے پال کر فروخت کر دینا یا مفادِ عامہ کیلئے موجود رکھنا۔

53۔ جنسی تعلقات کے لئے صلائے عام جاری تھا۔ انفرادی اور اجتماعی لطف اندوزی

اور سنئے:

''نکاح کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر ایک عورت کے

پاس جاتے وہ کسی کو آنے سے نہ روکتی تھی۔ یہ عربوں کی طوائفیں تھیں۔انہوں نے اپنے دروازوں پر علامت کے طور پر جھنڈے نصب کر رکھے تھے (تاکہ دُور سے جنسی دعوت جاری رہے) جو چاہتا اُن کے پاس چلا جاتا (اور جنسی لطف اندوزی کر کے رخصت ہو جاتا) اگر عورت حاملہ ہو جاتی اور لڑکا جنتی تو یہ سب لوگ اکٹھے ہوتے۔قیافہ شناسوں کو بُلایا جاتا۔ پھر جس شخص کے متعلق ان قیافہ شناسوں کی رائے قرار پاتی کہ بچہ اس کا ہے تو بچے کو اُسی کے نسب کے ساتھ ملا دیا جاتا اور وہ اس شخص کا بچہ کہلاتا۔اُس کی مجال نہ تھی کہ انکار کر دے۔" (ایضاً جلد 2 صفحہ 263)

54۔ **جنسی صلائے عام اور عمومی استفادہ پر بھی اطلاعات دی ہیں۔**

یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مشہور ترین اور جاذبِ نظر عورتیں کون کون اور کتنی تھیں؟ چنانچہ لکھا ہے کہ:

"ہشام ابن کلبی نے کتاب المثالب میں اُن عورتوں کے جو جاہلیت میں جھنڈوں والیاں تھیں نام گنوائے ہیں۔ چنانچہ اُس نے دس سے زائد مشہور عورتوں کے نام گنوائے ہیں۔ان میں سے ایک عورت کا نام مہزول تھا۔ یہ عہد جاہلیت میں بدکاری کیا کرتی تھی۔ایک صحابی نے اس سے شادی کرنا چاہی تو اللہ تعالیٰ نے:

اَلزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا اِلَّازَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ (24/3) (زناکار عورت کے ساتھ یا تو زناکار شادی کرتا ہے یا مشرک فرما کر اس سے منع فر دیا۔" (ایضاً جلد 2 صفحہ 264-263)

55۔ صلائے عام والی عورتوں کے نام غائب کرنے کی کوشش؟

جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا عربوں نے حقائق کو چھپائے اور غائب کرنے کی کوشش جاری رکھی چنانچہ رفتہ رفتہ صلائے عام والی عورتوں کے نام ملنا بھی غائب ہو گئے مگر ڈاکٹر صاحب نے اس چوری کو ظاہر کر دیا۔انہوں نے دوسرے نوٹ میں لکھا ہے کہ ''آلوسی نے صرف ایک نام لکھا ہے مگر محمد بجہ اثری نے اور نام بھی دیئے ہیں ۔ وہ یہ ہیں ''عناق'' جاہلیت میں اس کا ''مرثد'' کے ساتھ یارانہ تھا۔مرثد بہت قوی انسان تھا اور اُسے ''دَلَدَّ ل'' کہا جاتا تھا۔مرثد کے اسلام لے آنے کے بعد عناق اُس سے ملی اور ملاقات کی دعوت دی مگر انہوں (مرثد) نے فرمایا اللہ نے زنا حرام قرار دے دیا ہے۔3۔'' سریفه ''زمعہ بن الاسود کی لونڈی۔4۔''فرسہ'' ہشام بن ربیعہ کی لونڈی۔5۔اُم عُلَیط صفوان بن امیہ کی لونڈی۔6۔ حنّہ قبطہ العاصی بن وائل کی لونڈی۔7۔مریہ مالک بن عمیلہ بن السباق بن عبدالدار کی لونڈی۔8''حلاّلہ''سہیل بن عمرو کی لونڈی۔9۔''اُم سوید'' عمرو بن عثمان المخز ومی کی لونڈی۔10۔''قریبا'' هلال بن اَنس بن جابر بن نمر بن غالب بن فہر کی لونڈی''(ایضا جلد2 صفحہ 264-263)

56۔ بیٹیوں سے جنسی تعلقات رکھنا اور اُن سے اولاد پیدا کرانا۔

جیسا کہ لکھا گیا ہے کہ جو کچھ دنیا جانتی ہے وہ وہی ہے جتنا کچھ عربوں نے دُنیا کو بتایا ہے اور عربوں نے اپنے تمام وہ حالات چھپائے ہیں جو دنیا کی نظر میں قابل مذمت یا ظلم و جبر پر منحصر تھے ۔ بہر حال جو کچھ عربوں کے قلم سے مل سکا ہم لکھ رہے ہیں۔ جب قرآن سے عربوں کو پیش کیا جائے گا تو وہ تمام حالات بھی سامنے آ جائیں گے جو انہوں نے چھپائے اور جو انہیں ناپسند تھے لہٰذا صبر وضبط سے اُن کے بیانات اُسی طرح پڑھیں جس

طرح کسی جرم کی تفتیش کے دوران ایک مفتش کسی مجرم کا بیان سنتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اب بھی ضرور اُس نے کچھ نہ کچھ چھپایا ہوگا، لکھا گیا ہے کہ:

''بنی تمیم کے سردار حاجب بن زرارہ نے اپنی بیٹی سے شادی کر لی تھی۔ اور اس سے بچے بھی پیدا ہوئے تھے۔ اُس نے کسریٰ کی بیٹی کے نام پر اپنی بیٹی کا نام ''دُختنوس'' رکھا تھا جب اس نے اپنی بیٹی سے شادی کی تو اُس نے رجز کے یہ اشعار کہے:

يَا لَيْتَ شِعْرِىْ عَنْكِ دُخْتَنُوْس اِذَا اَتَا الخَبَرُ المَرْمُوْس

''اے دُختنوس کاش مجھے معلوم ہو کہ جب تمہیں یہ پوشیدہ خبر ملے گی تو

أَ تَحْسَبُ الذَّ يْلَيْنِ اَمْ تَمِيْس لَا بَلْ تَمِيْسُ اِنَّهَا عُرُوْس

''کیا تُو اپنے دونوں دامن گھسیٹے گی یا مٹک کر چلے گی؟ نہیں وہ تو مٹک کر چلے گی کیونکہ وہ تو دلہن ہے۔'' (ایضاً صفحہ 370-369)

57۔ __حقیقی بہنوں سے بیک وقت جنسی تعلقات رکھنا اور اولاد لینا۔__

اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ:

''قبیح ترین بات جو عرب کیا کرتے تھے یہ تھی کہ وہ دو بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ لیتے تھے۔ ابو جنحہ سعید بن عاصم پہلا شخص ہے جس نے بیک وقت دو بہنوں کو اپنی زوجیت میں رکھا۔ اُس نے مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کی دو بیٹیوں ہند اور صفیہ کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھا۔''

(ایضاً صفحہ 371-370)

57 (الف)۔ ماں سے جنسی تعلقات اپنے باپ کے بیٹے بھی اور ہمزلف بھی۔

اور سنئے اور تکلف بھی دیکھئے:

''اُن قبیح باتوں میں سے جو عرب کیا کرتے تھے ایک یہ تھی کہ ایک شخص باپ کے مرجانے پر باپ کی بیوی کو اپنے عقد میں لے لیتا تھا۔ اُس شخص کو عرب'' ضَیــْـزَن '' کہا کرتے تھے۔ چنانچہ اَوس بن حجر تمیمی نے بھی قیس بن ثعلبہ کے کچھ لوگوں کو جنہوں نے یکے بعد دیگرے اپنے باپ کی بیوی کو اپنے عقد میں لیا تھا۔ اور یہ تینوں بھائی تھے ملامت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: نِسیکُوا فکَیُهَةَ وَامْشُوا حوْلَ قُبَّتِهَا فَكُلُّكُم لِا بِيكُم ضَيزَنٌ سَلِف

''فکیہ سے مباشرت کرو اُس کے خیمے کے گرد پھرتے رہو کیونکہ تم اپنے باپ کے ضیزن بھی ہو اور ہم زلف بھی ہو۔'' (ایضا صفحہ 371)

58۔ ماں سے جنسی تعلق قائم کرنے کا طریقہ اور قانون؟

دوسری تفصیل یوں لکھی ہے کہ:

''عربوں کے یہاں یہ دستور بھی تھا کہ اگر کوئی شخص بیوی چھوڑ کر مرجاتا یا اُسے طلاق دے دیتا تو اگر اُس کا سب سے بڑا بیٹا (بیوہ یا مطلقہ کو) اپنے پاس رکھنا چاہتا تو اپنا کپڑا اس کے اوپر پھینک دیتا۔ اور اگر اُسے اُس کی ضرورت نہ ہوتی تو کوئی اور بھائی نئے مہر کے ساتھ اس سے شادی کر لیتا (یعنی بڑے بیٹے کو مہر اور نئے نکاح کی بھی ضرورت نہ ہوتی وہ اپنی ماں کو میراث میں بیوی بنا لیتا)

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اس شادی کو باطل قرار دیا ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ

فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيلًا O(4/22)

''جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے شادی کی ہو ان سے شادی نہ کیا کرو ماسوا اُن شادیوں کے جو پہلے ہو چکی ہیں کیونکہ یہ ایک فعل بد ہے اور اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے اور بُرا طریقہ ہے۔'' (بلوغ الارب جلد 2 صفحہ 372-371)

59۔ اللہ کیلئے اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ کہہ دینا آسان ہے ہمارے لئے بڑا مشکل ہے۔

آگے بڑھنے کے بجائے رُک جائیں اور سوچیں کہ یہاں اللہ نے ''اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ'' فرما کر بات تو ختم کر دی مگر کیا حقیقتاً مادی طور پر بھی بات ختم ہوگئی؟ اُس اولاد کا کیا بنے گا جو باپ کی ازواج سے پیدا ہو کر آج موجود ہے؟ اور ایسے خاوند اور زوجہ کا کیا بنے گا جواب بھی خاوند کی ماں ہے اور وہ زوجہ کا بیٹا ہے؟

60۔ نالۂ بُلبل تو سُنا ھنس ھنس کر، مگر ذرا اپنا دامن و گریبان جھانک کر دیکھیں

بہر حال قرآن اور عربوں کی جنسیات پیش کرتے اس پہلو پر بھی نظر ڈالی جائے گی وہ وقت آنے سے پہلے رُک کر ذرا اپنی حالت، اپنے کاروبار، اپنی دل چسپیوں اور اپنی حکومتوں اور تمام عالمی پروگراموں پر باری باری نظر ڈالیں اور سوچیں کہ کیا آپ افلاطون کے نظام پر عمل پیرا ہیں۔ اونچی سوسائٹی آپکے چاروں طرف چلتی پھرتی ہے۔ اُس کا لباس اور رَھن سہن اور معاشرت آپ کے گھروں میں رشک کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ اُن کا لباس آہستہ آہستہ آپکے گھروں میں اپنایا جا رہا ہے۔ وہاں ناچنے گانے اور کُھل کھیلنے کے لئے کلب ہیں۔ کلب کی چار دیواری میں وہ کیا کچھ کرتے ہیں؟ تمہیں معلوم نہیں وہاں وہ سب کچھ ہوتا ہے جو افلاطون کا منشا تھا۔ وہاں ڈانس ہوتا ہے ہر اُس شخص کے ساتھ مل کر جو دعوت دے۔ اخلاق وضبطِ نفس کی مہارت کی جاتی ہے۔ فیشن، بانکپن، تواضع اور عمدہ ادبی

جملوں کے استعمال کا مقابلہ ہوتا ہے۔بذلہ سنجی،لطائف اور نازک خیالی کے اسباق ملتے ہیں۔ایک دوسرے کی خدمت کرنے اور لفٹ دینے کا موقعہ ملتا ہے۔دوسروں کے مقابلے میں خودکو اپنی زوجہ اور شوہر کو ٹھیک سے پرکھنے کا موقع ملتا ہے۔وہ وہاں اپنے ملک وقوم کی روشن خیالی اور ترقی کی اسکیمیں سوچتے ہیں اور اصلاح کی راہیں نکالتے ہیں۔وہی لوگ زیادہ تر اونچے عہدوں پر فائز ہوتے ہیں۔وزراء واُمراء ہوتے ہیں اصلاحی اداروں کے سربراہ ہوتے ہیں اور طرح طرح پسماندہ طبقہ کی مدد کرتے ہیں۔اونچی سوسائٹی ہی کالجوں اور یونیورسٹیوں اور عدالتوں کو سنبھالتی ہے۔جس طرف دیکھو اونچی سوسائٹی ہی ملک کا نظم و نسق اور پالیسیاں چلاتی ہے اور پس ماندگی کو دُور کرنے کے پلان بناتی ہے۔اور پہلا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نچلے طبقوں میں اونچی سوسائٹی کے اعمال وعادات ورسوم ورواج واخلاق پسندیدہ بن جاتے ہیں اور انکا رُخ اونچی سوسائٹی کی طرف ہو جاتا ہے اور افلاطون کی اسکیم برسرکار آجاتی ہے۔اور تہذیب وتمدن لاشعوری طور پر جنسیات کی آزادی کی طرف بڑھنے لگتے ہیں اور لطف یہ کہ محسوس تک نہیں ہوتا کہ ہم کسی غلط سمت میں جارہے ہیں۔اس لئے اپنی رفتار کو تیز تر کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں دعائیں مانگتے ہیں قرض لے کر ریڈیو، T.V حاصل کرتے ہیں اور اُن کے ذریعہ سے دل میں مزید تمنائیں اور موڈرن ضرورتیں اور احتیاج پیدا کرتے ہیں نئے نئے طور وطریقے معلوم کرتے ہیں اور انہیں اختیار کرنے میں محنت کرتے ہیں۔اِدھر قلاش اور تنگدست ہوتے جاتے ہیں اور اُدھر حسرتوں، تمناؤں اور آرزوؤں کا ذخیرہ جمع کر لیتے ہیں۔کاش کپڑے دھونے کی مشین ہوتی کاش گھر میں فریج ہوتا۔کاش خوشبو چھڑکنے کا فوارہ ہوتا۔کاش VCR ہوتا۔کاش یہ ہوتا۔کاش وہ ہوتا۔یعنی دل ودماغ میں ایک طوفان لئے گھومنا ہر چیز کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے

گز رنا اور خامیوں کو محسوس کرنا جو کامیابی کی راہ میں حائل ہیں۔ پیسہ، تعلیم، وسائل اور پھر اس سلسلے کی دوڑ میں لگ جانا یعنی وہ راہ اختیار کر لینا جو اونچی سوسائٹی کی طرف جاتی ہے۔ اس سلسلے میں کامیاب کرنے والی ہر چیز کے سامنے جھکتے اور سجدے کرتے جانا اور وہ سب کچھ بُھلا دینا جو نفع اور نقصان اور مفید و مضر اور عاقبت اندیشی پر متنبہ کرنے والا سامان تھا۔ لہٰذا سنو۔ مانو یا نہ مانو، تم بڑی تیزی سے اُسی معاشرہ کی طرف بڑھ رہے ہو جس کا کافی دیر سے ذکر ہو رہا ہے۔ تمہیں چاروں طرف سے گھیر کر اُسی طرف ہانکا جا رہا ہے۔ یہ بلا ضرورت اور غیر ضروری تعلیم اور مخلوط تعلیم (Co-Education) اسی لئے تو ہے کہ بچپن ہی سے فرسودہ خیالات اور جذبات ختم ہو جائیں۔ جمہوریت کا تقاضہ ہے کہ برابر کی تعداد بلکہ برابر سے زیادہ تعداد رکھنے والی انسانی جماعت یعنی عورتوں کو کم از کم برابر کے حقوق دیئے جائیں۔ اس لئے عورتوں کے اوپر سے ہر وہ پابندی اٹھانا لازم ہے جو مردوں پر عائد نہیں ہے۔ تاکہ عورتیں قوم کی تعمیر میں مردوں کے شانہ بشانہ ہاتھ بٹائیں۔ اور ہر کام میں ساتھ ساتھ اور آگے پیچھے رہنے سے ہم آہنگی بڑھے۔ سفلہ جذبات اور کمینہ خیالات سیر ہوتے اور جھڑتے چلے جائیں۔ قانون سازی میں اور دوسرے تمام اداروں میں عورتوں کو اُن کے صحیح تناسب سے برابر سے زیادہ نمائندگی ملے گی۔ ہر ادارہ میں اُن کی کثرت ہوگی۔ لہٰذا نوع انسان پر سے غلط پابندیاں اُٹھ جائیں گی۔ عورت اور مرد میں حقوق کا فرق اور جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ تصادم فنا ہو جائے گا۔ نفرت و تعصب کے جذبات مر جائیں گے۔ اور فریقین ایک دوسرے کے احساسات، جذبات، ضروریات کا احترام اور آپس میں تعاون کریں گے۔ اور آئندہ عزیز مصر کی زوجہ کی طرح کوئی ناکام ہو جانے والی اسکیم نہ بنائیں گے۔ وہ خود مل کر ایسے قوانین بنائیں گی جن سے وہ تمام اُلجھنیں ختم ہو جائیں گی جو عورتوں کو

نو دس مہینے تک ترقی کے میدان سے ہٹ جانے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ اس میں فیملی پلاننگ کی سیکڑوں اسکیمیں سامنے آجائیں گی۔ صدیوں سے قلوب میں جمے ہوئے موانع کو دُور کرنے کے بہت سے انتظامات کئے جاچکے ہیں اور ان پر بڑی تیزی اور تدبر سے کام ہو رہا ہے۔ یہ ثقافتی ادارے۔ یہ اسکاؤٹس اسکیم۔ یہ ویمن گارڈس (Women Gaurds) نشریاتی ادارے، ریڈیو، ٹیلی ویژن، قرآت اور موسیقی کے مقابلے، شاپنگ سینٹرز، مینا بازار، فلمی ادارے، پکنک پارٹیاں، یہ اصلاحی وفود اور میلے یہ سب اپنے اپنے حصے کا کام کر رہے ہیں۔ اور سب مل کر ایک ہی مطلوبہ مقصد کی طرف رواں دواں ہیں یہ تازہ اسلامی منصوبہ بھی اِس پر تیل کا کام کر رہا ہے۔ مدرسوں اور کالجوں میں لڑکیوں نے دھکا مار کر لڑکوں کو پیچھے ہٹا دیا ہے۔ ملکی پیداوار میں اضافہ کے لئے بچوں کے لئے الگ اور ماہرانہ تربیت کے لئے نرسریز کا انتظام ہو رہا ہے۔ تربیت یافتہ ماہرین نفسیات کے زیر تربیت بچے آئندہ ملک کا ایک عظیم سرمایہ بن کر اُبھریں گے۔ ترقی یافتہ اونچی سوسائٹی میں ماں باپ اپنے بچوں کے سامنے ایک دوسرے سے والہانہ محبت کا مظاہرہ کر کے انہیں انکی ترقی یافتہ ازدواجی زندگی کا سبق دیتے ہیں تا کہ وہ ایک محبت ساز جوڑ ا بنا سیکھیں اور گھٹیا جذبات سے بھی محفوظ ہوتے چلے جائیں۔ مختصراً یہ کہ عالمی اور بین الممکلتی سطح پر انفرادی اور اجتماعی انتظامات برسرِ کار ہیں۔ جو پس ماندہ ممالک اور غیر ترقی یافتہ اقوام کو مذکورہ بالا سوشل معاشرہ کیلئے تیار کر رہے ہیں۔ اِن انتظامات پر ہر سال اربوں پونڈ خرچ کئے جاتے ہیں یہ اخراجات حالت جنگ میں بھی بدستور جاری رہتے ہیں۔ انسانی ہمدردی کے نام پر ایک ایسا مسلّمہ ادارہ برسر کار ہے جو ہر ملک اور ہر قوم میں بے روک ٹوک کام کرتا رہتا ہے۔ یہاں کیا کچھ کرایا جا سکتا ہے اور کیا کچھ ہوسکتا ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں کہ سات آٹھ

کروڑ مسلمانوں اور نمازیوں نے اعلان کر دیا تھا کہ آئندہ ہمارا نظام اسلامی نہیں بلکہ لا مذہبی ہوگا۔ یعنی بنگلہ دیش کا آئندہ نظام سیکیولر ہوگا۔ اس اعلان کو ساری دنیا نے عموماً اور مسلمانوں کے ممالک نے خصوصاً سنا اور ریکارڈ کیا۔ رنج و غم نہیں جشنِ مسرت برپا ہوئے اور چراغاں کیا گیا۔ اور آج ساری دنیا بنگلہ دیش کی مدد کر رہی ہے اور خوش ہے۔ نہ کسی کو کل کا اعلان یاد ہے نہ اس کا ملال ہے اور نہ اس کے تدارک کا خیال ہے۔ کہنا یہ چاہتا ہوں کہ آن کی آن میں یہاں ایسے سنگین انقلاب آجاتے ہیں اور آتے رہے ہیں۔ لہٰذا نہ معلوم تم کب جنسیات کے اشتراک کا اعلان سن لو جو خود تمہارے ہاتھوں آنے والا ہے۔ اگر تم اس انقلاب کو روک نہیں سکتے، اگر تم اس سے بچ نکلنے کی راہ نہیں پاتے تو کم از کم عقل و بصیرت اور حالات سے بے فکر تو نہ ہو جاؤ۔

قرآن کریم اور عربوں کی جنسیات

61۔ نبیؑ آخر الزمان کا مخاطب معاشرہ جنسیات میں ساری دنیا کو پیچھے چھوڑ گیا تھا

عرب سے باہر کی دُنیا میں جنسیات کا جو حال بھی رہا ہو اور عورت و مرد کے جنسی تعلقات جس مقام پر بھی پہنچے ہوں۔ لیکن یہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا تھا کہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو نہ پہچانتے ہوں۔ دوسروں کے گھروں میں دن رات درّانہ گھستے چلے جاتے ہوں یا دوسروں کے گھروں میں جانے کی اجازت کی ضرورت نہ سمجھتے ہوں۔ یا اجازت نہ ملنے کے باوجود گھروں میں گھس جاتے ہوں یا دروازہ بند ہو تو دیواروں پر سے چڑھ کر گھروں میں کود جاتے ہوں۔ یہ تو وہ قدیم اور مُسلّمہ دستور و قواعد تھے جن پر ہزاروں سال سے مہذب اور غیر مہذب اقوام عمل کرتی چلی آرہی تھیں۔ شہری اور دیہاتی دونوں جانتے تھے کہ پرائے گھر میں وقت بے وقت اور بلا اجازت نہیں جاتے۔ مگر قرآن نے جس معاشرہ کو

مخاطب کیا اُس کو اُس کے رویہ سے یہ کہہ کر روکا کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ O فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ O

(24/27-28)

''اے لوگو جو ایمان لے آئے ہو تم اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جایا کرو جب تک گھر والوں سے اجازت نہ لے لو اور اُن کو اپنے داخلہ سے مانوس و رضامند نہ پاؤ اور داخلہ کے بعد اہل خانہ پر سلام پیش کرو۔ وہ طریقہ ہے جو تمہیں جنسی اشتراک کی ناپاکی سے دور اور پاکیزگی کے نزدیک رکھ سکتا ہے شاید تم سبق حاصل کرلو (24/27)۔ پھر اگر تمہیں وہاں کوئی نہ ملے تو گھر میں داخل نہ ہو جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر تم سے واپس چلے جانے کو کہا جائے تو واپس چلے جایا کرو۔ یہ طریقہ تمہارے لئے زیادہ پاک ہے۔ اور ویسے تو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔''

62۔ تمام گھر اپنے تمام مرد اور عورتیں اپنی، کسی کو کسی سے پردہ نہیں، ملنے جلنے پر پابندی نہیں۔

اِن احکامات سے اِس کے سوا اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا کہ جو لوگ مخاطب ہیں اُن میں مکانات جدائی ڈالنے کے لئے نہیں بنائے گئے ہیں بلکہ آرام و آسائش کے لئے بنائے ہیں اس لئے کہ نہ سب لوگ ایک گھر میں سما سکتے ہیں اور نہ ایسا کوئی ایک گھر بنایا جا سکتا ہے

جس میں تمام لوگ سما جائیں۔ رہ گئی وہ وجوہات جن کی بنا پر غیر مہذب اور پس ماندہ لوگ الگ الگ رہا کرتے ہیں اس معاشرہ میں اُن کا نشان نہیں ملتا۔ پردہ، تخلیہ راز داری۔ شرم و حیا، جنسیات پر پابندیاں اور تکلفات کا یہاں گزر نہیں ہر گھر اپنا، ہر جسم اپنا، ہر ضرورت اپنی ہر بات ظاہر و معلوم، کوئی پردہ نہیں کوئی راز نہیں ۔ یہ تھا جنسیات میں عربوں کا مقام جو کسی ملک میں عرب سے پہلے موجود نہ تھا۔

63۔ مومنین اور مومنات کو اپنی اپنی شرمگاہوں کو سب کے لئے کھلا رکھنے کی ممانعت بھی کرنا پڑی تھی۔

یہیں اسی سورت میں مسلسل جو احکام دیئے گئے ہیں اُن کو دیکھیں اور کھل کر عربی معاشرہ کے حالات سمجھیں اور دیکھیں کہ جنسیات میں کوئی ملک اور کوئی قوم اُن کی برابری کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی فرمایا گیا کہ:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ O وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ

لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ O (24/30-31)

''اَے نبیؐ مومن مردوں سے کہو کہ تم اپنی نظروں کو بُرے نظاروں سے بچا کر رکھا کرو اور اپنی شرمگاہوں کو غیر محفوظ نہ چھوڑا کرو۔اُنکی حفاظت کیا کرو مومنین کیلئے پاک رہنے کا یہ اچھا طریقہ ہے ورنہ وہ اپنی آنکھوں سے اور اپنی شرمگاہوں سے کیا کیا کاریگریاں کرتے ہیں اللہ اُنکی ایجادات سے باخبر رہتا ہے اور اَے نبیؐ مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نظروں کو بے حیائی کے نظاروں سے بچا کر رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کو کھلا نہ چھوڑا کریں اُن کی حفاظت کیا کریں۔اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرا کریں بجز اُس سنگھار کے جو چھپایا ہی نہ جا سکے۔اور اپنے سینوں کے اُبھار پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈال کر رکھا کریں۔اور وہ اپنا بناؤ سنگھار مندرجہ ذیل لوگوں کے علاوہ کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں۔جیسے شوہر ہے باپ ہے اور شوہروں کے باپ۔اپنے بیٹے،شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے،اپنے میل جول کی عورتیں،اور اپنے ماملکت اَیمان۔اور وہ ماتحت خادم جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں۔اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی ناواقف ہوں۔اور یہ کہ وہ مومنات اپنے پاؤں اسطرح ٹھک کر زمین پر نہ مارا کریں کہ اُن کا پوشیدہ زیور وغیرہ لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔'' (34/30-31)

64۔ عرب میں مسلمان ہو جانے کے بعد بھی اندام نہانی سب کیلئے حاضر اور کھلے رہتے تھے۔صلائے عام تھا۔

اور آخر میں مومنین کو خاص طور پر مخاطب کر کے آئندہ اس بے لگام جنسیات سے

توبہ کرنے کا حکم دیا ہے اور فلاح پانے کو یقینی نہیں بلکہ شاید کی لفظ سے ظاہر کیا ہے۔ یعنی شاید تم جنسی تعلقات پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاؤ۔ اللہ کا بیان بڑی تفصیل سے عربوں کی نظارہ کشی کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ عربی معاشرے میں شوہر اور زوجہ کی قید نہ تھی۔ نہ شرمگاہوں اور بناؤ سنگھار اور للچانے لبھانے میں باپوں اور بھائیوں اور دیگر اعزاء کی شرط تھی۔ تمام عورتیں تمام مردوں کیلئے اور تمام مرد تمام عورتوں کیلئے ہر وقت حاضر رہتے تھے۔ کوئی روک اور پابندی نہ تھی۔ سابقہ تمام جنسیات کے عنوان عربوں کے سامنے بے معنی اور بے وزن نظر آتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ بے لگام جنسی تعلق ایمان لانے کے بعد بھی جاری تھا۔ اُن سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ خود پر قابو پائیں اور مذکورہ رشتوں کا لحاظ کرنے لگیں۔ یہاں اللہ نے یہ جملہ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ o(24/30) فرما کر اُن تمام صنعتوں اور کاریگروں اور ایجادات کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے جو عربوں نے شرمگاہوں یا اندام نہانی کے استعمال کے سلسلے میں کر رکھی تھیں۔ یعنی جنسی تعلقات میں مردوں نے وہ تمام طریقے یعنی آسن ایجاد کر لئے تھے جو کتاب کوک شاستر میں قلمبند کئے گئے ہیں۔ اور اُن میں سے مجامعت کا ایک طریقہ یا آسن یہ تھا کہ عورت کو گدھی کی طرح چاروں ہاتھوں پیروں پر کھڑا کر لیا جاتا تھا۔ (احادیث کی کتابیں) اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ o

65۔ مومنین اور مومنات ہی نہیں بلکہ رسولؐ کی ازواج پر بھی عربی معاشرہ دباؤ ڈالتا رہا شرمناک صورتِ حال۔

قرآن کی مندرجہ بالا آیات میں اللہ نے مومنین اور مومنات کو ایمان لانے کے بعد تک عربی جنسیات سے روکنے کی بات جاری رکھی ہے اور اسی طرح عربی معاشرے کے یہ مومنین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج سے جنسی رابطہ رکھنے میں کوشاں رہے

ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلبی و ذہنی کوفت اور اذیت میں مبتلا تھے، مگر شرم وحیا کی بنا پر اس شرمناک حالت کو برداشت کر رہے تھے کہ معاملے کو حد سے گزرتے دیکھ کر اللہ نے متعلقہ مومنین سے کہا کہ:

يَآ يُّهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْـرَ نٰـظِـرِيْـنَ اِنٰـهُ وَلٰـكِـنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَـانْتَشِـرُوْا وَلَا مُسْتَـاْنِسِيْـنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ ،كَانَ يُؤْذِىْ النَّبِىَّ فَيَسْتَـحْيٖ مِنكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَا بٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْ ا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًااِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا Oاِنْ تُبْدُ وْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا O(33/53-54)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو نبیؐ کے گھروں میں بلا اجازت اور اطلاع داخل نہ ہو جایا کرو۔ سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کیلئے اجازت دی جائے اور اس صورت میں بھی پہلے سے آ کر جم جانا اور پکتے ہوئے کھانے کے برتنوں کی تلاشی لینا اور تاک لگائے رکھنا غلط ہے۔ البتہ جب تمہیں بلایا جائے تب داخل ہو اور جیسے ہی کھانا کھا چکو تو فوراً دفع ہو جایا کرو۔ عورتوں میں بیٹھ کر اُنس ومحبت بڑھانے کی غپ شپ نہ مارنے لگا کرو۔ تمہاری یہ حرکتیں اور روّیہ نبیؐ کو ایذا دیتا ہے۔ مگر وہ تمہیں اِن شرمناک حرکتوں کو واضح کرتے ہوئے شرماتا رہا ہے۔ مگر اللہ حقیقتِ حال واضح کرنے میں نہیں شرماتا۔ لہٰذا اِن حرکتوں اور اس عمل

درآمد سے باز آجاؤ اور آئندہ اگر تمہیں رسوؐل کی بیویوں سے کچھ مال ومتاع لینا ہوتو باہر کھڑے رہ کر پردے کے پیچھے سے سوال کیا کرنا۔لہٰذا تمہارا بار بار آجانا تمہارے دلوں کیلئے بھی اور ازواجِ رسوؐل کیلئے بھی گندگی اور بے حیائی سے بچنے کا اچھا طریقہ ہے۔ چنانچہ تمہارے لئے کسی طرح جائز نہیں ہے کہ تم نبیؐ کو جنسیاتی یا کسی اور قسم کی ایذا پہنچاؤ اور یہ بھی کہ تم رسوؐل کے بعد بھی تا ابد ہرگز اس کی ازواج سے نکاح نہیں کر سکتے ہو۔اور یہ جو کچھ ہو رہا تھا اللہ کے نزدیک ایک تمہاری عظیم الشان جسارت تھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ خواہ تم اپنی کسی اسکیم کو پوشیدہ رکھو یا علی الاعلان کرو ، اللہ اُسکے ہر ہر پہلو کا عالم ہے۔''

(33/53-54 سورہ احزاب)

66۔ مومنین ازواجِ رسوؐل سے جنسی تعلقات جاری رکھنا چاہتے تھے مگر تا ابد منع کر دیا گیا۔

جو کچھ اِن دونوں آیات میں بیان ہوا ہے وہ کچھ اگر کسی شخص کو آج اپنی زوجہ کے متعلق سننے کو ملے تو یقیناً وہ شخص دونوں فریق کو قتل کرنے سے اِدھر نہ چھوڑے گا۔ اسے معلوم ہو کہ اُسے بتائے بغیر اور اس سے اجازت لئے بغیر لوگ اُس کے گھروں میں آمدو رفت رکھتے ہیں اور اُس کی بیویاں نہ بُرا مانتی ہیں نہ شکایت کرتی ہیں بلکہ اطلاع تک بھی نہیں دیتیں تو سوچئے اُس کے یا آپ کے دل پر کیا گزرے گی؟ پھر یہ اتفاقیہ یا ایک دن کی بات نہیں ہے۔روٹین ہے، معمول ہے۔اس میں نہ دن میں آنے جانے کی پابندی ہے نہ رات مُستثنیٰ ہے۔جب دل چاہتا ہے جب ضرورت ہوتی ہے ازواج کے پسندیدہ لوگ گھروں میں چلے آتے ہیں۔پھر یہاں بُيُوتَ النَّبِيِّ فرمایا گیا ہے یعنی ہر گھر اور ہر زوجہ

کی بات ہو رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس عورت اور جس گھر میں آج نبیؐ کے قیام کا نمبر ہے اُس کی اطلاع آنے والوں کو بروقت ملتی رہتی ہوگی۔ وہاں رات کو کوئی نہ جاتا ہوگا۔ آنے جانے والوں کا مقصد صرف اُنس و محبت (مُسْتَانِسِیْنَ) اور لذتِ جنسیات ہے۔ ورنہ اللہ جنسی تعلق قائم کرنے سے تا ابد کیوں روکتا؟ غالباً فریقین میں سے کسی نے کسی سے یہ بہانہ کیا تھا کہ "بھوک لگی تھی کھانا کھانے کو آ گیا تھا"۔ اس بہانے کا جواب دیتے ہوئے اللہ نے کھانے کی بات کی ہے(اَن یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ) بہرحال دونوں فریق کے دلوں میں ناپاک ارادہ اور عمل کا ذکر کر دیا گیا (اَطْھَرُ لِقُلُوبِکُمْ وَقُلُوبِھِنَّ) یہ مہذب ترین زبان میں عربوں کی بے لگام جنسیات کو سمو دیا گیا ہے۔

67۔ عربوں کی بے لگام جنسیات سے آنے والی نبیؐ کی ازواج کی گھریلو زندگی کا بیان بھی سُنیں۔

اللہ براہِ راست نبیؐ کی ازواج سے فرماتا ہے کہ:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَھَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا O وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِھَآ اَجْرَھَا مَرَّتَیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَھَا رِزْقًا کَرِیْمًا O یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا O وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا O وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ

بُیُوتِکُنَّ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالۡحِکۡمَۃِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا O

(33/30-34 سورہ احزاب)

''اَے نبیؐ کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی بدکاری یعنی زنا کرے گی تو اُسے دوہرا عذاب دیا جائے گا۔اللہ کیلئے نبیؐ کی بیویوں پر عذاب دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔اَے نبیؐ کی بیویو تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو۔اگر تم متقی بننا چاہتی ہو تو لُبھانے والی باتیں نہ کیا کرو تا کہ جو بیمارانِ عشق و جنسیات لوگ ہیں وہ تمہارے حصول کی طمع کرنے لگیں۔لہٰذا عالمی پسند کے مطابق بے لاگ لپیٹ باتیں کیا کرو۔اور آوارگی کے بجائے اپنے اپنے گھروں میں جم کر رہا کرو۔اور جنسیات کے اوّلین دور کی طرح اپنی سج دھج اور نمائش حسن کرتی نہ پھرا کرو۔اور نماز قائم کیا کرو اور زکاۃ دیا کرو۔اور اللہ اور اللہ کے رسوؐل کی اطاعت کیا کرو۔اَے مردمانِ اھل بیت اِن عورتوں کو یہ تنبیہات اس لئے کرنا ضروری ہیں کہ اللہ نے یہ ارادہ کر رکھا ہے کہ تم اہل بیتؑ نبیؐ سے ہر قسم کی گندگی اور غلاظت کو دُور رکھے اور تمہیں ایسا پاک کردے کہ ان عورتوں کی طرف سے بھی کوئی گندگی تمہاری طرف نہ پلٹے۔اللہ کی آیات اور حکمت جو تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں تم یاد کیا کرو اور سمجھ لو کہ اللہ ہلکی سے ہلکی اور پوشیدہ سے پوشیدہ بات کی بھی خبر رکھتا ہے''۔

(سورہ احزاب 33/30-34)

68۔ مخاطب بیویاں زنا اور بے حیائی سے روک دی گئیں اور لاڈ پیار اور لُبھانا اور نمائش بند، نماز کی پابندی۔

سب سے پہلے سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ رسولؐ کی جو بیویاں مخاطب ہیں وہ آیات کے بیان کی رُو سے وہ سب کچھ کر رہی تھیں جو عربی معاشرہ میں عورتیں کرتی تھیں اور اُسی جنسی معاشرہ میں سے لی گئی تھیں۔ اُن کے لئے اللہ کا یہ کہنا قابل غور ہے کہ:

لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (33/32)

''تم باقی عورتوں میں سے کسی ایک عورت کے مانند بھی نہیں ہو۔''

سوچئے اور بتایئے یا جو بتا سکے اُس سے پوچھ کر بتایئے کہ ان عورتوں میں اور باقی دنیا جہان کی عورتوں میں کیا فرق ہو گیا؟ گنتی اور سائز میں وہی اعضاء ہیں وہی رنگ و رُوپ ہے وہی جذبات اور خصلتیں ہیں، وہی خُو بُو اور عادات ہیں، وہی ضروریات ہیں۔ سر سے پیر تک اور باہر سے اندر تک کوئی نئی بات نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ عورتیں رسولؐ کے ساتھ منسوب ہو گئیں اور اسی نسبت کی وجہ سے اللہ کے یہاں اِن کا مقام ساری دنیا کی عورتوں سے الگ، مختلف اور بلند تر ہو گیا ہے۔

69۔ رسولؐ کے والدین اور اولادؐ اطہار، رسولؐ کو گوشت پوست اور خون دینے والے؟

کتاب میں چونکہ جنسیات زیر بحث ہیں اس لئے جنسی آلات اور پرزوں کا نام لینا بدتمیزی نہیں بلکہ ٹیکنیکل ضرورت ہے۔ لہٰذا اگر رسولؐ کو چھو جانے سے ازواجِ رسولؐ باقی دنیا کی عورتوں سے افضل ہو جاتی ہیں اور تمام دنیا کے مردوں پر حرام ہو جاتی ہیں تو کیا خیال ہے اُن حضرات کے متعلق جن کے گوشت پوست اور خون سے رسولؐ کے تمام اعضاء بنے ہیں۔ اُن اعضاء کا تقدس و پاکیزگی یہ تقاضہ کرتی ہے کہ اولادِ رسولؐ تمام انسانوں سے افضل

وبالاتر ہو۔رسولؐ کی بیویوں کے ساتھ ہی رسولؐ کی پیدا ہونے والی بیٹیاں بھی ان تمام انسانوں پر تاابد حرام ہوں جن پر رسولؐ کی ازواج حرام ہیں۔اور یہی مقصد ہے اس تصنیف کا۔جن لوگوں نے اس حرام کو جائز کیا ہے ہم انہیں اُن کا شجرہ نسب دکھا رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ وہ کیسے ماں باپ کی اولاد ہیں اور اسی عربی جنسی ماحول کی پیداوار ہیں جس کا نقشہ اور پورٹریٹ (portrait) ہم تیار کر رہے ہیں۔یہ قرآن میں لکھی ہوئی حقیقت ہے کہ جو عورتیں رسولؐ کی جنسیات سے منسوب ہوگئیں وہ صرف اس نسبت ہی کی بنا پر ساری دنیا کی عورتوں سے الگ اور افضل ہوگئیں حالانکہ وہ ابھی نہ نمازی ہیں۔نہ اللہ و رسولؐ کی اطاعت شعار ہیں۔نہ حیادار و خانہ نشین ہیں۔جو نمائش حسن کرتی پھرتی ہیں۔جو مردوں کو لبھانے والے جملے بولتی ہیں جو نہ زکوٰۃ دیتی ہیں نہ قرآن یاد کرتی ہیں۔صرف رسولؐ کے ساتھ منسوب ہوجانے اور بیویاں کہلانے کی بنا پر تمام عورتوں اور اُمت کے مردوں سے الگ اور افضل ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اولادِ رسولؐ بدعملی کے باوجود تمام اُمت اور تمام مخلوقات سے الگ اور افضل نہ ہو؟ یہ قرآن کی نصِ صریح ہے نہ قیاسات ہیں نہ عقیدت اور نہ مذاق ہے۔

اب قرآن کے ہر ہر لفظ کی قیمت لگانا پڑے گی اور ہمیں ایمان سے نہ سہی عقل و بصیرت سے تو صحیح جواب دینا پڑے گا۔مذاق اور فریب کا زمانہ گزر چکا ہے اور یہ دَورِ امامت ہے۔

70۔ جنسیات زدہ عربوں کو اسلام لانے ،نمازیں پڑھنے ،حج کرنے کے بعد بھی ازسرتا پا خبیث کہا گیا ہے وہ سب صحابہ ہی تھے۔

ہم مجبور کریں گے کہ قرآن کے الفاظ کے ساتھ ساتھ چلیں۔عربی زبان نہیں آتی تو عربی کی ہر زبان میں ڈکشنریاں موجود ہیں۔بڑے بڑے متعصب اور دشمنانِ اہلبیتؑ

(پرویز) کی لکھی ہوئی لغات القرآن موجود ہیں۔اور اُن کے لکھے ہوئے معنی ہی سے ہمارا یا کسی اور کا اطمینان کر کے دکھائیں اور سنیں کہ اللہ نے کیا فرمایا؟

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ..(3/179)

مودودی ترجمہ:

''اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم اِس وقت پائے جاتے ہو وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا۔''

(3/179)(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 305)

یہاں یہ ثابت ہے کہ 9ہجری تک صحابہ میں ناپاک اور پاک دوقسم کے صحابہ یا مسلمان تھے۔اور اُن میں کوئی تمیز نہ تھی۔اور اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ پاک مومنین میں اور ناپاک مومنین میں تمیز کرا کے چھوڑے گا۔یہاں خود بخود اور ضرورتِ دینی کے ماتحت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ آیت اس قرآن میں نہیں ہے جسکی رُو سے پاک اور ناپاک مومنین میں تمیز کرائی گئی تھی یا کرائی جا سکے؟ مودودی نے اپنی تشریح نمبر125 میں ناپاک مومنین سے منافق لوگ مراد لئے ہیں۔لیکن یہ مودودی کی بدقسمتی ہے کہ نہ تو منافقوں کی کوئی فہرست بنائی گئی اور نہ مودودی نے ایسی فہرست تیار کی اور نہ علما کی رُو سے منافق ہی کبھی الگ اور ختم ہوئے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حقیقی مومنین اور حقیقی منافقین اور پاک مومنین اور ناپاک مومنین کبھی الگ نہیں ہوئے برابر مخلوط حالت میں چلتے رہے۔اب سوال یہ ہے کہ علما نے تو عوام کو یہ دھوکا دیا ہوا ہے کہ ایمان لاتے ہی ایمان لانے والا پاک ہو جاتا ہے لیکن اللہ نَویں سن ہجری میں ناپاک مومنین کا وجود اور موجود ہونا بتاتا ہے یعنی یہ کیسے مومنین تھے جو ایمان لانے کے

بعد بھی ناپاک ہی رہے؟ لٰہذا یہاں یہ سمجھنا پڑے گا کہ جولوگ جنسیات کے نتیجے میں حرام در حرام اور در حرام اور دس دس حراموں سے پیدا ہوتے رہے۔ جیسا کہ اوّلین رباعی سے ظاہر ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی سے اولاد پیدا کرائی یہ حرام اولاد تھی۔ پھر اپنی بہن اور والدہ کو زوجہ بنالیا اور اُن سے اولاد پیدا کرائی یہ بھی حرام اولاد تھی اور پھر اپنی اولاد کو اولاد سے اولاد پیدا کرنے پر لگا دیا یہ حرام در حرام اولاد تھی پھر اُس اولاد سے جو جنسی تعلق پیدا کیا اور اولادیں پیدا کرائیں یہ حرام در حرام در حرام اولادیں تھیں۔ اور چلتے جاتے ضرورت مند جو نطفے چھوڑتے گئے اور اولادیں ہوتی رہیں یہاں تک ایسے تہہ در تہہ حرام سے جو قوم اور معاشرہ تیار ہوا وہی عربی معاشرہ تھا۔ اس نے اسلام لانا شروع کیا اُن مومنین یا مسلمانوں کو رسوؐل کی صحبت میں ہونے کی وجہ سے صحابہ کہا جائے گا جو کہ صحیح ہے۔ وہ سابقہ زمانہ میں حرام دودھ پیتے رہے حرام غذائیں کھاتے رہے اُن کا گوشت پوست اور خون حرام سے تیار ہوا اُن کی ہڈیوں کے اندر کا گودا حرام سے بنا۔ یہ سب کچھ اگر کلمہ پڑھنے سے جل جاتا تو پاک ہو جاتا مگر مومن کہاں رہتا وہ بھی جل جاتا۔ لٰہذا یہ مومنین بھی اُسی قسم کے پاک ہو گئے کہ آئندہ لوگ انہیں برداشت کریں لیکن درحقیقت تو وہ سرتاپا ناپاک تھے۔ اُن کو مزید حرام سے روکا جاتا اور اُن سے کم ناپاک لوگوں سے اُن کی جوڑی یا نکاح کیا جاتا اگلی نسل میں ناپاکی کی مقدار کچھ کم ہو جاتی یوں سینکڑوں نسلوں کے بعد ناپاکی صفر کی طرف چلنے لگتی ہے۔ اب صفر صفر ناپاکی کی جوڑیاں بنائی جاتیں اور پاکی بڑھنا شروع ہوتی۔ اور اچھی صفات و خصوصیات میں ترقی شروع ہوتی۔ یہ پروگرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان لانے والوں میں شروع کر دیا تھا اور قانون بیان کرنا شروع کر دیئے تھے۔ اگلے دور میں مذکورہ بالا تدریج جاری ہونا تھی کہ عربوں نے خود نظام سنبھال لیا۔ اور دوسری ہی نسل میں

مدینہ کے اندر بارہ ہزار جوان فوجیوں کو تین دن اور تین راتوں تک صحابہ کی عورتوں بیویوں بیٹیوں اور بہنوں سے جنسی تعلقات جاری رکھنے یا زنا کرنے کا حکم دیا گیا۔اس پر عمل ہوا صحابہ دیکھتے رہے قریشی مورخین اور محدثین تو کہتے ہیں کہ بارہ ہزار حرامی بچے پیدا ہوئے لیکن کم ازکم بارہ ہزار جوانوں سے 72 گھنٹے میں بہتر ہزار حرام کے نطفے قائم ہونا چاہئیں۔ بہرحال رسولؐ نے صحابہ کے تزکیہ کے لئے جو کچھ کیا تھا اس پر جنسیات کا پھر پانی پھرادیا اور برابر حرام اولاد جاری رہی کہاں جا کر کتنی نسلوں کے بعد یہ حرام اثر ختم ہوا ہوگا؟ اللہ جانے ہم تو یہ جانتے ہیں کہ محمدؐ و آل محمدؐ اور علیؑ و اولادِ علیؑ سے بغض رکھنے والوں کی تعداد بڑھتی آرہی ہے۔یزید کی فوج کی بوئی ہوئی کھیتی صحابہ ہی کی گودوں میں پلی بڑھی اور تابعین و تبع تابعین کے مقدس ناموں سے نسلیں آگے بڑھیں آج کوئی نہیں جانتا،کوئی نہیں بتاتا،کوئی نہیں پوچھتا،مگر ہم پوچھتے بھی ہیں بتاتے بھی ہیں۔یہی نسلیں تھیں جنہوں نے بڑے زوروشور اور محنت سے اُن تمام عیوب اور گناہوں کو چھپانے کیلئے قصے کہانیاں روایات اور افسانے گھڑے کتابیں لکھیں۔آج کا مسلمان افسانوں میں افسانوی زندگی جیتا ہے۔خوش ہے مگن ہے۔اُسے کون بتائے کون سمجھائے ہم تبلیغ کرتے نہیں،تارک الدنیا ہیں اپنے راہنما کے ساتھ ساتھ چلنا اپنا شعار سمجھتے ہیں۔ہمیں پرواہ نہیں ساری دنیا کافر ہوجائے یا اسلام لے آئے نہ وہ کفر ہوگا نہ یہ اسلام ہوگا۔

71۔ <u>پہلی پابندی جنسی تعلق میں پاک وناپاک کو کُفو نہ بنایا جائے۔</u>

جنسی تعلق جاری رکھنے پر خبیث وطیب اور پاک وناپاک کی پابندی لگانے کیلئے اللہ نے حکم دیا کہ:

اَلۡخَبِیۡثٰتُ لِلۡخَبِیۡثِیۡنَ وَالۡخَبِیۡثُوۡنَ لِلۡخَبِیۡثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیۡنَ

وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ O (24/26)

مودودی ترجمہ: ''خبیث عورتیں خبیث مردوں کیلئے ہیں۔اور خبیث مرد خبیث عورتوں کیلئے ہیں۔پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے۔ان کا دامن پاک ہے ان باتوں سے جو بنانے والے بناتے ہیں۔اُن کیلئے مغفرت ہے اور رزق کریم ہے۔''
(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 374)

یہ ترجمہ مودودی کے قلم سے اس لئے لکھا گیا ہے کہ آپ یہ دیکھ لیں کہ اب علامہ مودودی لفظ ''خبیث'' کے معنی ''ناپاک'' نہیں کرتے جیسا کہ عنوان (70) میں دیکھے تھے جہاں اللہ نے پاک مومنین سے ناپاک مومنین کو الگ کرنے کی بات کی تھی (3/179) اور مودودی نے ترجمہ کیا تھا کہ ''وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا'' (تفہیم اوّل صفحہ 305) یہ بار بار ایک ہی لفظ کے معنی بدلتے رہنا اسلئے ہے کہ قرآن کے مقاصد اور مطالب کو باطل سمت میں موڑا جا سکے۔

72۔ مُسلم اور غیر مُسلم کی شرط نہیں گندہ اور پسندیدہ کوئی ہو، ایک دوسرے کی جوڑی میں پسندیدہ نہیں، نجات کی بنیاد پاکی پر ہے۔

یہ آیت (24/26) ہر مذہب وملت کو مخاطب کرتی ہے اور خبیث شخص خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو اُس کی زوجہ یا جوڑی خبیث عورت ہونا چاہئے۔اسی طرح خبیث عورت کا شوہر صرف خبیث مرد ہونا لازم ہے اور یوں ہی پاکیزہ عورتوں اور مردوں کی جوڑیاں بننا چاہئیں۔کفو اور ہم سری کا یہ قانون بیان کر کے اللہ نے یہ فیصلہ سُنا دیا کہ خبیثوں کی طرف

سے لگائے جانے والے تمام الزامات پاکیزہ لوگوں پر اثر انداز نہ ہوں گے۔ اور یہ کہ نجات پانے کی پہلی شرط پاکیزگی ہوگی خبیث کے نجات پانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا طے ہوگیا کہ خبیث خواہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو اُس کے لئے مغفرت اور رزق کریم ہے ہی نہیں۔ لہٰذا جسے نجات درکار ہو وہ پہلے درجہ میں پاکیزہ زندگی اختیار کرے اور پاکیزہ رہے۔ پاکیزہ جنسی تعلق اختیار کرے اور باقی اسلامی احکام پر عمل کرے۔ لہٰذا مختصر الفاظ میں یہ قانون (24/26) آیت خبیث معاشرہ کا جنسی بائیکاٹ کرتی ہے اور لامحدود اور بے لگام جنسیات کی روک تھام کرتی ہے۔ تاکہ آئندہ جس سے چاہیں جنسی تعلق یا نکاح نہ کرسکیں۔ دیکھ بھال کر شوہر اور زوجہ بنا کریں اور حرام در حرام اور تہہ در تہہ حرام سے نکلنے اور پاکیزگی کی طرف آنے پر توجہ دیں۔

73۔ کون کس سے نکاح کرسکتا ہے؟ کون کس کا کُفو اور ہمسر ہے؟ مشرک کون ہے؟ اَلزَّانی کون ہوتا ہے؟

قارئین کرام ہمارے عنوان نمبر 46 پر دوبارہ نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ علامہ پرویز نے بتایا تھا کہ:

> ''جو شخص اُن مجالس میں شرکت نہ کرتا تھا اُسے ''بَرَم'' کا خطاب دے دیتے تھے۔ اور جنہیں قوم کی طرف سے یہ خطاب مل جاتا تھا۔ اُن سے شادی بیاہ کرنا ننگ و عار خیال کیا جاتا تھا۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 137)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ شعر و شراب اور جوئے کی جنسی مجالس میں شریک نہ ہوتے تھے اور مخلوط معاشرہ اور بے قید و بند شراب نوشی اور زنا کو پسند نہ کرتے تھے۔ اُن کا سو فیصد بائیکاٹ یا مقاطعہ کردیا جاتا تھا اور ''برم'' کے لقب سے پکارتے تھے۔ لفظ بَرَم کے معنی ہیں ''مَر وڑا

ہوا'' ایسی رسی جس کے جلنے کے بعد بھی بَل نہ کھلیں۔یعنی مستحکم کیا ہوا'' اُن سے نہ لڑکیاں لینا نہ اُن میں اپنی بیٹیاں دینا یعنی ان کی بیٹیاں بھی شراب اور جوئے اور کھلم کھلا زنا سے متنفر رہیں گی۔اس لئے کہ اُن لوگوں نے اپنی پارسائی اپنی اولاد میں بھی مروڑ مروڑ کر تہہ نشین کر رکھی ہوگی اس لئے اُن سے شادی بیاہ کرنے میں اپنے محنت سے تیار کئے ہوئے تہہ در تہہ جنسی معاشرے کے لئے نقصان اور تباہی کا سبب ہوگا۔عربی معاشرے کے اس بائیکاٹ کو نظروں میں رکھتے ہوئے قرآن مجید کا یہ مستقل قانون پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔

اَلزَّانِیُ لَا یَنۡکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوۡ مُشۡرِکَۃً وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنۡکِحُھَا اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ O (24/3)

''ایک مستقل یا حقیقی زانی نہ نکاح کرتا ہے اور نہ کرے گا مگر صرف زنا کار عورت سے یا مشرک عورت سے۔اور ایک مستقل یا حقیقی زنا کار عورت سے نہ تو نکاح کرتا ہے اور نہ ہی کرے گا مگر ایک زانی مرد یا مشرک شخص۔اور مومنین کے لئے مشرک اور زانی اور مشرکہ اور زانیہ دونوں حرام قرار دئے گئے ہیں۔''

یہاں پہلی بات یہ سمجھ لیں کہ حقیقی زانی اور حقیقی زانیہ کی جو اغراض و مقاصد ہیں اور اُنہیں نکاح میں جو کچھ پسند ہے وہی کچھ ایک مشرک اور مشرکہ کی اغراض و مقاصد اور پسند ہے۔لہٰذا ایک حقیقی زانی میں اور مشرک میں کسی قسم کا فرق نہیں ہوتا۔گویا زانی ہی مشرک ہے اور مشرک ہی زانی ہے اور یہی حال حقیقی زانیہ اور مشرکہ کا ہے۔ان دونوں میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔جسے مشرکہ کہتے ہیں وہی زانیہ ہوتی ہے اور جسے زانیہ کہتے ہیں وہی مشرکہ ہوتی ہے یعنی آیت کی رُو سے چاروں کے مقاصد اور مسلک میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔لہٰذا یہ ایک دوسرے کے ہم پلّہ۔ہم سَر اور کُفو ہوتے ہیں اور خوشی خوشی ایک دوسرے سے نکاح کرتے

ہیں اس لئے کہ اُن کا نکاح اُن کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتا وہ آپس میں بھی جنسی تعلقات رکھ سکتے ہیں اور دوسروں سے بھی جنسی تعلقات میں آزاد ہیں۔ وہ باعصمت مرد و عورت سے اس لئے نکاح نہیں کرتے کہ وہ دونوں اُن کے نظام شرک یعنی جنسیات میں نہ خود شریک ہوں گے نہ انہیں شرکت کی اجازت دیں گے یعنی جنسیات میں شریک ہونے یا شرکت کرنے کی وجہ سے قرآن انہیں مشرک اور مشرکہ کا نام دیتا ہے اور مستقل زنا کرنے اور کرانے کی بنا پر انہیں الف لام لگا کر اَلزَّانِي اور اَلزَّانِيَه کہہ کر پکارتا ہے۔ لہٰذا حقیقی زانی اور زانیہ وہ ہیں جو خود بھی زنا کریں اور زنا کرائیں اور اُن کا مسلک ہی بے لگام، یا آزاد یا لا محدود جنسیات ہوں۔ یعنی نظام جنسیات کے شرکاء کو قرآن کی زبان میں مشرک اور مشرکہ کہا جاتا ہے۔ یعنی زانی اور زانیہ اُن کا کاروباری نام ہے اور مشرک اور مشرکہ اُن کا مسلکی یا مذہبی نام ہے گویا ہر مشرک زانی ہوتا ہے اور ہر مستقل زانی جنسیات کا ممبر ہوتا ہے خواہ وہ نکاح کرلیں یا بے نکاح رہیں زنا اُن کا کاروبار ہے جس کے وہ پابند ہوتے ہیں۔ نکاح اُن کی اختیاری چیز ہے وہ نکاح کے پابند نہیں ہوتے۔ وہ نکاح کے بعد بھی اور نکاح سے پہلے بھی جنسیات کے شریک یعنی مشرک ہوتے ہیں۔ لہٰذا مشرک کے کوئی اور معنی لینا اس وقت تک غلط اور فریب ہیں جب تک لفظ کے ساتھ اور کوئی صفت یا لفظ نہ لگا ہو۔ مثلاً شرک باللہ وغیرہ۔ لہٰذا قرآن میں جہاں بھی تنہا مشرک کی لفظ آئے وہاں اسکے معنی جنسیات میں شریک یا جنسیات کا ممبر لینا ہوں گے۔ ورنہ سب کچھ غلط ہو جائے گا۔

74۔ وہ تمام معنی غلط اور ناممکن ہیں جو دیگر علما نے اس آیت (24/3) کے لئے ہیں۔

اس لئے کہ نہ کوئی ایسا زانی موجود ہے نہ ایسا زانی پیدا ہوا تھا نہ پیدا ہوگا جو نکاح تو کرے مگر کنواری لڑکی یا دوشیزہ پارسا عورت کو نکاح کیلئے ناپسند کرتا ہو۔ اور ایسی چالو عورت

تلاش کرے جو نکاح کے دن تک برابر زنا کرتی رہی ہو اور نکاح کرنے کے بعد بھی زنا کراتے رہنا ضروری سمجھتی رہے۔ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی زانی ہو یا پارسا ہو دونوں ہی ایسی دوشیزہ کو ترجیح دیں گے جس کی دوشیزگی اور عصمت پر ہر قسم کی شہادت موجود ہو۔اور جو آئندہ اپنے شوہر کے سوا کسی اور مرد کا تصور تک بھی ناپسند کرے۔ایسی عورت زانی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔زانی نکاح کے بعد بھی اپنا شوق پورا کرسکتا ہے۔جیسا عموماً ہوتا ہے۔اور یاد رکھیئے کہ اور کوئی چاہے یا نہ چاہے مگر ایک زنا کار شخص تو ہرگز نہیں چاہتا کہ اس کی منکوحہ کسی اور سے جنسی تعلقات قائم کرے۔لہٰذا آیت کا یہ ٹکڑا غلط ہو جاتا ہے کہ ’’زانی صرف زانیہ ہی سے نکاح کرتا ہے۔‘‘ دوسری شرط اس آیت میں یہ ہے کہ زانی اور زانیہ کے مقابلہ میں مشرک اور مشرکہ کو رکھا گیا ہے یعنی زانی جس غرض کیلئے نکاح کرتا ہے وہ غرض زانیہ کی طرح مشرکہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ بات بہت غور طلب ہے یہاں ماننا پڑے گا کہ مشرک عورت اور مشرک مرد بھی مستقلاً زنا کرتے رہتے ہیں۔مگر جن لوگوں کو عموماً مشرک کہا جاتا ہے وہ تو مستقلاً زنا نہیں کرتے بلکہ کچھ لوگوں کو یا بتوں کو قابل عبادت سمجھتے ہیں۔لہٰذا آیت کو صحیح صحیح سمجھنے کے لئے یہ ماننا ہوگا کہ مشرک یا مشرکہ درحقیقت عربوں کی جنسیات میں شرکت کرنے والوں کو کہا گیا ہے۔اِلّا ماشآءاللہ۔

75۔اسلام لانے والوں پر عربی جنسیات میں کون کون سے رشتے ہمیشہ کیلئے حرام کئے

عربوں کی بے لگام جنسیات کا تقریباً ہر رُخ بیان ہو چکا ہے مگر یہاں وہ تمام رشتے نام بنام حرام کرنے والی آیات کا ترجمہ مودودی کے قلم سے لکھ کر جنسیات کی حدود مکمل کئے دیتے ہیں تاکہ پھر جنسیات کی وسعت پر کچھ اور لکھنے کی ضرورت نہ رہے۔لہٰذا مودودی ترجمہ دیکھئے:

''اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں اُن سے ہرگز نکاح نہ کرو، مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا۔ درحقیقت یہ ایک بے حیائی کا فعل ہے، ناپسندیدہ ہے اور بُرا چلن ہے۔ تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، اور تمہاری بیویوں کی مائیں، اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گود میں پرورش پائی ہے۔ اُن بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن وشوہر ہو چکا ہو، ....اور تمہارے اُن بیٹوں کی بیویاں جو تمہارے صلب سے ہوں، اور یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو، مگر جو پہلے ہو گیا سو ہو گیا۔......اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں (مُحصِنَات)، ....یہ اللہ کا قانون ہے جسکی پابندی تم پر لازم ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل سورہ نسآء صفحہ 339-335)

76۔ مسلمانوں کو نظام شرک سے منع کر دیا گیا اور جو کچھ اس سے پہلے ہوا اُسے نظر انداز کر دیا گیا۔

یہاں وہ مکمل فہرست آ گئی جو عربوں میں جائز رہی اور جن سے اولادیں پیدا کرائی جاتی رہیں یعنی رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخاطب ایسے بھی لوگ تھے جو سر سے پیر تک حرام در حرام طریقے سے پیدا ہوئے تھے اور اندر سے باہر تک خبیث تھے مگر انہیں مستقبل کی اچھی اُمیدوں کے ماتحت اسلام لانے سے منع نہ کیا جاتا تھا۔ اور وہ طریقے بتائے جاتے تھے جن سے خباثت میں مزید اضافے کی بجائے کمی ہو جانے کی اُمید ہوتی

تھی۔ زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں گزارنے کے نمونے دیئے جاتے تھے۔ حلال کمائی حلال خوراک پر زور دیا جاتا تھا۔

77۔ ایسا مسلمان معاشرہ جس میں لوگوں کو لوگوں کے حقیقی والدین معلوم نہ تھے۔

جیسا کہ ہوتا چلا آیا تھا کہ بچوں کو ضرورت کے مطابق کسی سے منسوب کر دیا جاتا تھا بچہ کسی اور کا ہوتا تھا مگر جس کے گھر میں پلتا تھا اسی کا بیٹا پکارا جاتا تھا۔ درحقیقت یہ معلوم ہونا ہی ممکن نہ تھا کہ کون کس کے نطفے سے ہے اور کون کس کا باپ ہے؟ اسی صورتحال کو آئندہ سیدھا کرنے کے لئے یہ طریقہ بتایا گیا کہ:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَآءَ هُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا O (33/5)

”اللہ کے نزدیک زیادہ صحیح تو یہ بات ہے کہ تم لوگ لوگوں کو اُنکے حقیقی باپوں سے منسوب کر کے پکارو۔ لیکن اگر تمہیں اُن کے حقیقی باپ معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہاری ولایت سے وابستہ ہیں۔ جس معاملے میں خطا ہو جائے اُس میں تم پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی البتہ عمداً سوچ سمجھ کر کسی کو غلط باپ سے منسوب کرنا باز پُرس لازم کرتا ہے۔“

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ لوگ لوگوں کو اُن ہی ناموں سے پُکارتے تھے جو بچپن سے مشہور چلے آرہے تھے مثلاً ”عمر بن خطاب یا معاویہ بن ابوسفیان یا عمر بن العاص“ وغیرہ۔ اللہ کو اعتراض یہ ہے کہ لوگوں کو اُن کے حقیقی باپوں کے نام سے پکارا کرو یعنی جن ناموں

سے ماحول میں لوگ پکارے جارہے تھے وہ صحیح باپوں کے نام نہ تھے۔ اس لئے ترکیب یہ بتائی گئی کہ غلط باپوں کے بجائے دینی بھائی کہہ لیا کرو۔ مطلب واضح ہے کہ عربوں کا مخاطب معاشرہ ایسا نہ تھا جس میں لوگوں کے مشہور کئے ہوئے ناموں اور والدین پر اعتبار کیا جاسکتا ہو۔ یہ بتادیا گیا ہے کہ تمہارے منہ سے کہے ہوئے بیٹے اور باپ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ (سورہ الاحزاب 33/4)

78۔ نسل درنسل جنسیات میں آزاد چلی آنے والی قوم جلدی سے رُکنے والی تو نہ تھی۔

عربوں کو اسلام کے مان لینے کے بعد بھی تاکید کی جاتی رہی کہ:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا O (17/32)

''جنسی آزادی کے مستقل زنا کے پاس نہ پھٹکو وہ بڑی بے حیائی کا نظام اور بہت بُرا طریقہ تھا۔'' (17/32 سورہ بنی اسرائیل)

لوگ زنا میں حصہ لینے سے باز آجاتے تو باقی تفریحات دامن کھینچتی رہتی تھیں اُن سے یہ بھی کہا گیا کہ:

لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ....(6/151)

''بے حیائی اور اُس کے متعلقات کے پاس بھی نہ پھٹکو خواہ وہ متعلقات کھلے کھلے اور ظاہر ہوں یا اشارہ کنایوں اور ترکیب کے پیچھے پوشیدہ کرر کھے ہوں۔'' اُن پر حیض میں پابند رہنا بھی گراں گزرتا تھا (2/222) جنسیات میں آزادی میں اللہ سے خیانت بھی کر گزرتے تھے۔ (2/187)

79۔ زنا یا متعلقاتِ زنا عربوں کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا اُن سب سے باز رہنا بڑا مشکل ثابت ہوا۔

مسلمان جب چاروں طرف سے احکام سے گھیر لئے گئے تو مسلمان دانشوروں نے زنا اور متعلقاتِ زِنا یعنی بے حیائی کی اشاعت شروع کردی۔ اُن کو روکنے کے لئے اللہ نے فرمایا کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ O وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ O يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّىْ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O (24/19-21)

''یقیناً جو لوگ اس مشن میں دل چسپی رکھتے ہیں اُن لوگوں میں جنسیات والی بے حیائی کی اشاعت کریں اور پھیلا دیں تو اُن لوگوں کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی عظیم الشان عذاب دیا جائے گا۔ اور اُن کی اشاعت کے طریقوں کو تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے۔ اَے وہ لوگو جو ایمان تو لے آئے ہو مگر تم شیطان کے نقش قدم پر اس کے مشن پر نہ چلو وہ تو اپنی پیروی کرنے والوں کو جنسیات کی بے حیائی ہی کا حکم دے گا۔ اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم اور رحم متوجہ نہ ہوا ہوتا تو تم سے کوئی ایک بھی جنسیات سے پاک ہونے کی راہ نہ پاتا۔ مگر وہ اللہ ہی ہے کہ

جسے وہ چاہتا ہے پاکی کی راہ پر لگا دیتا ہے۔اور اللہ تمہاری باتیں سننے والا اور علیم ہے۔''

یہی آیت ہے جس کی بعد خبیثوں کی جوڑیاں خبیثوں سے اور پاکیزہ لوگوں کی جوڑیاں پاکوں سے بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ بہرحال یہ نوٹ کرلیں کہ مومنین نے جنسیات کی اشاعت کا کاروبار خود عہد رسولؐ اور نزول قرآن ہی کے دوران شروع کر دیا تھا۔

80۔ عرب کے جنسی معاشرے کی ایک جھلک اسلام لانے والی عورتوں سے معاہدہ اور بیعت۔

اِس عنوان میں آخری دفعہ آپ کو عرب کے جنسی معاشرے کی ایک ہلکی سے جھلک نظر آئے گی۔ اللہ نے فرمایا تھا کہ:

يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِىُّ إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَٰنٍ يَّفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ O(60/12)

مودودی ترجمہ:۔''اے نبیؐ جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کیلئے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی۔ چوری نہ کریں گی۔ زنا نہ کریں گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی۔ اور کسی اَمرِ معروف میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی۔ تو اُن سے بیعت لے لو اور اُن کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کرو۔ یقیناً اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 450-445)

80(الف)۔ علامہ مودودی کی تشریحات۔

اس ترجمہ کے بعد مودودی نے تشریحات لکھی ہیں جن میں سے غپ شپ اور کہانیوں کو چھوڑ کر مفید اور صحیح باتیں ہم نقل کرتے ہیں۔

پہلی یہ کہ ''۲۰؎ اس میں اسقاطِ حمل بھی شامل ہے۔ خواہ جائز حمل کا اسقاط ہو یا ناجائز حمل کا''

دوسری ''۲۱؎ اِس سے دو قسم کے بہتان مراد ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی عورت دوسری عورتوں پر غیر مردوں سے آشنائی کی تہمتیں لگائے اور اس طرح کے قصے لوگوں میں پھیلائے کیونکہ عورتوں میں خاص طور پر ان باتوں کے چرچے کرنے کی بیماری پائی جاتی ہے دوسرا یہ کہ ایک عورت بچہ تو کسی کا جنے اور شوہر کو یقین دلائے کہ یہ تیرا ہی ہے۔ ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضورؐ کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ ''جو عورت کسی خاندان میں کوئی ایسا بچہ گُھسا لائے جو اس خاندان کا نہیں ہے، اُس کا اللہ سے کوئی واسطہ نہیں، اور اللہ اُسے کبھی جنت میں داخل نہ کرے گا۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 446)

80(ب)۔ مودودی نے آیت کے ایک جملہ کا ترجمہ غلط کر دیا ہے۔

مودودی کے غلط ترجمہ سے کوئی بھی صحیح بات نہ سمجھے گا۔ لہٰذا علامہ رفیع الدین مرحوم کا ترجمہ مودودی کے ساتھ رکھ کر بات سمجھیں اللہ نے فرمایا کہ:

بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِنَّ وَاَرۡجُلِهِنَّ... (الممتحنة 60/12)

مودودی: ''اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے''

رفیع الدین: ''درمیان ہاتھ اپنے کے اور پاؤں اپنے کے''

مودودی نے لفظ ''بَیْنَ'' کے معنی درمیان کے بجائے آگے کر دیئے اور بات اُلٹ گئی۔ کہا یہ گیا تھا کہ:

''تم اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیانی والی چیز میں اور اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان والی چیز میں کوئی بہتان نہ لگانا۔ یعنی اپنے دودھ پلانے والی چھاتیوں سے اور اندام نہانی سے متعلق جھوٹے دعوے نہ کرنا۔''

بہرحال تشریح میں مان لیا گیا کہ جنسی نظام میں اللہ کے معاملات میں شرکت سے بھی روکا گیا۔ وہاں جو چوریاں کی جاتی تھیں وہ بھی منع کر دی گئیں۔ جنسی تعلقات یعنی زنا کی چھوٹ بھی بند ہوگئی۔ اسقاطِ حمل بھی روک دیا گیا۔ دوسروں سے بچے اور نطفے لینا اور بدلنا بھی حرام ہوگیا اور رسولؐ اللہ کے تمام متعلقہ احکام کی اطاعت بھی لازم ہوگئی۔ یوں عورتوں اور مردوں کو لامحدود جنسیات سے نکالا جاتا تھا۔ اور حرام پر مزید اضافوں کو روکا جاتا تھا۔

80(ج)۔ حرام کاری ختم، پاکدامنی لازم، خبیث وطیب الگ نئے رشتے نئی اولاد۔

آئندہ ہر مومن حلال کھائے گا۔ ہر شخص اپنے کُفو کی پابندی سے نکاح کرے گا۔ جانے مانے اور پہچانے ہوئے خبیث بھی آپس میں نکاح کریں۔ جنسی آزادی جب کہیں نہ ہوگی تو آئندہ حرام رُک جائے گا۔ حرام رُک جائے گا تو خباثت میں اضافہ بھی رُک جائے گا۔ اور جب کسی طرف سے کسی قسم کی خباثت میں اضافہ بند ہوگیا تو آئندہ خباثت میں کمی کرنے کا پروگرام سربراہِؐ اسلام دے گا۔ اگر مومنین سربراہِؐ اسلام کی اطاعت کرتے رہیں گے تو خباثت کو صفر تک پہنچانا اُن کی اپنی ذمہ داری ہوگی۔ پھر پاکیزگی کی بلندیوں تک لے جانا بھی اُن ہی کا کام ہوگا اور اندرونی و بیرونی مدد کرنا اللہ کیلئے کچھ مشکل نہ ہوگا۔ خلوص نیت اور محنت کے بدلے میں وہ حیران کن انقلاب پیدا کرسکتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے پاکدامنی کا یہ پروگرام شروع کر دیا تھا۔ احکامات نافذ کر دیئے تھے۔ کوئی پہلو باقی نہ چھوڑا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام اور پروگرام پر کتنا عمل ہوا؟ اور اس میں کیا کیا تبدیلیاں کی گئیں؟ کس طرح اپنی ذاتی اور قومی اور مُلکی مصلحتوں پر عمل کیا گیا؟ یہ ایک داستانِ الم ہے جس کو سُنانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ایک ایسا خودساختہ جنسی نظام جاری کرلیا جس سے نہ رسوؐل کے مقاصد برآمد ہوئے نہ عفت و پاکدامنی واپس آسکی نہ ترقی و سہولت حاصل ہوئی۔ ایک بے لگام جنسی حرام کاری کو چھوڑ کر باقی وہ سب کچھ جاری کرلیا جو اسلام سے پہلے جاری تھا۔

81۔ آدمؑ سے لیکر خاتمؐ تک برابر ایک ترقی پذیر اُمتؑ انسانوں کو ترقی کرانے کیلئے موجود رہتی چلی آئی ہے۔

انسانی ترقی کے لئے اللہ کا یہ پروگرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی انسانوں کو پہنچا دیا گیا تھا کہ:

''اَے انسان اگر تو نے اللہ کے احکامات کی اطاعت اُس حد تک کی، جو اِطاعت کا حق ہے تو تجھے اِس قدر ترقی کرائی جائے گی کہ تُو ''کُنْ'' کہے اور مَا فِی الضَّمِیْر ''وجود میں آجائے۔''

82۔ کائنات میں ترقی کی بُنیاد ایک ایسے انسان کی ذات پر رکھی گئی جو بہترین قوم کے ساتھ ازلی وابدی عالم پیدا کیا گیا۔

چنانچہ اللہ نے یہ فرما کر ابتدا کی کہ:

وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ O وَ طُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ O وَھٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَ مِیۡنِ O لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِ نۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍO ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ O اِلَّا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ O فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ O اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ O

(سورة التين 95/1-8)

"قسم ہے حسینؑ اور انجیر کی اور قسم ہے حسینؑ اور زیتون کی اور قسم ہے علیؑ اور طورِ سینا کی اور قسم ہے محمدؐ اور اس پُر امن شہر مکہ کی یقیناً ہم نے اس مجسمۂ انسانیت کو بہترین قوام کی حالت میں تخلیق کیا اور تخلیقی نظام نچلی سے نچلی منزلوں تک لوٹایا سوائے اُس متعلقہ گروہ کے جس نے بہترین قوام ہی میں ایمان واصلاحی مقام حاصل کر لینا تھا۔ چنانچہ اُس گروہ کیلئے بے حدّ وحساب اور کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ پس اَے نبیؐ اس انتظام کے بعد کون تمہیں جزا وسزا کے معاملہ میں جُھٹلا سکتا ہے۔ کیا اللہ تمام حاکموں پر حکمران نہیں ہے؟"

(سورۃ التین 95/1-8)

یہ آیات اسلیئے لائی گئی ہیں کہ اس بَلَدِ الْاَمِيْنِ یعنی مکہ میں اُس مکمل انسان کو سامنے رکھا جائے جو یہاں اِس شہر میں احسن التقویم میں پیدا کیا جانا ممکن اور ضروری تھا۔ لہٰذا واضح رہے کہ نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ کی پیدائش ہیں اور نہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی یہاں کی پیدائش ہیں۔ یاد رکھیں کہ اس شہر میں دنیا کے تمام بنیادی انسانوں میں سے صرف دو (2) انسان پیدا ہوئے ہیں اور وہی بنیادِ انسانیت ہیں۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے عین خانہ کعبہ میں حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ہم اُنہیں درحقیقت محمدؐ ہی سمجھتے اور مانتے ہیں مگر یہاں مادی نمبر حضور علیہ السلام کو دیا جانا ضروری ہے۔ یہ دوسری اور حقیقی بات ہے کہ حضورؐ کب پیدا ہوئے تھے؟ اُنہیں اوّل کہو یا آخر قرار دو مسلّمہ بات یہ ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔اُن سے پہلے کائنات میں کچھ نہ تھا۔وہی اوّلین مخلوق ہیں۔

83۔ قرآن کی ابتدا کرتے وقت علومِ خداوندی اور علومِ کائنات اور لوح وقلم کا تعلیم یافتہ انسان۔

ہم چاہتے یہ ہیں کہ حدیث کی تفصیل میں جائے بغیر عنوان کا ہر ہر لفظ قرآن کریم کی ترجمانی کرتا ہوا سامنے آئے اور نہ ماننے والا بھی قرآن سے باہر نہ نکلنے پائے۔ چنانچہ آیات پڑھیئے! وہی آیات جو سب سے پہلے پڑھی گئی تھیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ O خَلَقَ الْاِ نسَانَ مِنْ عَلَقٍ O اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاِ کْرَمُ O الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ O عَلَّمَ الْاِ نْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ O (سورۃ العلق 96/1-5)

”(اَے رسوؐل) پڑھ کر سُنا دے۔اپنے اُسی پروردگار کے نام سے سُنا جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔جس نے اِسے بھی ایک ترکیب یافتہ علقے سے پیدا کیا ہے۔پڑھ کر سُنا اور بتا کہ تیرا پروردگار ہی سب سے زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہے۔وہی ذات ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا ہے۔اور اس مکمل انسان کو وہ سب کچھ تعلیم کر دیا ہے کہ اب لاعلمی کی نفی ہو گئی ہے۔“ (96/1-5)

واضح ہو گیا کہ جس انسانی بنیاد کی تخلیق بہترین قِوام کی صورت میں کی گئی تھی وہ محمدؐ تھا۔اُسی نے یہ قرآن تلاوت کر کے سنانا تھا۔اُسی کو مکمل انسان کی حیثیت سے انسانی بنیاد کی صورت میں پیدا کیا گیا اور اس کی تعلیم و تربیت پر لوح وقلم کو استعمال کیا گیا اور علوم کی کوئی ایسی

صورت پس انداز نہیں کی گئی جس کی اُسے انسانی ترقی میں ضرورت پڑے اور وہ عالم نہ ہو۔

83 (الف) منکرین بھی مان لیں کہ محمدؐ ہی کے لامحدود علم کی بات ہوتی چلی جارہی ہے

جن حضرات کو شبہ رہ گیا ہو وہ یہ آیت پڑھ کر اپنا اطمینان کرلیں اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا O (4/113)

''اور اللہ نے تیرے اوپر ایک مکمل کتاب اور مکمل حکمت نازل کی ہے اور تجھے وہ سب کچھ تعلیم کر دیا جو تو نہ جانتا تھا اور تجھ پر تو اللہ کا عظیم الشان فضل رہتا چلا آیا ہے۔''

لہٰذا یقین کرلیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کائنات میں اور کوئی ہستی ایسی نہ گزری ہے نہ اُسے ضرورت تھی کہ اُسے علم ما کان و ما یکون اور ماھُوَ کائن کا علم دیا جاتا۔

84۔ آنحضرتؐ کے جنم دینے والوں، پالنے والوں اور راہِ نبوت چلانے والوں، قیامت تک ذمہ داری لینے والوں کے احسانات۔

اَب یہ سورۂ مبارکہ بھی دیکھ لیں جس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ اور اللہ کے مخصوص بندؐے کب سے اپنی ذمہ داریوں کو پروان چڑھاتے آرہے تھے فرمایا گیا کہ ''دھوپ کے چھا جانے کی قسم اور رات کے پھیل جانے کی قسم کہ تمہارا پروردگار تم سے نہ تو دست بردار ہو گیا ہے نہ تم سے کشیدہ خاطر ہوا ہے۔ بلکہ وہ تمہارے انجام اور آخیر کو تمہاری شروعات سے بہتر بنانے میں لگا ہوا ہے اور بہت جلد تجھے وہ کچھ دینے والا ہے جس سے تم اللہ سے راضی اور شاد ہو جاؤ گے۔ سوچو تو سہی کیا ہم نے تمہیں یتیم نہ پایا تھا؟ اور پھر تمہیں پناہ عطا کی تھی۔ اور کیا ہم نے تمہیں گُم گشتۂ راہ نہ پایا تھا اور پھر تمہیں راہِ راست پر لگا دیا

تھا؟ اور کیا ہم نے تمہیں عیال دار و تنگ دست نہ پایا تھا اور پھر تمہیں غنی اور سب سے بے فکر نہ کر دیا تھا؟ چنانچہ اب تم کبھی یتیم پر جبر نہ کرنا اور کبھی ضرورت منداور سائل کو نہ جھڑکنا اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا ذکر جاری رکھنا۔'' (93/1-11)

85۔ جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے اُسے مادّی صورت میں ہمیں دکھایئے؟ کِن کے کاموں کو خود سے منسوب کیا۔

پوری سورہ میں حضرت عبدالمطلب اور ابو طالب علیہم السلام زیر بحث رہے ہیں۔ اللہ نے اُن کے کاموں کو اپنی ذات سے منسوب فرمایا ہے۔ یتیمی میں کفالت فرمانے والے وہی حضرات علیہم السلام تھے۔ انہیںؐ اور دین اسلام کو پناہ فراہم کرنے والے وہی حضرات تھے۔ اسلام پر دن رات قربان ہونے کا ان ہی نے انتظام کیا تھا۔ قریش کے ساختہ پرداختہ دینی عقائد اور بھول بھلیوں سے انہی نے متعارف کرایا تھا۔ اُن ہی بزرگوارںؑ نے تنگ دستی اور عیال داری کو سہولت اور فراوانی میں تبدیل کیا تھا۔ اُن ہی کے بڑھاپے اور ضعیفی کے زمانے کے آنے سے پہلے یہ ہدایات دی گئی تھیں کہ:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا O وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًاO (17/23-24)

''اللہ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے اور والدین کے ساتھ احسان کا سلوک کیا جائے۔ چنانچہ اُن میں سے کوئی ایک یا دونوں کے دونوں تمہارے سامنے بوڑھے ہو جائیں تو تم اُن دونوں کے سامنے کسی

بات پر بھی اُف تک نہ کرنا اور نہ کبھی اُن کو جھڑکنا۔ اور اُن دونوں سے نہایت
احترام سے کریمانہ جواب دیا کرنا اور نہایت نرمی اور عاجزی کی حالت میں اُن
کے سامنے اپنے بازو پھیلا کر رکھنا، سہارا دینے اور انہیں سنبھالنے کے لئے
ہمیشہ تیار رہنا اور ہم سے اُن کیلئے یوں دعا کیا کرو کہ میرے پروردگار ان
دونوں کی اُسی طرح ربوبیت کرتا رہ اور اُن پر اُسی طرح رحم کرتا رہ جس طرح
اُنہوں نے میرے بچپن میں مجھ پر رحم کیا تھا اور میری ربوبیت کی تھی۔"

یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ اس دعا کا حکم خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا ہے۔ باقی لوگوں کو اپنے ماں باپ کے لئے الگ سے حکم دیئے گئے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ دیگر اعزّہ کو بھی شامل کیا گیا ہے (2/83,2/215)

86۔ محمدؐ اور محمدؐ کو بنانے والوں کی شان، شاہ محمد احمد خان کے قلم سے بھی سُن لیں

"اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کریمہ اُن نعمتوں کو بھی شامل کرتا ہے جو آپ کو دنیا میں عطا فرمائیں۔ کمال نفس اور علوم اوّلین وآخرین اور ظہور امر اور اعلائے دین۔........سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی والدہ ماجدہ کے بطن میں تھے۔ حمل دو ماہ کا تھا کہ آپؐ کے والد صاحب نے مدینہ شریفہ میں وفات پائی اور نہ کچھ مال چھوڑا نہ کوئی جگہ چھوڑی۔ آپؐ کی خدمت کے متکفل آپؐ کے دادا عبدالمطلبؑ ہوئے۔ جب آپؐ کی عمر شریف چار یا چھ سال کی ہوئی تو والدہ صاحبہ نے بھی وفات پائی۔ جب عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی تو آپؐ کے دادا عبدالمطلبؑ نے بھی وفائی پائی۔ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے اپنے فرزند ابو طالبؑ کو جو آپؐ کے حقیقی چچا تھے آپؐ کی خدمت ونگرانی کی وصیت کی۔ ابو طالبؑ آپ کی خدمت میں

سرگرم رہے۔ یہاں تک کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا۔....اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عزوشرف میں یکتا و بے نظیر پایا اور آپؐ کو مقام قرب میں جگہ دی اور اپنی حفاظت میں آپؐ کے دشمنوں کے اندر آپؐ کی پرورش فرمائی ۔اور آپؐ کو نبوت و اصطفا اور رسالت کے ساتھ مشرف کیا اور غیبت کے اسرار آپؐ پر کھول دیئے اور علوم ما کان وما یکون عطا کئے ۔اپنی ذات وصفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔"(مترجمہ قرآن صفحہ 870-869)

87۔ وہ سب کچھ دے دیا گیا جس کی کبھی بھی ضرورت پڑ سکتی تھی

ختم نبوت و امامت کا پروگرام جس قدر وسیع اور طویل تھا اُسی کی وسعتوں ، گہرائیوں اور بلندیوں کو ملحوظ رکھ کر اللہ نے تمام محمدؐوں کو خود مکتفی کر دیا اور تین معجزاتی جُملوں میں یہ فرما دیا کہ:

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ O فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ O اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الۡاَبۡتَرُ O

"اَے نبیؐ ہم نے یقیناً تمہیں ہر مفید چیز کی کثرت اور کوثر عطا کر دیا ہے۔ چنانچہ اب تم اپنے پروردگار کیلئے صلوٰۃ اور قربانیوں کا نظام قائم کرلواور یقین کرلو کہ ابتری تمہارے بُرا چاہنے والوں کا مقدر بن چکی ہے۔" (سورہ الکوثر 3-1)

یہ تھیں وہ ضروری باتیں جو دعوتِ نبوت و امامت کے شروع ہی میں بتا دی گئی تھیں۔ اور جن کو سامنے رکھ کر حضورؐ نے اور حضورؐ کے ازلی وابدی رفقائے کار نے عربوں کو پاکیزگی اور ترقی کے پروگرام پر لگایا تھا۔اور خدا کی زبان سے اپنا تعارف کرایا تھا

88۔ لِسان اللہ حضرت علیؑ، محمدؐ مصطفیٰ اور خانوادہ محمدؐ سے اور اللہ سے تعارف کراتے ہیں

اور ضروری تھا کہ عربوں کو پاکیزگی اور ترقی کی وہ بلندی دکھا دی جائے جہاں تک انہیں اسلام کی مدد سے بلند ہونا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

1 وَاَشْهَدُ اَنَّهُ عَدْلٌ عَدَلَ ؛ 2 وَحَكَمٌ فَصَلَ ؛ 3 وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَسَيِّدُ عِبَادِهِ ؛ 4 كُلَّمَا نَسَخَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فِرقَتَيْنِ جَعَلَهُ فِیْ خَيْرِهِمَا ؛ 5 لَمْ يُسْهِمْ فِيْهِ عَاهِرٌ وَّلَاضَرَبَ فِيْهِ فَاجِرٌ ؛ 6 اَلَاوَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ لِلْخَيْرِ اَهْلًا وَلِلْحَقِّ دَعَائِمَ ؛ 7 وَلِطَّاعَةِ عِصَمًا ؛ 8 وَاِنَّ لَكُمْ عِنْدَ كُلِّ طَاعَةٍ عَوْنًا مِّنَ اللّٰهِ يَقُوْلُ عَلَى الْاَلْسِنَةِ وَيُثَبِّتُ بِهِ الْاَفْئِدَةِ فِيْهِ كِفَآءٌ لِّمُكْتَفٍ وَشِفَاءٌ لِّمُشْتَفٍ؛ 9 وَاعْلَمُوْا اَنَّ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُسْتَحْفِظِيْنَ عِلْمَهُ يَصُوْنُوْنَ مَصُوْنَهُ وَيُفَجِّرُوْنَ عُيُوْنَهُ ' يَتَوَاصِلُوْنَ بِالْوِلَا يَةِ وَيَتَلَا قَوْنَ بِالْمَحَبَّةِ ؛ 10 وَيَتَسَاقَوْنَ بِكَاسٍ رَ وِيَّةٍ وَيَصْدُرُوْنَ بِرِيَّةٍ ؛ 11 لَا تَشُوْبُهُمُ الرِّيْبَةِ وَلَا تُسْرِعُ فِيْهِمُ الْغِيْبَةِ ؛ 12 عَلٰى ذٰلِكَ عَقَدَ خَلْقَهُمْ وَاَخْلَا قُهُمْ فَعَلَيْهِ يَتَحَابُّوْنَ وَبِهِ يَتَوَاصَلُوْنَ ؛ 13 فَكَانُوْا كَتَفَاضُلِ الْبَذْرِ يُنْتَقٰى فَيُؤْخَذُ مِنْهُ وَيُلْقٰى ؛ 14 قَدْ مَيَّزَهُ التَّخْلِيْصُ وَحَذَّبَهُ التَّمْحِيْصُ ؛ 15 فَلْيَقْبَلِ امْرُءٌ كَرَامَةً بِقَبُوْلِهَا ؛ 16 وَلْيَحْذَرْ قَارِعَةً قَبْلَ حُلُوْلِهَا ؛ 17 وَلْيَنْظُرِ امْرُءٌ فِیْ قَصِيْرِ اَيَّامِهِ وَقَلِيْلِ مُقَامِهٖ فِیْ مَنْزِلٍ حَتّٰى يَسْتَبْدِلَ بِهٖ مَنْزِلًا ؛ 18 فَلْيَصْنَعْ لِمُتَحَوَّلِهٖ ' وَمَعَارِفِ مُنْتَقَلِهٖ ' 19 فَطُوْبٰى لِذِیْ قَلْبٍ سَلِيْمٌ اَطَاعَ مَنْ يَّهْدِيْهِ ؛ 20 وَتَجَنَّبَ مَنْ يُّرْدِيْهِ ؛ 21 وَاَصَابَ سَبِيْلَ السَّلَامِ بِبَصَرِ مَنْ

بَـصَّرَهُ ؛ وَطَاعَةِ هَادٍ اَمَرَهُ ؛ 22 وَبَـادَ رَ الْهُـدٰى قَبْلَ اَنْ تُغْلَقَ اَبْوَابُهُ ؛ 23 وَتُقطَّعَ اَسْبَابُهُ ؛ 24 وَاسْتَفْتَحَ التَّوْبَةَ ؛ 25 وَاَمَاطَ الْحَوْبَةَ؛ 26 فَقَدْ اُقِيْمَ عَلَـى الـطَّـرِيْقِ ؛ 27 وَهُـدِىَ نَهْـجَ السَّبِيْلِ. (خطبہ مفتی جعفر نمبر 212 علی نقی 205 احسن 209 نہج البلاغہ)

1۔اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ مجسم عدل ہے اور اس نے جو کچھ کیا ہے وہ عدل ہی عدل ہے؛2۔اور یہ کہ اللہ مجسم حکم ہے اور اس نے جو کچھ کیا ہے وہ فیصلے ہی فیصلے ہیں؛ 3۔اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسوؐل ہیں اور اس کے تمام بندوں کے سردار ہیں؛4۔تخلیق کے مختلف مراحل میں جہاں بھی اور جب بھی اس نے مخلوق کو دو حصوں میں لکھا تو حضوؐر کو بہتر والے فرقہ میں لکھا تھا؛5۔اُنؐ کے فرقہ میں کسی زانی کو حصہ نہ ملا اور نہ کوئی بدکار راہ پاسکا؛6۔خبردار یقیناً اللہ نے خیر اور بھلائی کیلئے اسکے اہل پیدا کئے ہیں۔اور حق کے واسطے اس کے ستون قائم کئے ہیں؛7۔اور اطاعت کیلئے اسکے محافظ ونگہدار پیدا کئے ہیں؛ 8 ۔اور یقیناً تمہارے لئے ہر ہر اطاعت کیلئے اللہ کی طرف سے مدد موجود ہوتی ہے جو کہ زبانوں کو بولنے پر آمادہ کرتی ہے اور دلوں کو اطمینان وقوت دیتی ہے۔اُس مدد میں بے نیازی چاہنے والوں کیلئے بے نیازی ہوتی ہے اور صحت وشفا طلب کرنے والوں کیلئے صحت وشفا بھی موجود ہوتی ہے؛ 9۔اور یہ بھی جان لو کہ اللہ کے وہ بندے جو اللہ کے علم کے محافظ مقرر کئے گئے ہیں وہ اللہ کے محفوظ رکھے جانے والے سامان کو محفوظ رکھتے ہیں اور اللہ کے علم کے چشموں کو بہا کر ضرورت مندوں تک پہنچاتے ہیں اور اللہ کی قائم کی ہوئی ولایت اور حکومت سے وابستہ رہتے ہیں اور آپس میں محبت اور ملاقاتیں کرتے ہیں؛10۔اور

سیراب کرنے والے جام ایک دوسرے کو پلاتے ہیں اور سیراب ہو کر پلٹتے ہیں ؛ 11۔اُن میں الجھن اور شش و پنج اور بے اطمینانی وارد نہیں ہوتی اور نہ اُن میں ایک دوسرے کی غیبت کی گنجائش ہوتی ہے ؛12۔اُن کی پیدائش اور اُن کا اخلاق اللہ نے اسی معیار کا رکھا ہے اور اسی اخلاق کے ماتحت وہ آپس میں محبت رکھتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہیں ؛13۔یہ لوگ باقی لوگوں میں اسی طرح ابھرے ہوئے اور نمایاں رہتے ہیں جس طرح اچھے اور برے بیج ہوتے ہیں کہ اچھے بیجوں کو رکھا جاتا ہے اور خراب کو پھینک دیا جاتا ہے ؛14۔انہیں اسی چھانٹ اور پرکھ نے ممتاز گروہ بنا دیا ہے ؛15۔اور انسان کو چاہئے کہ وہ مذکورہ اوصاف کو قبول کر کے اپنے لئے عزت و شرف حاصل کریں ؛ 16۔اور قیامت والی مصیبت کے آجانے سے پہلے ہی اُس سے بچنے کی فکر کریں 17۔اور ہر شخص کو لازم ہے کہ وہ اِن تھوڑے سے دنوں کے قلیل سے قیام کو اپنی مستقل منزل کے قیام سے بدل لینے میں کوشاں رہے (دنیا میں جنت کو بدل لیا) ؛ 18۔اور اپنے منتقل ہو جانے اور بدل جانے والے مقام کیلئے کچھ نیک اعمال بجالائے ؛ 19۔مبارکباد کے قابل ہے وہ سلامتی پسند دل جو اپنے ہادیؐ کی مسلسل اطاعت کرتا رہے ؛20۔اور اُس سے اجتناب اور دوری اختیار کرے جو تباہی کی طرف لے جانے والا ہو ؛21۔اور سلامتی کی راہ پر جا پہنچے اور اپنے ہدایت کار کے حکم کی اطاعت کرے اور اس کی فراہم کردہ بصیرت سے کام لے ؛ 22۔اور ہدایت کے دروازے بند ہونے سے پہلے پہلے ہدایت سے فیضیاب ہو جائے ؛ 23۔اور ہدایت کے اسباب اور ذرائع کے منقطع ہو جانے سے پہلے ہی کامیابی حاصل کر لے ؛ 24۔اور توبہ کا دروازہ کھلوا لے ؛ 25۔اور گناہ کے داغ مٹا لے 26۔اور یقین سے

راہِ راست پر قائم ہو جائے؛27۔اور واضح طریق کار پر ہدایت یاب ہو جائے۔

(مفتی جعفر خطبہ نمبر 212،علی نقی 205،احسن 209 نہج البلاغہ)

89۔ اللہ کے عدل اور حُکم ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ کسی قانون، کسی اسکیم اور کسی کام میں خرابی نہ ہو

عربوں کو اور ساری نوع انسان کو بتایا گیا کہ اگر تم اللہ کی منشا اور مرضی کے مطابق عمل کرو گے تو تمہارے تمام عیب اور ہر قسم کی خامیاں دور ہوتی چلی جائیں گے اور تم سَر بلند کر کے ترقی کی راہ پر بڑھتے چلے جاؤ گے۔ اللہ کے نظامِ کائنات میں کسی قسم کا عیب نہیں ہے۔ اُس نے اِس بے عیب نظام کو بے عیب راہنماؤں کی تحویل اور انتظام میں رکھا ہے اور ہر وقت اُن راہنماؤں کی ترقی اور بلندی مدنظر رکھتا ہے۔ تا کہ اُن کے نشانِ راہ پر قدم بقدم چلنے والے انسان بھی اُسی معیار پر آگے بڑھتے چلے آئیں اور ان میں بھی کسی عیب و نقص و خامی کا گزر نہ ہو سکے۔ جیسا کہ کائناتی راہنماؤں کو تیار کرنے والے خانوادہ میں کسی قسم کی کمی اور خرابی داخل نہ ہو سکی اور اللہ نے فخر سے فرمایا کہ:

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ O (الانبیآء 21/92)

"تمہاری یہ اُمت یقیناً پہلی اور تنہا ایسی اُمت ہے جس کو میں نے پیدا کیا میں نے پال پوس کر تیار کیا ہے چنانچہ تم صرف میری عبادت میں مصروف رہو۔"

(انبیاء 21/92)

انبیاء علیہم السلام کی اسی اُمت کیلئے حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ 209/4-5 میں فرمایا ہے کہ تخلیق کے تمام مراحل میں جہاں بھی اور جب بھی اللہ نے مخلوق کو دو گروہوں میں یا دو حصوں میں لکھا تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دونوں گروہوں کے بہترین گروہ میں

رکھا تھا۔ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر 209 جملہ نمبر 4)

90۔ حرام اور حرام کاری سے دُور دُور رہتے ہوئے ترقی پر گامزن رہنا

اور ہم نے اگلے جملے (209/5) کا ترجمہ قارئین کی سہولت کیلئے کیا تھا ورنہ حضور علیہ السلام نے اپنے جُملے میں زنا کا لفظ نہیں بولا ہے بلکہ لفظ ''عَاھِرٌ'' فرمایا تھا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ نسب میں نہ کوئی ''عَاھِر'' گزرا ہے نہ کسی ''فاجر'' کا اُس خاندان سے سابقہ پڑا ہے۔ یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ نہ عاھر کے معنی زانی ہیں اور نہ فاجر ہی زانی کو کہتے ہیں۔ مگر عاہر اور فاجر جس راستے پر چلتے ہیں یا چلاتے ہیں وہ راستہ زنا ہی کی طرف لے جاتا ہے۔ لہٰذا فاجر اور عاھر اس شخص کو کہا جائے گا جو اپنی جنسی قوت کو محفوظ رکھنے کی فکر نہ کرتا ہو۔ اور اس سے لطف اندوزی کی فکر میں رہتا ہو۔ اور اُسے بہانے اور پگھلانے اور گھلانے کی راہیں تلاش کرتا ہو۔ اِسی پر اپنی توجہ مرکوز رکھتا ہو۔ اِسی کیلئے کام کرتا ہو۔ اسلئے ان دونوں الفاظ کے سستے اور آخری معنی زناکار کر لئے جاتے ہیں۔ مگر در حقیقت زنا ایک آخری فعل یا واقعہ ہوتا ہے۔ اُس تک پہنچنے کیلئے درمیان میں آنے والی منزلوں میں سے عاہر اور فاجر کی منازل ہیں۔ فاجر اور بھی گھٹیا لفظ ہے یہ لفظ ایسے آدمی کو ظاہر کرتا ہے جس میں شرم وحیا نہ ہو جو نہ اپنی عزت کا خیال رکھتا ہو نہ دوسروں کی حُرمت کی فکر کرتا ہو۔ جس کی باتیں جنسیات میں ہیجان اور بہاؤ پیدا کرتی ہوں۔ یہ دونوں الفاظ لا کر حضرت علی علیہ السلام نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانوادہ اور نسل میں بدکار اور زانی تو درکنار اُس نسل میں تو کوئی ایسا شخص بھی نہیں گزرا جس میں کسی طرح کا جنسی ہیجان پایا جاتا، یا جو کسی صورت اور کسی مقدار میں پارسائی اور تقویٰ کے خدائی معیار پر پورے نہ اُترتے ہوں اسی لئے اللہ نے اس نسل کی مدح وثنا کی ہے اور بار بار فرمایا ہے کہ:

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ o (المؤمنون 23/52)

''تمہاری یہ اُمت یقیناً وہ پہلی اور واحد اُمت ہے جسے میں نے وجود بخشا اور تربیت و پرورش کیا لٰہذا تم صرف میرے لئے تقویٰ اور پارسائی برقرار رکھو۔ (23/52)

نوٹ کریں کہ یہ شان کسی اور خاندان یا نسل کے حصے میں نہیں آئی ہے۔اور سابقہ آیت (21/92) سورہ انبیاء علیہم السلام میں یہ بتاتی ہے کہ یہ اُمت یا نسل وہ اُمت یا نسل ہے جس نے انبیا علیہم السلام کو جنم دیا۔ دودھ پلایا۔ اُن ہی کے گوشت پوست اور خون سے نبیوں کا جسم گوشت پوست اور خون بنا اُن ہی سے انبیاؑ کو عادات وصفات و خصلتیں اور قدرتیں ملیں۔ اُن ہی کی پوزیشن کو دو الفاظ یعنی ''احسن التقویم'' سے ظاہر فرمایا گیا۔ (التین 95/4)

91۔ اللہ نے حضرت آدمؑ اور تمام انبیاؑ کو ملا کر وہ نسل پیدا کی تھی جس سے خانوادہ محمدؐ برآمد ہوا

بہرحال محمدؐ و عبدؑ اللہ۔ ابو طالبؑ ،عبدالمطلبؑ اور حضرت ہاشم علیہم السلام وہ ذواتِ مقدسہ ہیں جن پر تمام انبیاؑ عموماً اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام خصوصاً فخر کرتے رہے ہیں۔ اور خود اللہ نے قرآن میں طرح طرح اور بار بار فخر فرمایا ہے اور بطور فخر ہی یہ فرمایا ہے کہ:

وَتِلۡكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيۡنٰهَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ عَلٰى قَوۡمِهٖ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌO وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ كُلًّا هَدَيۡنَا وَنُوۡحًا هَدَيۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيۡمٰنَ وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡسُفَ وَمُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ

وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ O وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ O وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ O وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ O ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ O اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ...(انعام 6/83-90)(اس سورہ میں ایک آیت آگے پیچھے کا فرق رہے گا)

"یہ تھیں ہماری وہ حجتیں اور طاقتیں جو ہم نے ابراہیمؑ کو اُن کی قوم کے مقابلے میں عطا کر رکھی تھیں۔ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیا کرتے ہیں حق یہ ہے کہ اَے محمدؐ تیرا پروردگار بہت حکمت اور دانائی کا مالک ہے۔پھر ہم نے ہی ابراہیمؑ کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد عطا کی تھی۔اور ہر ایک کو راہ راست دکھائی تھی۔وہی راہ راست جو اُن سے پہلے ہم نوحؑ کو دکھا چکے تھے۔اور نوحؑ ہی کی نسل سے ہم نے داوٗدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ھارونؑ کو پیدا کیا تھا اور ہدایت بخشی تھی۔یوں ہی ہم احسان پیشہ لوگوں کو اُنکے احسانات کی جزا دیا کرتے ہیں۔اُسی کی اولاد سے زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو سرفراز کیا تھا۔اور اُن میں ہر شخص صالح تھا۔اُن ہی کے خانوادہؑ سے اسماعیلؑ اور اَلْیَسَعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کو راہ راست پر قائم رکھا تھا اور اُن میں ہر ایک کو ہم نے سارے عالمین پر بزرگی عطا کی تھی نیز اُن کے باپؑ دادوںؑ کو اور اُن کی اولادؑ و ذریتؑ کو اور اُن کے بھائی بندوں کو ہم نے مجتبیٰ بنا کر نوازا تھا۔اور سب کو صراط مستقیم پر

قائم رکھا تھا یہ سب لوگ اللہ کی مجسم ہدایت تھے جن کے ذریعے سے اللہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے۔ اگر کہیں ان ہادیوں نے بھی نظام شرک سے تعلق رکھا ہوتا تو اُن کے بھی تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔ یہ وہی لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کی تھی۔ اب اگر یہ قریشی قوم اس خاندان کی حقیقت کو چھپاتے ہیں تو چھپانے دو یقیناً ہم نے اُن پر ایک ایسی قوم کو وکیل بنا رکھا ہے جو کفر کرنے والی قوم نہیں ہے۔ اَے محمدؐ یہی لوگ ہیں جو اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں۔ تم بھی اِن ہی کی اقتداء اور پیروی کروؓ'

92۔ آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک مسلسل پاک و پاکیزہ نسل موجود رہی ہے جس کی اتباع خود محمدؐ پر واجب تھی۔

یہ ہے وہ اُمت واحدہ جس نے نبیوں اور رسولوں کو جنم دیا۔ پالا پوسا تربیت و تعلیم دیا اور اس اُمت واحدہ نے مل کر خانوادہ نبوت کو تیار کیا۔ لہٰذا اُن میں کسی عاھر و فاجر کے وجود کا وہم تک بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ پوری نسل یا نبیؑ تھے یا رسوؐل تھے یا نبیوں اور رسولوں کو جنم دینے والے دودھ پلانے والے پال پوس کر تعلیم و تربیت دے کر جوان کرنے والے تھے۔ یہ سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم تک مجتبیٰ مُرتضیٰ اور مصطفیٰ تھے۔ یہ ساری کائنات اور تمام عالمین سے افضل و اعلیٰ تھے۔ یہ سب پروردۂ خالقِ کائنات تھے۔ اُن کے مرد، عورتیں اور بچے سب ایک دوسرے سے بڑھ کر تھے۔ یہ تھے وہ حضرات علیہم السلام جن پر نوع انسان کی لامحدود ترقی کا انحصار تھا۔ یہ تھے وہ حضرات جن کی محنت اور بصیرت محمدؐ کی صورت میں سامنے آئی تھی۔ جن کی زوجیت میں آجانے والی مستورات بھی پوری نوع انسان سے الگ اور جنسی تعلق سے بلند اور حرام و محترم ہو جائیں۔

اور اُن کے رحم اور رحموں سے پیدا ہونے والی بیٹیوں کے لئے کُفو اور جوڑی خانوادہ سے باہر کوئی نہ رہے۔ جو جسم و جان ولختِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن جائیں اور سادات کے علاوہ سب پر حرام ہو جائیں۔ اور کسی صورت نسب محمدؐی سے الگ نہ کی جاسکیں گی۔

93۔ نسب ونسلِ محمدؐ دُنیا وآخرت وقیامت میں محمدؐ کے ساتھ وابستہ وہم آہنگ رہے گا

یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ مذکورہ بالا آیات (6/83-90) کی رُو سے اس خانوادہ کا ہر ہر فرد، عورت ہو یا مرد، مجسم راہنمائی اور راہنما ہے جن کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کی راہنمائی کرتا چلا آیا ہے اور کرتا چلا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ ذٰلِکَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ... (6/88) مسلسل فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی چنانچہ اَے نبیؐ تم بھی ان کی ہدایت کی اقتداء اور پیروی کرو۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ (6/90)

لہٰذا یہ بات صاف اور واضح ہو جانا چاہئے کہ اس اُمتِ واحدہ اور اِس خدائی پروردہ خاندان کی عورتیں بھی ہدایت اور ھادی اور راہنما ہیں۔ لہٰذا وہ کسی گمراہ کی یا ہدایت و راہنمائی کے محتاج شخص کی کفو یا جوڑی یا زوجہ نہیں بنائی جاسکتیں۔ ازواج نبیؐ کے ساتھ ان کو بھی تا ابد حرام قرار دیا گیا ہے۔ (33/53)

94۔ ساقط ہو جانے والے انساب سے نسبِ رسوؐل کا الحاق نہیں کیا جاسکتا

اور اسی لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ:

فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ O (23/101)

”جب صور پھونک دیا جائے گا تو اُس روز تمام نسب اور رشتہ داریاں ختم ہو جائیں گی اور وہ اس سلسلے میں کوئی سوال بھی کریں گے۔“

اور ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ’’ **کُلُّ نَسَبٍ مُنقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا نَسَبِیْ** ‘‘

’’قیامت میں میرے نسب کے سوا ہر نسب مُنقطع ہو جائے گا۔‘‘

(ارشاد القلوب حصہ اوّل صفحہ 34-33 علامہ ابو محمد حسن بنی ابی الحسن دَیلمی، علامہ حِلّی ۷۷۱ھ کے ہم عصر تھے)

مسلسل لکھا ہے کہ:

’’اور جو شخص آنحضرت صلعم کے جتنا قریب ہوگا اُتنا ہی عظیم القدر اور شریف الذکر ہوگا اور اُس شخص کے مقابلہ میں زیادہ قابل فخر ہوگا جس کو یہ بات حاصل نہ ہو۔ **فَکَفٰی بِنَا فَضْلًا عَلٰی مَنْ غَیْرِنَا +قُرْبُ النَّبِیّ مُحَمَّدٍ اِیَّانَا** (باعتبارِ فضیلت دوسروں کے مقابلے میں ہمارے لئے محمد مصطفیٰؐ کی نسبی قرابت کافی ہے)(ایضاً صفحہ 34)

لہٰذا رسوؐل زادیاں غیر سادات میں یعنی منقطع ہو جانے والے انساب میں منسوب نہیں کی جا سکتیں۔ اِسی لئے اللہ نے اپنے پروردہ خانوادہ کی ارحام کو باقی نوع انسان پر تا اَبد حرام کیا ہے۔

95۔ خودساختہ انساب قبول نہیں ہر شخص کو اُس کے باپ اور نسب سے پکارنا پسندیدہ ہے

اللہ نے مستقبل میں حکم دے دیا ہے کہ آئندہ ہر شخص کو اُس کے حقیقی والد اور صحیح نسب سے پکارنا اور منسوب کرنا چاہیئے اور اُس عربی اور قریشی طریقے اور دستور کو بند کر دیا جس میں انساب کی قید کو اُٹھا کر رکھ دیا تھا۔ اور جس کو جس سے چاہے منسوب کر کے باپ اور بیٹوں کو اور تمام خاندانوں کو خلط ملط کر رکھا تھا۔ اور اسلام میں ضروری تھا کہ ہر نسب اور

ہر خاندان کا الگ الگ تشخص ہو، تا کہ کفو کا تعین کرنا اور مناسب جوڑے بنانا آسان ہو جائے۔ اسلئے قدیم طریقے کو ختم کرنے کے لئے فرمایا کہ: ......وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ O اُدْعُوهُمْ لِاٰ بَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِندَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَآءَ هُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَا اَخْطَاْ تُم بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا O(33/4-5)

''اور تم نے اپنے دعوے اور طریقے کے مطابق جن کو اپنا بیٹا بنا رکھا ہے وہ تمہارے بیٹے نہیں ہیں۔ یہ دعوے اور طریقے صرف تمہاری غلط افوا ہیں ہیں اور اللہ ہی حقیقی بات کہتا ہے اور وہی صحیح راستے اور طریقے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ تم لوگ آئندہ تمام بیٹوں کو اُن کے حقیقی باپوں کے نام سے پکارا کرو اللہ کے نزدیک یہی بہترین قسط یا انصاف ہے۔ چنانچہ اگر تم اُن کے حقیقی باپوں کا علم نہیں رکھتے تو غلط باپوں کے ناموں سے پکارنے کے بجائے دینی بھائی کہہ کر یا خادم کہہ کر پکار لیا کرو۔ غلطی سے پکارنے پر تمہارے ذمہ کوئی جرم عائد نہیں ہوتا البتہ جان بوجھ کر عمداً غلط پکارنا گناہ و جرم ہے۔ ویسے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

مطلب واضح ہے کہ آئندہ شادی بیاہ اور جنسی تعلقات بلا کفو قائم نہ کئے جائیں گے۔

96۔ نبیؐ اور نبیؐ کے ارحام والے حضرات ساری نوع انسان سے بلند و بالا، اور نبیؐ کی ازواج اور ارحام باقی نوع انسان پر حرام

مسلسل اللہ نے خانوادہ محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کی درجہ بندی اور اختیار بیان فرما دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ وَاُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا O(33/6)

''یہ نبی محمدؐ تمام صاحبانِ ایمان پراُن کی اپنی ذاتوں سے بھی بڑھ کرحکمران اورمختار ہیں اور نبیؐ کی ازواج صاحبانِ ایمان کی مائیں ہیں۔اور نبیؐ کے صاحبانِ ارحام کتاب اللہ کی رُو سے آپس میں بھی اورتمام مہاجرین اورصاحبانِ ایمان میں بھی سب سے بڑھ کرحکمران اور مختار ہیں۔البتہ اگرکوئی کتاب اللہ میں لکھے ہوئے کے مطابق کسی اورحاکم کے ساتھ سلوک کرنا چاہےتو کرسکتا ہے۔''

اِس آیت میں محمدؐ اورمحمدؐ کے خانوادہ کے مرد ایک ایسا گروہ قرار پاتے ہیں جوساری اُمت سے افضل واعلیٰ اورسب پرحکمران ہے۔پھرخانوادہ محمدؐ کے اَرحام اورازواج ایک الگ گروہ ہے جوساری اُمت پرحرام ہے۔یعنی تمام عورتیں اُمت پرحرام اوربمنزلہ والدہ ہیں۔اس حد بندی میں یہ طے ہوگیا کہ اُمت کی مستورات یا ارحام نبیؐ اورمردمانِ اہل بیتؑ کے لئے جائز ہیں۔یعنی اُمت کی پچاس فیصد تعداد کی پاکیزگی کی ذمہ داری محمدؐ اورخانوادہ محمدؐ کے ذمہ ہےاوراُسی پچاس فی صد سےیعنی ارحام سےنسلی افزائش وقوع میں آئے گی اورآئندہ ترقی پذیرنسلوں کا وجودمیں آنا اورترقی کرنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے نظام کی ذمہ داری ہوگی

97۔ <u>کُفو میں مرد اگرعورت سے کچھ بڑھ کرہوں تونسل ترقی پذیررہے گی،مردوں کا عورتوں سے گھٹیا ہونا تباہ کُن ہوگا۔</u>

لفظ''کُفو'' قرآن کریم میں استعمال ہواہے۔اور بتایا گیاہے کہ اللہ کا کوئی بھی کُفو نہیں ہے۔وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌO (112/4)،اِسی طرح باقی مخلوق میں ''محمدؐ''

کا کوئی کفو نہیں ہے۔اور ہر سربراہِ اسلام علیہ السلام کا اُس کے عہد میں کوئی کفو نہیں ہوتا۔ عورت اور مرد میں جنسی تعلق کیلئے کفو ہونا اسلئے ضروری اور لازم اور واجب ہے کہ اُن سے موزوں ترین اولاد پیدا ہو۔ 1 نسلی و خاندانی 2 ونسبی 3 تفاوت، 4 قدوقامت کا تفاوت،5 خدوخال و 6 تربیت و7 تعلیم و 8 تہذیب کا تفاوت،9 عمروں میں ، 10 پیشوں میں، 11 آب وہوا میں، 12 خصائل وعادات میں تفاوت،13 مسلک وملت میں ناجائز تفاوت، الغرض ہر وہ تفاوت جو کسی طرح بھی اور کسی مقدار میں بھی اولاد پر مُضر اثر ڈالے اور ترقی میں رکاوٹ بنے غلط ہے، 14 آسودہ حالی،15 محنت کشوں سے میل نہیں کھاتی،16 سرمایہ داری قلاشوں اور، 17 کنگالوں کو راس نہیں آتی، 18 کنجوسی اور سخاوت ساتھ ساتھ نہیں چلتے، 19 عاقبت اندیشی اور کوتاہ نظری ساتھی نہیں بن سکتے۔ 20 نیک طینتی اور بدباطنی ہم سفر نہیں رہتے۔

98۔ عُذرات صحیح ہوں یا غلط، انسانی ترقی میں حارج ہوتے ہیں۔دَورِ نبوّت واماّمت کا فرق جابرانہ قائم ہوگا

یہاں رُک کر ہم اہلِ عقل وبصیرت سے سوال کرتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ کیا یہ بیس عدد تفاوت شوہر وزوجہ میں کسی بھی حیثیت سے مُفید ہوسکتے ہیں؟اور کیا یہ تفاوت انسانی جوڑوں کی کثرت میں موجود نہیں ہیں؟اور کیا آپ یہ نہیں مانتے کہ بہترین اولاد ونسل پیدا کرنے کے لئے انسانی جوڑے میں کفو کی شرائط سو فیصد پوری کرنا لازم وواجب ہے؟اور یہ کہ نسل انسانی میں جتنی خرابیاں، خامیاں اور کمزوریاں موجود ہیں وہ سب کفو کی پرواہ نہ کرنے سے پیدا ہوئی ہیں؟اور کیا ایک بُری نسل پیدا کرنے سے یہ بہتر نہیں ہے کہ انسان شادی ہی نہ کرے یا اِس میں تاخیر کرے؟........ **ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ**

مِنۡکُمۡ وَاَنۡ تَصۡبِرُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ O (4/25)

98 (الف)۔ کُفو سو فیصد صحیح مگر صرف بے بسی نسلیں تباہ کر دیتی ہے

کُفو کے مسئلے کو فی الحال سامنے سے ہٹا دیجئے اور روزمرہ پیش آنے والی ایک صورت حال سامنے لائیے۔ایک نہایت حسین اور موزوں جوڑا ہے۔کافی انتظار اور تمناؤں کے بعد شادی اور وصال حبیب میسر ہوا ہے۔شوہر دن دونی اور رات چوگنی ہوتے چلے جانے والی محبت وشوق سے گلے میں باہیں ڈال کر لپٹا لیتا ہے۔دُلھن سمٹ کر جزو بدن ہو جانا چاہتی ہے۔شوہر دن بھر ہم آغوش ہونے کے مواقع تلاش کرتا رہتا ہے۔دونوں تاک لگائے منتظر رہتے ہیں۔ہر دفعہ چند لمحوں کیلئے دونوں پر بے خودی اور بے ہوشی چھا کر رہ جاتی ہے۔نزدیک آتی ہوئی پاؤں کی آہٹ چونکاتی ہے تو جلدی سے سنبھل کر جُدا ہو جاتے ہیں۔بھرا پُرا خاندان ہے۔تنہائی عنقا ہے۔دن دن بھر اشتیاق و اُمنگوں کے سہارے گزرتا ہے۔اِدھر جذب وانجذاب اور تمناؤں کا یہ عالم اور اُدھر ہر نگاہ شوق کے ساتھ دُلھن کا دل دھک سے ہو کر رہ جاتا ہے۔جوں جوں شوہر کا جذبہ شوق بھڑکتا نظر آتا ہے۔دل کانپ کر دعا کرتا ہے ”خُدایا یہ ہمیشہ ایسے ہی رہیں۔یا اللہ اُن کی محبت اور توجہات میں کبھی کمی واقع نہ ہونے دینا“ شوھر کی محبت کا بڑھنا ایک نامعلوم خطرے کا اعلان ہے۔صحت ترقی کے بجائے گھُلتی معلوم ہوتی ہے۔سر پر ایک تلوار لٹکتی نظر آتی ہے ”خدایا یہ ہمیشہ ایسے ہی رہیں“ یہ دعا سانسوں کا جُز بن گئی ہے مگر اطمینان کی کوئی صورت نہیں۔کوئی یہ یقین دلانے والا نہیں کہ تمہارا شوہر ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔اسی دوران شوہر کی امانت اُس کے بطن میں آجاتی ہے۔ہر سانس میں سمایا ہوا خوف سر پر لٹکتی ہوئی تلوار۔دل کی گہرائی میں اُتری ہوئی بے اطمینانی حمل پر اثر انداز ہونا لازم بچہ زیرِ تخلیق ماں کا خوف وحزن اور خطرہ بچہ کے

قلبی و ذہنی ماحول میں کیا کچھ جذبات و احساسات پیدا کرے گا؟ ایک پیدائشی رنجور و مخزون بچہ ایک بے اطمینان و ڈرپوک و بزدل بچہ بن رہا ہے۔ محبت کا دباؤ اور مستقل خطرے کا نتیجہ تیار ہو رہا ہے۔ سر پر لٹکنے والی تلوار کا اثر رگ رگ میں پیوست ہوتا جا رہا ہے۔ اچانک تصور میں وہ حسین مگر مرجھایا ہوا اجاڑ چہرہ پھر جاتا ہے جسے دس پندرہ سال پہلے شادی کے بعد طلاق دی گئی تھی وہاں بھی محبت و جوش کا یہی حال تھا۔ اچانک پانسہ پلٹ گیا تھا۔ اس کی دلدوز و جگرسوز کہانی شوہر کی محبت بھری چمک دار نظروں میں ہو کر دلھن پر اثر انداز ہوتی تو بے ساختہ منہ سے وہ دعا نکلتی کہ خدایا یہ ہمیشہ ایسے ہی رہیں۔ یہاں شوہر ویسا ہی رہا دعا مقبول ہوگئی مگر طلاق کی تلوار برابر سر پر لٹکتی رہی۔ بچے مع دلھن بیماروں سے بدتر وجود پاتے رہے۔ کاش یہ علما کی فراہم کردہ مستقل ذہنی تلوار نہ ہوتی تو نسل تندرست و توانا ہشاش و بشاش اور پہاڑوں سے ٹکرا جانے والی وجود پاتی۔ یاد رکھو کہ کفو ناقص تھا۔ دونوں اختیارات میں ہم پلّہ و ہم سر نہ تھے۔ استحصال کے خوف نے ساری مسرتوں اور تمناؤں پر پانی پھرا دیا۔ زندگی محبت کے آغوش میں رہتے ہوئے بھی اجیرن ہوگئی۔ لہٰذا کفو کی طرف سے کبھی لاپرواہ نہ ہو جایئے ورنہ مذکورہ بیس نقائص کا دور کر لینا بھی کافی نہ ہوگا۔ یعنی کفو میں تفاوت کو لاتعداد سمجھئے۔ گنتی پر کبھی مطمئن نہ ہو جایئے۔ اُن عیوب کو پردوں سے باہر لا کر برہنہ صورت میں سامنے رکھئے جو ادوارِ نبوت کے دانشوروں نے تہہ در تہہ پردوں میں لپیٹ کر اور مقدس بنا کر انسان کو سونپے ہیں۔

98(ب)۔ <u>وہ ازدواج ہرگز اسلامی نہیں ہوسکتا جس میں عورت اور مرد ایک دوسرے کو ستانے کا حق رکھتے ہوں۔</u>

شادی بیاہ کرنے کا جو طریقہ رائج چلا آ رہا ہے اگر وہ طریقہ قرآن کریم اور رسول

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اللہ کی منشا و رضا مندی اور احکام کے مطابق ہوتا تو لازم تھا کہ شادی کے نتائج بھی وہی ہوتے جو منشائے خدا و رسولؐ تھا۔ اسکے برخلاف یہ شادیاں یا نکاح پوری نوع انسان کیلئے مصائب و آفات کا پیش خیمہ اور بنیاد بن کر رہ گئے۔ قریش نے ازدواجی زندگی کو اپنی سابقہ جنسیات کی طرف لانے کے لئے کیا کچھ کیا؟ ہم جلد ہی بیان کریں گے یہاں تو لامحدود ترقی کی طرف بڑھنے والے پروگرام میں یہ دیکھ لیں کہ رشتہ ازدواج میں کُفو کا برقرار رکھنا ایک کلیدی مقام رکھتا ہے۔ شوہر و زوجہ کا کُفو ایک ایسی بنیاد ہے جس پر نوعِ انسان کی ترقی کی تعمیر ہوگی اور جب کُفو موزوں ہوگا تو دونوں کی رغبت اور رضا میں بھی اختلاف ناممکن ہو جائے گا لہٰذا رغبت اور رضا میں ہم آہنگی پیدا کرنے ہی کے لئے کفو پر تاکید آئی ہے۔

99۔ طلاق قرآن میں مذکور بدترین و ناگوار ترین رعایتی صورتِ حال ہے جو دَورِ امامتؑ میں منظور نہیں۔

یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ قرآنی رعایات صرف بگڑے ہوئے معاشرے کو اصلاح کی طرف لانے کے لئے دی گئی تھیں۔ وہ مستقل رعایات نہیں ہیں۔ لہٰذا اُن کا بعد رسولؐ دورِ امامت میں مستقل طور پر جاری رہنا ایسا ہی ہے جیسے بگڑے ہوئے معاشرے کو مستقل طور پر برقرار رکھنا۔ لہٰذا بگاڑ کو جبراً اور قوت کے ساتھ روک دینا لازم ہے۔ بہرحال یہ بات مسلّمات میں سے ہے کہ طلاق شوہر و زوجہ میں اختلاف و ناچاقی کی وجہ سے پیش آتی ہے اور اختلاف و ناچاقی کفو میں گڑبڑ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر کفو موزوں ہے تو اختلاف و ناچاقی ناپید ہو جائیں گے۔ اور طلاق کی ضرورت نہ ہوگی۔ اگر طلاق کو جاری رکھا جائے اور غلط کفو پر شادیاں ہوتی رہیں تو اختلاف اور ناچاقیاں پیدا ہوتی رہیں گی اور طلاق

ہوتے رہیں گے۔لہٰذا طلاق علاج نہیں ہے مستقل مصیبت ہے۔لہٰذا یہ اسلامی چیز نہیں ہے۔نہ اسلامی حکم تھا۔عربوں وغیرہ کا اپنا اجتہادی فیصلہ تھا جسے ختم کرنے کے لئے مسئلہ کفو اسلامی حکم ہے۔اور اپنے ہر ہر پہلو کے ساتھ اسلامی ریکارڈ میں بیان ہو چکا ہے۔طلاق کی رعایت بھی بڑی چھان پھٹک اور تفتیش کے بعد دی گئی ہے۔دونوں فریق کی طرف سے ثالثوں کا مقرر کیا جانا،قصور اور قصور وار کا پتہ لگانا۔صلح و اصلاح کی کوشش کرنا،دونوں فریق پر دباؤ ڈالنا وغیرہ وغیرہ۔مگر مسلمانوں میں یعنی سُنیوں میں اور شیعوں میں تو طلاق کو سو فیصد آزادانہ مرد کا حق مانا اور فریب سے اسلام کے نام پر دیا اور استعمال کیا جاتا ہے۔اور نکاح کے فوراً بعد سے لے کر جب چاہے عورت کو جھٹک کر الگ کر دیا جاتا ہے۔اگر طلاق کو اسلامی حکم یا فیصلہ منوانا ہو تو ہمیں ایسی آیت یا آیات کی نشاندہی کرنا ہوگی جس میں اللہ نے کچھ اس طرح کا مفہوم بیان کیا ہو کہ:

''اے مومنین تم جب چاہو،زوجہ کی رضامندی اور اطلاع کے بغیر اُسے طلاق دے سکتے ہو۔''

اگر ایسی یا اس مفہوم کی آیت قرآن میں آپ کو نہ ملے تو طلاق اسلامی حکم یا فیصلہ یا قانون نہیں ہے۔اس کے علاوہ جو کچھ قرآن میں ملتا ہے وہ ناگواری کے ساتھ ایک رعایت ہے اور بس۔قرآن میں ہمیں یہ تو ملتا ہے کہ رسوؐل اللہ سے حکم دِلوایا جا رہا ہے کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق نہ دے بلکہ زوجہ سے وابستہ رہ اور خدا سے بچ کر رہ (33/37) مگر وہ شخص اللہ اور رسوؐل کے حکم اور مرضی کے خلاف طلاق دے دیتا ہے (33/37) مگر ہم کہیں قرآن میں یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ و رسوؐل طلاق دینے پر خوش ہوئے ہوں یا طلاق کو زوجہ کی رضامندی کے خلاف کہیں شوہر کا حق قرار دیا ہو اس کے سراسر خلاف اللہ نے تو شرائط نکاح و اجر نکاح

طے ہو جانے کے بعد بھی دونوں کو دونوں کی رضا مندی کا پابند رکھا ہے اور یہ پابندی مستقل ہے اس کے خلاف ہمیں کوئی بات منظور نہیں ہے جب تک خو اللہ اپنے حکم اور فیصلے کے خلاف حکم نہ دے اور وہ مخالف حکم ہمیں قرآن سے نہ دکھا دیا جائے۔ اور قارئین جانتے ہیں کہ اللہ اپنے حکم کے خلاف حکم ہرگز نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اِن لوگوں کو قرآن میں دونوں کی رضا مندی کے خلاف عمل درآمد کا حکم مل نہیں سکتا۔ بہرحال ہم یہاں ایک آیت لکھتے ہیں اور آیت بھی ایسی ہے کہ جس پر سنی اور شیعہ علما میں جھگڑے ہوتے رہے ہیں۔ سنئے فرمایا گیا ہے کہ:

...... وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًاO(4/24)

علامہ مودودی کا ترجمہ:

''اِن کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں اُنہیں اپنے اموال کے ذریعہ سے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ حصارِ نکاح میں اُن کو محفوظ کرو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو۔ پھر جو ازدواجی زندگی کا لطف تم اُن سے اُٹھاؤ اس کے بدلے میں اُن کے مہر بطور فریضہ کے ادا کر دو۔ البتہ مہر کی قرارداد ہو جانے کے بعد آپس کی رضا مندی سے تمہارے درمیان اگر کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ علیم و دانا ہے''۔

(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 341-339)

فی الحال اس ترجمے سے ہم تعرض نہیں کرتے۔ اُسے اسی حال میں رکھ کر ترجمہ کے آخری جملوں پر غور فرمائیں کہ اللہ نے مودودی کی زبانی یہ فرمایا ہے کہ نکاح میں مہر وغیرہ طے ہو جانے کے بعد شوہر و زوجہ اپنی رضامندی سے کوئی بھی سمجھوتہ کرنے میں مختار ہیں۔ اس بیان کے بعد یہ سمجھنا کہ بقول مودودی مہر طے ہو جانے کے بعد شوہر زوجہ کی مرضی کے خلاف معاہدہ نکاح کو ختم کرنے کا اختیار رکھتا ہے قریش کی سمجھ ہے۔ قرآن یا اللہ سے ملی ہوئی سمجھ نہیں ہے۔ لہٰذا نکاح کی آخری بات بھی آپس کی رضامندی سے طے ہوگی اور نکاح و مہر کی بعد برابر دونوں آپس کی رضامندی کے پابند رہیں گے۔ دونوں میں سے کوئی ایک بھی نکاح پر اثر انداز ہونے والے عمل درآمد میں مختار نہ ہوگا۔ لہٰذا جُدا ہونا ہے تب بھی آپس کی رضامندی سے ہوں گے اور ساتھ رہنا ہے تو بھی آپس کی رضامندی سے رہیں گے۔ لہٰذا طلاق ایک بے معنی اور غیر قرآنی چیز ہے۔

99 (الف)۔ __نکاح والی آیت عربوں کے آزاد جنسی نظام کو روکتی ہے اور شوہر کے مال کو زوجہ کے تصرف میں دیتی ہے اور استقلال کو عارضی کرتی ہے__

اب ہم اپنے قارئین سے کہیں گے کہ اس آیت میں لفظ مہر استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ لفظ قرآن کا مردود لفظ ہے۔ قرآن کریم نے اس لفظ کی تمام شاخوں کو قرآن سے دور رکھا ہے۔ مگر سُنی اور شیعہ علما نے سازشاً اس لفظ کو قرآن کے ترجمہ میں داخل کیا ہے۔ چنانچہ تمام قارئین نوٹ کرلیں کہ لفظ مہر غیر قرآنی و غیر اسلامی لفظ ہے قرآن میں تمام جگہوں پر عموماً اور اس نکاح والی آیت (4/24) میں خصوصاً بطور فریضہ لفظ ''اجر'' استعمال ہوا ہے۔ اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر نکاح کا دارومدار ہے۔ اِسی کو برقرار رکھنے کے لئے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ ''تم اپنے اموال کے ذریعہ سے نکاح کرو'' یعنی اپنی ہر

قسم کی دولت پیش کردو اور اس کے بدلے میں اُن عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرلو جو مندرجہ بالا حرام فہرست کے علاوہ ہیں۔ اور اپنے مطلوبہ مال کے بدلے میں تم سے جنسی تعلق پسند کریں۔ لہٰذا جس مال پر اور جتنے مال پر رضامند ہو جائے اُس کا ادا کرنا تم پر فرض ہے۔ اور جب بھی تم منکوحہ عورت سے استفادہ کرو اُنہیں مطلوبہ اور مفروضہ اجر ادا کر دیا کرو۔ لہٰذا استفادہ یا متعہ کے بدلے میں طے شدہ اجر کا ادا کرنا فرض ہے۔ اور ساری دنیا جانتی ہے کہ اَجر بدلے کو کہتے ہیں اور اجر و بدلہ عارضی چیز ہے۔ مستقل وظیفہ یا تنخواہ کو اجر نہیں کہا جا سکتا۔ اسی لئے قریشی دانشوروں نے یہاں مہر کی لفظ گھُسائی ہے جس سے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ:

> ''ایک دفعہ مہر ادا کر دو اور پھر مستقل استفادہ یا جنسی تعلق جاری رکھو۔ اور جب چاہو طلاق دیکر چھٹکارہ حاصل کرلو۔''

یہ سارا تصور اور عمل درآمد غیر قرآنی ہے خود ساختہ ہے۔ اور صورتِ حال کا نقشہ بدلنے کیلئے نکاح کے معنی بدل کر اُس کارروائی کو نکاح قرار دیا گیا ہے جو مولوی یا مُلا دلھن کے گھر پر کچھ پڑھ پڑھا کر ادا کرتے اور چھوہارے بانٹتے ہیں۔ ورنہ لفظ نکاح کے معنی نہ خطبہ نکاح ہیں نہ پڑھے جانے والے صیغے ہیں بلکہ نکاح وہ فعل ہے جو مرد وعورت جنسی تعلق میں انجام دیتے ہیں یعنی دونوں کے اندام نہانی یا اعضائے تناسل کا ایک دوسرے سے بھرپور رابطہ۔ مجامعت (Physical Intercourse) اس فعل کو نکاح کہتے ہیں۔ جتنی دفعہ بھی مرد وعورت یہ کام کریں گے تو ہر دفعہ اس کو ''نکاح کرنا کہا جائے گا'' تصور یہ دیا گیا ہے کہ ''نکاح ایک دفعہ ہوتا ہے'' اور وہ وہی رسم ہے جو بارات کی صورت میں آکر مولوی لوگ ادا کرتے ہیں۔ اور پھر ساری عمر جنسی تعلق یا مجامعت یا مباشرت جاری رہتی ہے۔ یہ قرآن

میں مذکور نہیں ہے۔ بیرونی یا خارجی تصور ہے۔ لہٰذا ہر دفعہ نکاح کا اجر دینا ہی فرض ہے، ساری عمر کا اجر طے ہو گیا ہمیں اختلاف نہیں کہ ایک دفعہ اس کا اجر ادا کر دیں یا اُس اجر کا نام مہر رکھ لیں۔ یا ہر دفعہ اجر ادا کریں۔ مگر یہ نہ کہیں ہے کہ قرآن نے اجر کو مہر کہا یا یہ کہ اجر یا مہر اللہ نے ایک دفعہ ادا کر دینے کا حکم دیا ہے۔ یعنی فریقین مختار ہیں نکاح اور مہر میں اپنی آزادی رائے سے جو فیصلہ کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ قرآن کے الفاظ اور اسپرٹ کے ماتحت صرف وہی صورت حال آتی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ تمہارا خود ساختہ طلاق میں لپٹا ہوا نہ دائمی نکاح آتا ہے نہ نکاح منقطع و متعہ آتا ہے۔ وہ ایک نکاح اور اجر سے لے کر ہزار نکاح اور اجر تک کرنے میں مختار رہتے ہیں۔ اور بس۔ لہٰذا باتوں کو بدل بدل کر اور اپنے خود ساختہ مطالب کو سنوار سنوار کر لکھتے اور بیان کرتے رہنے سے قرآن کے مفاہیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا وہ قواعد و قوانین کے مطابق مستقل رہتے ہیں اور سازش کھل کر واضح ہوتی چلی جاتی ہے۔ اگر عربوں کی سازش سامنے نہ ہوتی اور اُسے روکنا منظور نہ ہوتا تو نکاح کی اس آیت (4/24) میں یہ کہنے کی ضرورت نہ ہوتی کہ:

99(ب)۔ <u>سازش اور بدمعاشی کی وجہ سے اللہ نے نکاح کے متعلق ہر بات کو گھما پھرا کر قرآن میں فرمایا ہے</u>

''بشرطیکہ حصارِ نکاح میں ان کو محفوظ کرو نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو'' مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ ''یعنی عربوں کی طرف سے بقول مودودی بھی یہ خطرہ سامنے رکھا گیا ہے کہ یہ مخاطب مسلمان کسی نہ کسی ترکیب سے آزاد شہوت رانی شروع کر لیں گے۔ لہٰذا سیدھی سی بات کہنے میں بھی دو لفظ بڑھا کر بولے گئے ہیں۔ اصل مدعا تو صرف اس قدر تھا کہ:

.....اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًاO (4/24)

''حرام کردیئے جانے والی عورتوں کے علاوہ باقی تمام عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں کہ تم اپنے ہمہ قسمی اموال کے ذریعہ سے انہیں حاصل کرلو۔ چنانچہ جن عورتوں سے تم نے جتنے مال کے بدلے میں فائدہ اٹھانا طے کرلیا ہے وہ مال ومتاع بطور فریضہ اُن کو اُن کی اُجرت میں ادا کردو۔ اور تم پر یہ پابندی نہیں ہے کہ تم دونوں جس مال ومتاع پر اپنی رضا مندی بطورِ فریضہ دے چکے ہوں اس میں کوئی تبدیلی نہ کرسکو۔''

یعنی تم بار بار مقررہ اجر میں تبدیلی پر مختار ہو۔ اور قریشی زبان میں بات یہ ہوئی کہ مہر بار بار کم وبیش کرنے میں اور نئے نئے طریقے سے مقرر کرنے کیلئے دونوں رضامندی سے مختار ہیں۔ یعنی اسلام کے جنسی تعلقات میں کوئی ایک مستقل مہر نہیں ہوتا۔ اور نہ کوئی مستقل مدت مقرر ہوتی ہے۔ جو چیز مستقل اور لازوال ہے وہ دونوں کی سو فیصد رضامندی، خوشنودی اور ترقی ہے۔

99 (ج)۔ ادب اور تہذیب کو پردہ نہ بنائیں، نہ دھوکا دیں اور نہ ہی دھوکا کھائیں

ہم نے نکاح کے لئے جو کچھ لکھا ہے اُس پر غور کریں اور لغت سے آنے والی تشریحات سے تصدیق فرمائیں اور معلومات کی وسعت کے لئے یہ بھی نوٹ کرلیں کہ عمدہ نسل کی مادینوں کو گھٹیا نسل کے نروں سے محفوظ رکھنے کے لئے چھلّا اندامِ نہانی میں نتھ کی

طرح پہنا دیا جاتا تھا جس سے غلط نر کا جسم اندر نہیں جا سکتا۔ اس چھلّے کو ''نکاح'' کہتے ہیں
اب آپ لغات القرآن کا بیان سُنیں اور حقیقت تک پہنچیں۔

اِنکِحُوا۔ تم نکاح کرلو۔ تم عقد کرلو۔ (فَتَحَ ضَرَبَ) نِکَاحٌ سے مراد اَمر کا صیغہ مذکر حاضر۔ اصل لغت میں نکاح کے حقیقی معنی دو چیزوں کو ملانے اور جمع کرنے کے ہیں اور اسی اعتبار سے وطی اور عقد کو نکاح کہا جاتا ہے۔ جس کے معنی درحقیقت وطی میں پائے جاتے ہیں عقد میں نہیں۔ اس لئے وطی کے معنی میں اس کا استعمال باعتبار حقیقت ہے اور عقد کے معنی میں باعتبار مجازاً یہاں مجازی معنی مراد ہیں۔ (پارہ چوتھا رکوع بارھواں) لغات القرآن جلد اوّل صفحہ 285/286 مرتبہ مولنا عبدالرشید رفیق ندوۃ المصنفین دھلی۔

دوسرا حوالہ: نَکَحٌ، مصدر (نصر) غلبہ کرنا۔ نِکَاحٌ مصدر (فتح و ضرب) جماع کرنا۔ عقد باندھنا۔'' (لغات القرآن جلد 6 صفحہ 88 مولنا عبدالدائم)

تیسرا حوالہ: مولانا پرویز کی لغات القرآن سے ذرا تفصیل سنئے:

''نکاح کے معنی ملانے اور جمع کرنے کے ہیں۔ لیکن اس طرح ملانا جس طرح نیند آنکھوں میں گھُل مِل جاتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ''نَکَحَ النُّعَاسُ'' نینداس کی آنکھوں میں گھُل مل گئی۔ یا جس طرح بارش کے قطرے زمین کے اندر جذب ہوجاتے ہیں ''نَکَحَ الْمَطَرَ الارض'' بارش کا پانی زمین میں خوب جذب ہوگیا۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب بارش کا پانی زمین کی بالائی خشک سطح سے نیچے گزر کر زمین کی نمی تک جا پہنچے۔ ان مثالوں کے بعد سمجھ میں آسکتا ہے کہ قرآن کریم نے مرد و عورت کی عائلی زندگی کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس میں نِکَاحٌ سے مراد کیا ہے؟ اس سے مراد ہے میاں بیوی کا ایسا تعلق جیسا آنکھ اور نیند کا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے میں اس طرح جذب ہو جانا جس طرح آنکھوں میں نیند گھُل جاتی

ہے۔جس طرح بارش زمین میں جذب ہو جاتی ہے۔ایسا تعلق اُسی صورت میں پیدا ہوسکتا ہے اور قائم رہ سکتا ہے جب میاں بیوی میں فکر ونظر کی کامل ہم آہنگی اور ذوق ومزاج ،خیالات وتصورات اورنظریات ومعتقدات کی یک جہتی ہو۔یہ نکاح کی بنیادی شرط اور خصوصیات ہوگی۔ظاہر ہے کہ ایسے تعلق کی بنیادی شرط ہی باہمی رضا مندی ہوگی۔چنانچہ قرآن کریم نے خود اسکی تصریح کر دی ہے کہ اس میں تراضی مابین ضروری ہے (4/3,4/19)اور رضا مندی اُسی وقت ہوسکتی ہے جب لڑکی اور لڑکا خود فیصلہ کرنے کے قابل یعنی بالغ ہو چکے ہوں۔'' (لُغات القرآن جلد4 صفحہ 1658-1659،ادارہ طلوعِ اسلام)

100۔ <u>بددیانتی اور خودغرضی کے لئے مرد عورتوں پر حاکم اور حکمران بن بیٹھے</u>

یہ تذکرہ برابر ثابت ہوتا چلا آرہا ہے کہ عربوں نے عورتوں سے جنسی تعلقات کیلئے ناجائز استعمال کی راہیں نکالنا کبھی بند نہ کیں۔اور زبردستی قرآن میں معنوی تبدیلیاں کر کے عورتوں پر حکمران مشہور ہو گئے اور برابر عورتوں سے افضل کہلاتے چلے آرہے ہیں۔ اس حقیقت کو ٹھیک سے سمجھنے کے لئے قرآن کی دو تین آیات کو مختلف علما کے ترجموں سے سمجھ کر فیصلہ فرمائیں۔

پہلی آیت(4/135) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا <u>قَوّٰمِیْنَ</u> بِالْقِسْطِ۔

رفیع الدین:''اَے لوگو جو ایمان لائے ہو ہو جاؤ تم قائم رہنے والے ساتھ انصاف کے۔''

مودودی:''اَے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 405)

دوسری آیت (5/8) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا <u>قَوّٰمِیْنَ</u> لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ۔

رفیع الدین: ''اَے لوگو جو ایمان لائے ہو ہو جاؤ تم قائم رہنے والے واسطے
اللہ کے شاہدی دینے والے ساتھ انصاف کے۔''

مودودی ''اَے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 449)

تیسری آیت (4/34)۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ ۔

رفیع الدین ''مرد قائم رہنے والے ہیں یعنی حاکم ہیں اوپر عورتوں کے۔''

مودودی ''مرد عورتوں پر قوّام ہیں'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 349)

مودودی کی تشریح ''۵۶ قوّام یا قیّم اُس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اُسکی حفاظت و نگہبانی کرنے اور اُسکی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 349)

مودودی کی دوسری تشریح 57 ''یہاں فضیلت بمعنی شرف اور کرامت اور عزت نہیں ہے جیسا کہ عام اُردو خواں آدمی اس لفظ کا مطلب سمجھ لے گا۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 349)

یہ تینوں آیات اس لئے لائی گئی ہیں کہ الفاظ قَوَّامُوْنَ اور قَوَّامِیْنَ کے معنی میں جھگڑا کرنے کی گنجائش ختم کر دی جائے۔ چنانچہ مودودی نے ایک جگہ لفظ قَـوَّامِیْـنَ کے صحیح معنی ''قائم رہنے والے'' کر کے رفیع الدین صاحب قبلہ کی تصدیق کر دی ہے۔ اور ثابت ہو گیا کہ قوامین اور قوامون کے معنی ''قائم رہنے والے'' ہوتے ہیں جنکی اردو ''کھڑے رہنے والے'' ہوتی ہے۔ تو اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَـلَی النِّسَاءِ (4/34) کے معنی ہوئے کہ ''مرد عورتوں کے رُو برو کھڑے رہنے والے ہیں'' یعنی مردوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ عورتوں

کے سامنے ڈٹ کر بلا تکان کھڑے رہیں اور اُن کی ہدایات و ضروریات کو بجا لائیں۔ اور کوئی عذر و معذرت اور حیلہ بہانہ نہ کریں۔ لہٰذا خود فیصلہ کریں کہ عورت کا کیا مقام ہے؟ اور مرد کس درجے میں ہے یہ بھی یاد فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے آنے پر ہمیشہ کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ لہٰذا نظامِ امامت میں شریف عورتوں کا یہ مقام ہے کہ اُنکی عزت وحرمت اور ضروریات کو بصد ادب و احترام اور بصد حسن و انتظام پورا کیا جاتا رہے، ناچاقی اختلاف اور سرکشی کا کہیں نام ونشان نہ ہو۔ محبت وشفقت و دلداری کا ماحول استقلال سے تیار رکھا جائے گا۔ یک جان و دو قالب بن جانا ہی نکاح ہے۔ اس صورت حال کے خلاف جو کچھ قرآن میں ملتا ہے وہ ایک انتہائی بگڑے ہوئے معاشرے کو سنوارنے کی ذیل میں آتا ہے۔ نہ وہ سند ہے نہ شعار ہے نہ اُسکی نقل کی جائے گی نہ پیروی ہوگی۔ وہ صدیوں سے بگڑی ہوئی بدترین قوم کے حالات تھے اور اُنکی اصلاح کیلئے ضروری تھے۔ مگر اُنکی نہ مثال دی جائے گی نہ ان پر قدم بقدم چلا جائے گا۔ بلکہ قرآن کریم کو ہر معاملے میں اَحسن طریقے سے استعمال کیا جائے گا اور تمام غلط طریقے اور راہیں بند کر دی جائیں گی۔

101۔ معاشرے میں جنسی ضروریات فراہم کرنا اور انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے آزاد کرانا مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری۔

بہت سے ایسے احکام ہیں جو قرآن میں نازل ہوئے اور موجود ہیں مگر عرب کے مسلمانوں نے اُن کی تعمیل نہیں کہ بلکہ احکام کی صورت کو اس طرح بدل دیا کہ آئندہ بھی تعمیل نہ کی جا سکے۔ مثلاً جنسی تعلق کے لئے فرمایا گیا تھا کہ:

وَاَنكِحُوا الْاَيَامٰى مِنكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ

يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ O(24/32)

’’تم میں جتنے لوگ بھی بے نکاحے ہیں اُن سب کے نکاح کر دو اور جن کو تم اپنے بندے اور کنیزیں بندیاں بنا رکھا ہے اُن میں سے جو بھی نکاح کے لئے موزوں ہو سب کے نکاح کر دو۔ اگر وہ فقیری کی حالت میں ہوں گے۔ اللہ اُنہیں اپنے فضل و کرم سے آسودہ حال اور غنی کر دے گا۔ اور اللہ تو وسعتیں دینے والا علیم ہے۔‘‘

آیت بتاتی ہے کہ اللہ نے چاہا تھا اور چاہتا ہے کہ سارے مسلمان مل کر وہ تمام راہیں بند کر دیں جو لوگوں کو عربوں کے مخلوط جنسی نظام کی طرف لے جاتی ہیں۔ اور کسی بھی جوان مرد اور عورت کو غیر شادی شدہ نہ رہنے دیں اور نہ کسی عبد یا کنیز کو بندگی کی زنجیروں میں جکڑا رہنے دیں۔ لیکن یہ کتنی دردناک اور افسوس ناک حقیقت ہے کہ مومن اور مسلمان اور صحابہ کہلانے والے لوگوں نے اس آیت پر ذرّہ برابر توجہ نہ دی برابر انسانوں کو اپنا بندہ بنائے رکھا، بندوں کی خرید و فروخت بھی جاری رکھی اور تمام علما نے شیعہ اور سنی دونوں علما نے بندہ بنانے اور اُن کی خرید و فروخت کو قیامت تک جاری اور جائز کر لیا اور خود قرآن اور اسلام کے نام سے جائز کیا ہے۔ اور اس بندہ سازی اور کنیز بازی کے جواز پر علامہ مودودی جیسے جید عالم نے مسٹر پرویز کے جواب میں لمبی چوڑی بحثیں کی ہیں۔ اور گن گن کر ثابت کیا ہے کہ خود رسوؐل اللہ اور صحابہ بندوں کو اپنی ملکیت میں رکھتے تھے۔ اور رسوؐل اور صحابہ ہی نہیں بلکہ ازواج رسوؐل اور ازواج صحابہ بھی اپنے بندوں سے استفادہ کرتی رہیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَO

101 (الف)۔ رسولؐ اور ازواجِ رسولؐ پر صحابہ اور صحابیات پر بندہ سازی اور بندہ بازی کا ثبوت مودودی۔

انسانوں کو اپنے بندے بنانے پر علامہ مودودی نے تفہیم القرآن کی تیسری جلد میں تمام بیانات سے بڑا اور مفصل بیان دیا ہے جو آٹھ صفحات پر (405-398) پھیلا ہوا ہے اور وہی آیت (24/32) زیر بحث رہی ہے جو اُوپر لکھی گئی ہے جس میں تمام غیر شادی شدہ آزاد لوگوں اور بندوں اور کنیزوں کو شادی کر دینے کا حکم تمام مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ علامہ نے اس حکم کی خلاف ورزی کو کس بے دردی، بد دیانتی اور چالاکی سے جائز کیا ہے اگر ہم اس بحث پر یہاں تنقید کریں تو نہ صرف وقت ضائع ہوگا بلکہ ہم اپنے مضمون سے بھی دور جا پڑیں گے۔ لہٰذا اُنکے اس طویل بیان میں صرف وہ مقامات سامنے لانا ضروری سمجھتے ہیں جن سے جنسی آوارگی روشنی میں آتی ہے۔ اور جس کی طرف سے علامہ غافل رہتے چلے گئے ہیں سنئے اور ہماری ایک قرآنی ترکیب کو پہلے ہی نوٹ کر لیجئے اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے آیت (24/32) میں الفاظ ''عِبَادِکُمْ اور اِمَآئِکُمْ'' ''تمہارے بندے'' اور ''تمہاری بندیاں'' استعمال کئے ہیں۔ اِن الفاظ کی کراہت اور جُرم کو ہلکا اور بے معنی کرنے کیلئے قریشی علما نے ''بندوں'' اور ''بندیوں'' کا ترجمہ ''غلام'' اور ''کنیز'' اور ''مولیٰ'' اور ''مَوَلات'' اور ''مَوَالی'' وغیرہ کر لئے ہیں۔ لیکن ہم برابر الفاظ ''بندے'' اور ''بندیاں'' برقرار رکھیں گے تاکہ جرم اور کراہت میں کمی نہ آئے پس یہ ہماری قرآنی ترکیب جاری رہے گی۔ اب بیان سنئے اور عربوں کا مقامِ خداوندی اور جنسیات کی واپسی دیکھئے: لکھا ہے:

''اِس موقع پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ قدیم زمانے میں بندے (بنائے ہوئے انسان) تین طرح کے تھے۔ ایک، جنگی قیدی، دوسرے، آزاد آدمی جن کو پکڑ پکڑ کر بندہ بنایا

اور بیچ ڈالا جاتا تھا۔ تیسرے وہ جو نسلوں سے بندے چلے آ رہے تھے۔ اور کچھ پتہ نہ تھا کہ اُن کے آباء و اجداد کب بندے بنائے گئے تھے۔ اور دونوں قسموں میں سے کس قسم کے بندے تھے؟ اسلام جب آیا تو عرب اور بیرونِ عرب، دُنیا بھر کا معاشرہ اِن تمام اقسام کے بندوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور سارا معاشی و معاشرتی نظام مزدوروں اور نوکروں سے زیادہ اِن بنائے ہوئے بندوں کے سہارے چل رہا تھا۔ اسلام کے سامنے پہلا سوال یہ تھا کہ یہ بندے جو پہلے سے چلے آ رہے ہیں اُن کا کیا کیا جائے؟ اور دوسرا سوال یہ تھا کہ آئندہ کیلئے بندہ بازی کے مسئلے کا کیا حل ہے؟ پہلے سوال کے جواب میں اسلام نے یہ نہیں کیا کہ یکلخت قدیم زمانے کے تمام بندوں پر سے لوگوں کے حقوقِ ملکیت ساقط کر دیتا۔ کیونکہ اس سے نہ صرف یہ کہ پورا معاشرتی و معاشی نظام مفلوج ہو جاتا (جھوٹ کہا اور فریب دیا ہے۔ احسنؔ) بلکہ عرب کو امریکہ کی خانہ جنگی سے بھی بدر جہا زیادہ سخت تباہ کن خانہ جنگی سے دوچار ہونا پڑتا (ڈبل جھوٹا فرضی بہانہ ہے) اور پھر بھی اصل مسئلہ حل نہ ہوتا جس طرح امریکہ میں حل نہ ہو سکا۔ اور سیاہ فام لوگوں (Negroes) کی ذِلّت کا مسئلہ بہرحال باقی رہ گیا۔ اس احمقانہ طریقہ اصلاح کو چھوڑ کر اسلام نے فَکّ رَقَبَـــــہ کی ایک زبردست اخلاقی تحریک شروع کی اور تلقین و ترغیب، مذہبی احکام اور ملکی قوانین کے ذریعہ سے لوگوں کو اس بات پر اُبھارا کہ یا تو آخرت کی نجات کیلئے طوعاً (خوشی سے) بندوں کو آزاد کریں، یا اپنے قصوروں کے کفارے (بدلے) ادا کرنے کیلئے مذہبی احکام کے تحت بندے رہا کریں یا مالی معاوضہ لے کر بندوں کو بندگی سے نجات دے دیں۔ اس تحریک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود 63 بندوں کو آزاد کیا۔ آپؐ کی بیویوں میں سے صرف ایک بیوی حضرت عائشہ کے آزاد کردہ بندوں کی تعداد 67 تھی۔ حضورؐ کے چچا حضرت عباس نے اپنی زندگی میں

70 بندوں کو آزاد کیا۔ حکیم ابن حزام نے 100 کو آزاد کیا۔ عبدالرحمٰن بن عمر نے ایک ہزار بندوں کو آزاد کیا۔ ذوالکلاع حمیری نے آٹھ ہزار بندوں کو رہا کیا اور عبدالرحمٰن بن عوف نے تیس ہزار (30000) بندوں کو رہائی بخشی ایسے ہی واقعات دوسرے صحابہ کی زندگی میں بھی ملتے ہیں جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کے نام بہت ممتاز ہیں۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کا ایک عام شوق تھا۔ جس کی بدولت لوگ کثرت سے خود اپنے بندوں کو آزاد کرتے تھے۔ اور دوسروں سے بھی اُن کے بندوں کو خرید کر آزاد کرتے چلے جاتے تھے۔ اسی طرح جہاں تک سابق دور کے بنائے ہوئے بندوں کا تعلق تھا وہ خلفائے راشدین کا زمانہ ختم ہونے سے پہلے ہی تقریباً سب کے سب رِہا ہو چکے تھے (مودودی جھوٹے ہیں) اب رہ گیا آئندہ کا مسئلہ اس کیلئے اسلام نے بندہ سازی کی اُس شکل کو تو قطعی حرام اور قانوناً مسدود کر دیا کہ کسی آزاد آدمی کو پکڑ کر بندہ بنایا اور بیچا اور خریدا جائے۔ البتہ جنگی قیدیوں کو صرف اُس صورت میں بندہ بنا کر رکھنے کی اجازت (حکم نہیں بلکہ اجازت) دی جب کہ اُن کی حکومت ہمارے جنگی قیدیوں سے اُن کا تبادلہ کرنے پر راضی نہ ہو۔ اور وہ خود بھی اپنا فدیہ ادا نہ کریں۔ پھر اِن بندوں کے لئے ایک طرف اس امر کا موقع کھلا رکھا گیا کہ وہ اپنے مالکوں سے مکاتبت (سودا بازی لین دین کا معاہدہ) کر کے بندگی سے رہائی حاصل کر لیں۔ اور دوسری طرف وہ تمام ہدایات ان کے حق میں موجود رہیں جو قدیم سے چلے آنے والے بندوں کے بارے میں موجود تھیں کہ نیکی کا کام سمجھ کر رضائے الٰہی کیلئے بندوں کو آزاد کیا جائے۔ یا گناہوں کے کفارے میں بندوں کو آزادی بخش دی جائے۔ یا کوئی شخص اپنی زندگی تک اپنے بندے کو بندہ بنائے رکھے اور بعد کیلئے وصیت کر دے کہ اس کے مرتے ہی وہ بندہ آزاد ہو جائے گا۔ (جسے اسلامی فقہ کی اصطلاح میں تدبیر اور ایسے

بندے کو مُدَبَّر کہتے ہیں) یا کوئی شخص اپنی بندی سے تمتع کرے اور اس کے ہاں اولاد ہو جائے۔ اس صورت میں مالک کے مرتے ہی وہ بندی آپ سے آپ آزاد ہو جائے گی۔ خواہ مالک نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ یہ حل ہے جو اسلام نے بندوں کے مسئلے کا کیا ہے۔ جاہل معترضین اس کو سمجھے بغیر اعتراضات جڑتے ہیں۔ اور معذرت پیشہ مصنفین وغیرہ حضرات اس کی معذرتیں پیش کرتے کرتے آخر کار اس امر واقعہ ہی کا انکار کر بیٹھتے ہیں کہ اسلام نے بندہ سازی کو کسی نہ کسی صورت میں باقی رکھا تھا۔“

(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 402-401)

101 (ب)۔ بندہ سازی اور بندہ و بندی بازی کے طویل بیان میں بندی بازی اور بندہ سازی تا قیامت جائز رکھی گئی۔

اس طویل بیان میں ہمارے قارئین کو اس میں کوئی شک نہ رہے گا کہ موجود اسلام میں اور قریش ساختہ اسلام میں انسانوں کو بندہ اور بندی بنانا اور اُن سے دیگر خدمات کے ساتھ ساتھ جنسی خدمات لینا بھی قیامت تک جائز ہے اور اس کا عملی ثبوت عربی ممالک میں بردہ فروشی کی صورت میں موجود و معلوم و مشہور ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عرب کے مسلمانوں نے سورہ نور کی بتسیویں آیت کی کھلی خلاف ورزی کی اور علامہ مودودی جیسے علما نے اس خلاف ورزی کو اسلامی قانون اور جائز بنا دیا ہے اور لکھ دیا ہے کہ:

مودودی کی تشریح: ”۵۲؎ بظاہر یہاں (24/32) صیغۂ امر دیکھ کر علماء کے ایک گروہ نے یہ خیال کر لیا کہ ایسا کرنا واجب ہے۔ حالانکہ معاملے کی نوعیت خود بتا رہی ہے کہ یہ حکم وجوب کے معنی میں نہیں (وَانكِحُوا الْاَيَامٰى مِنكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ) ہو سکتا۔“ (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 398)

مولانا نے یہاں چند ایسے عذرات پیش کئے جو آزاد لوگوں کی طرف سے صحیح ہو سکتے ہیں مگر یہ تو عربوں کے بندوں کے نکاح کی بات ہو رہی ہے جنہیں کسی قسم کا اختیار ہے ہی نہیں؟ پھر آیت میں نکاح کر دینے کا واجب حکم ہے۔ زبردستی، بلا مرضی نکاح کی تو کہیں بات نہیں ہے۔ لہٰذا واجب حکم کو غیر واجب بنانا قریش کی طرفداری اور فریب سازی ہے۔

101 (ج)۔ جنسی تعلق مذکورہ قسم کے تمام بندوں اور بندیوں سے نکاح کی شرط کے بغیر جائز ہے

ان تمام بحثوں کو نظر انداز کر دیں اور یہ سنیں کہ شیعہ و سنی مجتہدین کا یہ فیصلہ اور قانون ہے کہ مالک اپنے زرخرید مملوک سے بلا کسی شرط و پابندی کے جنسی استفادہ کا قانونی حق رکھتا تھا۔ اسی قانون کے ماتحت مودودی نے اپنے طویل بیان کے آخر میں لکھا تھا کہ:

> یا کوئی شخص اپنی بندی سے تمتع کرے اور اس کے ہاں اولاد ہو جائے۔ اس صورت میں مالک کے مرتے ہی وہ بندی آپ سے آپ آزاد ہو جائے گی خواہ مالک نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 402)

یہاں مودودی نے مجامعت، مباشرت (Physical Intercourse) کیلئے لفظ ''تمتع'' لکھا ہے۔ نکاح کی شرط نہیں لگائی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ خریدتے ہی جنسی تعلق کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی شرط نہیں ہے کہ خریدنے والا کون ہے اور خریدا جانے والا کون ہے؟ لہٰذا اگر کوئی عورت مرد کو خریدتی ہے تو چٹ روٹی پٹ دال فوراً تمتع کرنے کا حق رکھتی ہے۔ اور بندے کو نہایت عاجزی اور فرماں برداری کے ساتھ اپنی مالکن پر سواری کرنا اور اسے لطف و چین فراہم کرنا واجب ہے۔ لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ جو عورتیں بندے یا بقول مودودی غلام رکھتی تھیں وہ کئی کئی مردوں سے جنسی تعلقات میں مختار و آزاد تھیں۔ اب بتائیے کہ وہ عورت

جس کی نہ کھیتی ہے نہ باڑی ہے نہ تجارت ہے نہ کوئی بڑا بنگلہ ہے وہ سڑسٹھ (67) بندوں یا غلاموں سے دن رات جنسی خدمات لینے میں 34 مردوں کو روزانہ استعمال کرنے میں کتنا بڑا دل گردہ اور جنسی سامان رکھتی ہوگی؟ بہرحال مودودی سے ایک آیت کا ترجمہ سن لیں اور سمجھ لیں کہ عورتوں کو اپنے مملوکوں سے پردہ کی اُسی طرح ضرورت نہیں جیسے بیویوں کو شوہروں سے پردہ کی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے کہ دونوں کے اندام نہانی ایک دوسرے کے استعمال میں رہتے ہیں۔ ترجمہ سنئے:

''ازواجِ نبیؐ کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اُن کے باپ، اُن کے بیٹے، اُن کے بھائی، اُن کے بھتیجے، اُن کے بھانجے، اُن کے میل جول کی عورتیں اور اُن کے مملوک گھروں میں آئیں (اَے عورتو) تمہیں اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 122)

یہاں تک نہ صرف یہ ثابت ہوگیا کہ مسلمانوں نے نہ صرف اسلامی جنسیات پر کنٹرول کرنے والے حکم کی خلاف ورزی کی (24/32) بلکہ اپنی سابقہ حرام کارانہ چوکھی جنسیات سے کچھ بڑھ کر جنسیات کو سارے عرب اور سارے مسلمانوں میں پھیلا دیا۔ اور خود نبیؐ کی ازواج کو قرآن کے لفظ تَنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ سے بچا کر بلا نکاح جنسیات کا لامحدود راستہ کھول دیا۔ اور تا ابد حرام شدہ چیز کو اجتہادی قوت سے حلال کر دیا۔ لہٰذا جو لوگ نبیؐ کی ازواج کو حلال کر دیں وہ نبیؐ کی بیٹیوں کو کیوں حلال نہ کرلیں گے اور کیوں نبیؐ کے نسب کو حجّاموں، جرّاہوں اور سقّوں کے لئے کُفو نہ بنا دیں گے۔

ازواجِ رسولؐ کی تنخواہوں اور وظائف کا ساری اُمّت سے زیادہ مقرر کیا جانا

یہاں یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ خلفا نے اپنی بیٹیوں کے وظائف بارہ بارہ ہزار

اور تمام صحابہ سے زیادہ کیوں مقرر فرمائے تھے؟ ورنہ وہ غلاموں کی اِس تعداد کی زیب و زینت اور آرائش وسنگھار کی متکفل نہ ہوسکتی تھیں اور اُنہیں معیاری شان کے ساتھ آراستہ نہ رکھ سکتیں تھیں جو کشش و جذب کے بجائے طبیعتوں کو منغّض کرنے کا مستقل سبب ہوا کرتے۔ تنہا بے اولاد عورتوں کے لئے بارہ بارہ ہزار کی رقم بے معنی ہو کر رہ جاتی۔ وہ حضرات اپنے مشن کو دُور تک سمجھتے تھے۔

101 (د)۔ احکامِ قرآن کو بدل بدل کر جنسی تعلقات کو حرام کی طرف لانے اور جائز کرنے کی کوشش

سابقہ عنوانات اور بحثوں میں ہم سیدھے سیدھے مسلمانوں کی جنسی تخریب کو واضح کرتے رہے ہیں اور سامنے آنے والے دوسرے عنوانات سے صرف نظر کرتے چلے آئے ہیں۔ ورنہ ہمارا رُخ تبدیل ہو کر عنوان سے مڑ جاتا اور ہم اصل بحث سے دُور نکل جاتے۔ یہاں بھی قرآن کریم عہد رسوؐل کے مسلمانوں پر تقاضہ کرتا ہے کہ تم اپنی نوخیز نوجوان لڑکیوں کو باغی بننے پر مجبور نہ کرو۔ اور یوں اُن سے جنسی استفادہ نہ کیا کرو۔ لیکن مسلمانوں نے نوخیز نوجوان لڑکیوں کے معنی بدل کر انہیں لونڈیاں اور کنیزیں بنا دیا آیت یہ ہے۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo (النور 24/33)

مودودی ترجمہ: ''اور اپنی لونڈیوں کو اپنی دُنیوی فائدوں کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ خود پاکدامن رہنا چاہتی ہوں۔ اور جو کوئی اُن کو مجبور کرے تو اِس جبر کے بعد اللہ اُن کیلئے غفور ورحیم ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 403-402)

یہاں موقع ہے کہ لفظ ''فتیات'' کے معنی کا تعین کرنے پر توجہ دیں اور خود مولانا کے قلم سے دکھائیں کہ فتیات کے معنی لونڈیاں یا کنیزیں نہیں بلکہ نوخیز نوجوان لڑکیاں ہوتے ہیں۔ مگر ہم عنوان سے دُور نکل جانا نہیں چاہتے اور جو ترجمہ کیا ہے اُسی کو مانے لیتے ہیں اور ثابت کر دیتے ہیں کہ عہد رسوؐل کے مسلمان صحابہ لونڈیوں سے قحبہ گری کرا کے اُن کی حرام کمائی کھایا کرتے تھے۔ اور اس سے اسلامی جنسی تعلقات کو سازش سے خراب کرنا ثابت ہو جاتا ہے اور یہی ہماری کتاب کا عنوان ہے۔ اور مودودی کی مزید تائید سے ثابت ہے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

> ''۵۹ے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر لونڈیاں خود پاک دامن نہ رہنا چاہتی ہوں تو ان کو قحبہ گری پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر لونڈی خود اپنی مرضی سے بدکاری کی مرتکب ہو تو وہ اپنے جرم کی آپ ذمہ دار ہے قانون اس کے جرم پر اُسی کو پکڑے گا۔ لیکن اگر اس کا مالک جبر کر کے اس سے یہ پیشہ کرائے تو ذمہ داری مالک کی ہے اور وہی پکڑا جائے گا۔''
> (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 403-402)

102۔ عہد رسوؐل کے صحابہ اور بعد کے مسلمانوں نے اللہ و رسوؐل کے جنسی قوانین کو تباہ کر دیا تھا

یہاں ہماری بحث مکمل ہو جاتی ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ نکاح کے قوانین اور طریقوں کو خود مسلمانوں نے تبدیل کیا اور اُنہیں رفتہ رفتہ اُس مقام پر پلٹا لائے جہاں وہ اعلانِ نبوؐت سے پہلے عربوں میں رائج تھے۔ اور نکاح کے سلسلے میں کفو اور دیگر شرائط کو رفتہ رفتہ ختم کر کے تمام مسلمان مردوں کو تمام مسلمان عورتوں کا کفو بنا دیا جس سے تمام موجودہ

خرابیاں نوع انسان میں پیدا ہوئی ہیں ۔لٰہذا بار بار ثابت ہو چکا ہے کہ آئندہ ہر شادی اسلامی کفواور شرائط کے ساتھ وقوع میں آئے اور فریقین کی شروع سے آخر تک باہمی رضا و رغبت اور آزادی برقرار رکھی جائے ۔اور کم از کم خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور دوسرے شریف خاندانوں اور نسلوں کو نیچے گھسیٹ کر رذیلوں کے برابر نہ لائیں ۔اور حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہونے کو بہانہ بنا کر تمام اقوام اور نسلوں کو گڈ مڈ نہ کریں بلکہ خود اپنے باپ دادا کے نام معلوم کریں اپنا سلسلہ نسب دیکھیں۔خود گم شدہ نسل سے ہیں تو دوسروں کو گم کرنے اور گم ہو جانے میں مدد نہ کریں۔اور صاف مان لیں کہ ہمیں ہماری نسل و نسب کا پتہ نہیں ہے اس لئے کہ ہمارے یہاں شجرہ بنانے اور نسل کی حفاظت کرنے کا رواج نہ تھا۔آپ اُن نسلوں کو بھی گم کرنے کا محاذ چلا رہے ہین جن کے یہاں بڑی محنت اور کوشش سے شجرے تیار کئے جاتے رہے ہیں۔اور اپنی بدنسلی کو چھپانے کے لئے گھوڑوں اور گدھوں اور شریفوں اور رذیلوں اور خبیثوں اور پاکوں کو ایک کر دینا چاہتے ہیں ۔ یہ عربوں کی سازش تھی جو واضح ہو چکی ہے۔اب اس کی گنجائش نہیں ہے۔اب کھل کر یہ اعلان کرنے کا وقت ہے کہ آدم علیہ السلام کی ساری اولاد ہر گز برابر نہیں ہے۔اُس میں کمینہ بلکہ نسلی کمینگی والے لوگ موجود ہیں ۔اس میں پشت در پشت خبیث انسان چلے آرہے ہیں ۔کلمہ کوئی چھو منتر نہیں ہے جو سب کو برابر اور ہم پلہ بنا دے ۔کلمہ پڑھ لینا قرآنی حقائق پر پردہ نہیں ڈال سکتا۔کلمہ کا فریب قرآن کے خلاف نہیں چل سکتا۔نسلی پاکیزگی کو برقرار رکھنے کیلئے سنگساری کی سزا ہے ۔نسلی پاکیزگی کیلئے ازواجِ رسوؐل کو فطری حقوق سے محروم کیا جانا ضروری اور جائز ہے۔پارسائی اور عفت کیلئے فرمایا گیا ہے کہ: وَلۡيَسۡتَعۡفِفِ الَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغۡنِيَهُمُ اللّٰهُ.. (24/33) یعنی جو لوگ شریفانہ اور ہم پلّہ نکاح نہ کر سکتے

ہوں اُن کو عفت وعزت کی راہ اختیار کرنا پڑے گی اور ہر گز غلط جنسی تعلق قائم نہ کرنا ہو گا یہاں تک کہ انہیں اُن خامیوں سے مستغنی کر دے۔ یعنی لنگوٹ باندھ کر، روزے رکھ کر اور جس طرح بھی نیک چلنی سے رہنا ہو گا ورنہ سنگسار اُن ہی کو کیا جائے گا۔ خود عفت مآب اور معیاری آدمی بننے کے بجائے تم معیاری اور نیک نسلوں کو حتیٰؓ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدا پرورده نسل کو خراب کرنے اور اپنے درجے تک اُتارنے کی فکر میں ہو بجائے اِس کے کہ اُس نسل کے درجے تک بلند ہونے کی کوشش کرو۔

103۔ غیر کُفو سے شادی یا نکاح کرنے سے آئمہ معصومینؑ اور سیدؑ زادیوں نے موت کو بہتر سمجھا۔

ہم نے ذرا دیر پہلے اللہ کا قرآن حکم لکھا ہے جس میں اللہ نے نکاح کیلئے موزوں صورتِ حال نصیب ہونے تک عفت وعصمت مآبی کے ساتھ بلا نکاح رہنے کا حکم دیا ہے اور نکاح کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی ہے اللہ کے اس حکم اور منشا کو سمجھنے کیلئے ہم ایک ایسی طویل اور عربوں کی اصطلاح میں اُلجھی ہوئی آیت لکھتے ہیں جس کو سمجھنے کیلئے قارئین کو آیت کے الفاظ اور تدریج کے ساتھ ساتھ چلنا ہو گا اور مودودی کے ترجمہ سے حقیقی منشائے خداوندی کو باہر نکال کر سمجھنا ہو گا۔ بسم اللہ کیجئے فرمایا گیا ہے کہ:

وَمَنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ مِنكُمۡ طَوۡلًا اَنۡ يَّنۡكِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ فَمِنۡ مَّا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ مِّنۡ فَتَيٰتِكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاِيۡمَانِكُمۡ بَعۡضُكُمۡ مِّنۡ بَعۡضٍ فَانۡكِحُوۡهُنَّ بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ وَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ مُحۡصَنٰتٍ غَيۡرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ فَاِذَاۤ اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَيۡنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِىَ الۡعَنَتَ مِنۡكُمۡ وَاَنۡ

تَصۡبِرُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌo (سورة نسآء 4/25)

مودودی ترجمہ: ’’اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورتوں (محصنات) سے نکاح کر سکے اُسے چاہئے کہ تمہاری اُن لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کر لے جو تمہارے قبضہ میں ہوں اور مومنہ ہوں۔ اللہ تمہارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو۔ لہٰذا اُن کے سر پرستوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلو۔ اور معروف طریقے سے اُنکے مَہر ادا کر دو۔ تاکہ وہ حصارِ نکاح میں محفوظ (محصنات) ہو کر رہیں۔ آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں اور نہ چوری چھُپّے آشنائی کریں۔ پھر جب وہ حصارِ نکاح میں محفوظ ہو جائیں اور اسکے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اُس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں (محصنات) کیلئے مقرر ہے۔ یہ سہولت تم میں سے ان لوگوں کیلئے پیدا کی گئی ہے جنکو شادی نہ کرنے سے بندِ تقویٰ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔ لیکن اگر تم صبر کرو (اور یہ سہولت والی شادی نہ کرو۔ احسن) تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔‘‘

(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 341 تا 343 سورہ نساء 4/25)

اس آیت اور ترجمہ پر ہم بعد میں بات کریں گے اس سے پہلے علامہ مودودی کی چند تشریحات سُن لیں تاکہ وہ اس آیت (4/25) سے جو کچھ سمجھے اور جو کچھ سمجھانا چاہتے ہیں پوری طرح سمجھ میں آجائے۔ علامہ نے اپنے ترجمہ کے دوران تین نمبر دیئے ہیں 45,46,47۔

پہلی تشریح: ’’اللہ تمہارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو‘‘ اس پر 45 نمبر دیا ہے۔

دوسری تشریح: ’’اور اس کے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اُس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں (مُحصنات) کے لئے مقرر ہے۔‘‘ اس پر 46 نمبر دیا ہے۔

تیسری تشریح: ’’یہ سہولت تم میں سے اُن لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے جن کو شادی نہ کرنے سے بندِ تقویٰ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔‘‘ اس پر 47 نمبر دیا ہے۔

اب باقاعدہ علامہ کی تشریحات ووضاحت نمبر وار سنئے:

1) مودودی کی تشریح ’’۴۵؎ یعنی معاشرت میں لوگوں کے درمیان جو فرقِ مراتب ہے وہ محض ایک اعتباری چیز ہے ورنہ دراصل سب مسلمان یکساں ہیں، اور اگر کوئی حقیقی وجہِ امتیاز ان کے درمیان ہے تو وہ ایمان ہے جو محض اونچے گھرانوں ہی کا حصہ نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک لونڈی ایمان واخلاق میں ایک خاندانی عورت سے بہتر ہو۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 342)

2) مودودی کی تشریح ’’۴۶؎ سرسری نگاہ میں یہاں ایک پیچیدگی واقع ہوتی ہے جس سے خوارج اور اُن دوسرے لوگوں نے فائدہ اُٹھایا ہے جو رجم کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ’’اگر آزاد شادی شدہ عورت کیلئے شریعت اسلام میں زنا کی سزا رجم ہے۔ تو اس کی نصف سزا کیا ہوسکتی ہے؟ جو لونڈی کو دی جائے؟ لہٰذا آیت اس بات پر دلیلِ قاطع ہے کہ اسلام میں رجم کی سزا ہے ہی نہیں‘‘ لیکن اِن لوگوں نے قرآن کے الفاظ پر غور نہیں کیا۔ اس رکوع میں لفظِ مُحصَنٰتُ (محفوظ عورتیں) دو مختلف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ ایک ’’شادی شدہ عورتیں‘‘ جن کو شوہر کی حفاظت حاصل ہو۔ دوسرے ’’خاندانی عورتیں‘‘ جن کو خاندان کی حفاظت حاصل ہو۔ اگر چہ وہ شادی شدہ نہ ہوں۔ آیت زیرِ بحث میں ’’مُحصَنَات‘‘ کا لفظ لونڈی کے بالمقابل خاندانی عورتوں کے لئے دوسرے معنی میں

استعمال ہوا ہے نہ کہ پہلے معنی میں۔ جیسا کہ آیت کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ بخلاف اس کے لونڈیوں کے لئے مُحصَنات کا لفظ پہلے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ جب انہیں نکاح کی حفاظت حاصل ہو جائے۔ (فَاِذَا اُحْصِنَّ) تب اُن کے لئے زنا کے ارتکاب پر وہ سزا ہے جو مذکور ہوئی۔ اب اگر غائیر نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ خاندانی عورت کو دو حفاظتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک خاندان کی حفاظت جس کی بنا پر وہ شادی کے بغیر بھی مُحصَنہ ہوتی ہے۔ دوسری شوہر کی حفاظت جس کی وجہ سے اس کے لئے خاندان کی حفاظت پر ایک اور حفاظت کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ بخلاف اِس کے لونڈی جب تک لونڈی رہتی ہے۔ مُحصَنہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو کسی خاندان کی حفاظت حاصل نہیں ہے۔ البتہ نکاح ہونے پر اس کو صرف شوہر کی حفاظت حاصل ہوتی ہے اور وہ بھی ادھوری کیونکہ شوہر کی حفاظت میں آنے کے بعد بھی نہ تو وہ ان لوگوں کی بندگی سے آزاد ہوتی ہے جن کی ملکیت میں وہ نکاح سے پہلے تھی اور نہ اُسے معاشرت میں وہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے جو خاندانی عورت کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا اُسے جو سزا دی جائے گی وہ غیر شادی شدہ خاندانی عورت کی سزا سے آدھی ہوگی نہ کہ شادی شدہ خاندانی عورتوں کی سزا سے آدھی۔ نیز یہیں یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ سورہ نور کی دوسری آیت میں زنا کی جس سزا کا ذکر ہے وہ صرف غیر شادی شدہ خاندانی عورتوں کے لئے ہے جن کے مقابلے میں یہاں شادی شدہ لونڈی کی سزا نصف بیان کی گئی ہے۔ رہیں شادہ شدہ خاندانی عورتیں تو وہ غیر شادی شدہ مُحصنات سے زیادہ سخت سزا کی مستحق ہیں کیونکہ وہ دوہری حفاظت کو توڑتی ہیں۔ اگر چہ قرآن ان کے لئے سزائے رجم کی تصریح نہیں کرتا لیکن نہایت لطیف طریقے سے اس کی طرف اشارہ کرتا ہے جو بلید الذہن لوگوں

سے مخفی رہ جائے تو رہ جائے نبیؐ کے ذہنِ رسا سے مخفی نہیں رہ سکتا۔‘‘

(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 343-342)

3) تشریح مودودی ’’ ہے یعنی خاندانی عورت سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ ہو تو کسی لونڈی سے اس کے مالکوں کی اجازت لے کر نکاح کر لینے کی سہولت۔‘‘(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 343)

مولانا مودودی کی تشریحات اور مقاصد یہاں مکمل ہو گئے۔

103 (الف)۔ عربوں کو حرام سے روکنے اور حلال کا پابند کرنے میں قرآن کو چکو لے لے کر بیانات دینا پڑتے ہیں

اس آیت (4/25) ہی کو دیکھنے سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ کوئی سیدھی سادی بات کہنے کیلئے بھی قرآن کو رک رک کر، مڑ مڑ کر بیانات دینا پڑے ہیں تاکہ قریش قرآن کو آڑ بنا کر اپنی سابقہ آزاد شہوت رانی اختیار نہ کر سکیں۔ اس آیت میں جو الفاظ زیر خط (Under Line) آئے ہیں وہ سب شہورت رانی کو روکنے کے لئے آئے ہیں۔ ورنہ سیدھی سی بات تو اتنی سی ہے کہ:

1) ’’تم میں سے جو کوئی خاندانی عورتوں سے نکاح کرنے کی پہنچ نہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ صبر سے زندگی گزار دے۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بے نکاح صبر سے زندگی گزارنے والوں کیلئے بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔‘‘(4/25)

2) آیت میں باقی باتیں ان لوگوں کیلئے ہیں جو لنگوٹ کے کچے ہیں۔ جنسی خواہش یا شہوت پر قابو نہیں رکھتے جو اپنے کھلم کھلا شہوت رانی کے نظام سے باز نہیں رہ سکتے۔ عورتوں کو دیکھتے ہی ٹپکنے لگتے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ اللہ ناراض نہ ہو اور شہوت رانی بھی ہوتی رہے اور

بات بھی بنی رہے۔ اُن کو یہ سہولت دی گئی ہے کہ وہ کسی بھی کنیز سے نکاح کر لیں۔ چوری چھپے معاملہ نہ کریں بلکہ کھل کر اعلانیہ اجر یا مہر دے دے کر عورت کو اپنائے رکھیں دوسروں سے بچائے رکھیں۔

3) لیکن اس رعایت کے دوران کنیز یا لونڈی اِدھر اُدھر ھاتھ مار لے اور اپنی ضرورت پوری کر لے تو وہ نہ پوری خطا کارہ ہے نہ پوری سزا پائے گی وہ کنیز تھی اور مالکوں کے یہاں بندگانہ طور پر استعمال ہوتی تھی ان سے انکار نہ کر سکتی تھی۔ تمہیں تمہاری بے صبری پر رعایت دی گئی تھی۔ صبر کرتے اور خاندانی عورت کی شرائط تک پہنچ حاصل کرتے تو اس قسم کی خرابی پیش نہ آتی۔ لہٰذا بات اتنی ہی صحیح ہے کہ ''خاندانی عورت سے نکاح کرو ورنہ صبر وضبط کرو۔''

کنیزوں کو مسلمانوں میں چوکور استعمال کیا جاتا تھا

آگے بڑھنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ غلاموں اور کنیزوں کو اُن کے مالک طرح طرح سے استعمال کرتے تھے۔ مثلاً کسی مہمان کے آجانے پر اُس کنیز کو جسے کل پرسوں اور آج استعمال کیا ہے اس مہمان کی خدمت، دل بستگی اور مباشرت، مجامعت اور ہم بستری کی اجازت دے کر بھیج دیتا تھا۔ مہمان کے چلے جانے پر وہ پھر حسب سابق استعمال میں رہتی تھی۔ حمل وعدت و پیٹ ورحم کی کوئی شرط نہ ہوتی تھی۔ یہ استعمال حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں فقہ کے ریکارڈ میں محفوظ وموجود ہے۔ لہٰذا کنیز کا ایک مرد کا پابند رہنا آدھی خطا ہے۔ آدھی خطا اُس بے صبرے شہوت ران شخص کی ہے۔ جسے نظام امامت میں جبراً روکا جائے گا اور سزا دی جائے گی۔ قرآن کا یہ رعایتی ڈھیلا نظام جاری نہ رکھا جائے گا۔ لہٰذا قرآن میں صحیح جنسی تعلق کے لئے کُفو اور شوہر وزوجہ کی ہر ہر معاملے میں سوفی صد رضا و رغبت اور ترقی کا موجود ہونا اسلامی وقرآنی ہے۔

104۔ دَورِ امامتؑ میں کوئی امام زادی بھی غیر خاندانوں میں نہیں دی گئی ایک چیلنج ہے

وہ حضرات جو یہ چاہتے اور کہتے ہیں کہ سیدزادی یعنی حضرت فاطمہ علیھا السلام کی اولاد میں پیدا ہونے والی لڑکیاں غیر سادات مردوں کے نکاح میں آنا جائز ہیں۔ اپنے جواز پر عملی ثبوت دیں۔ یعنی یہ دکھائیں کہ فلاں امام معصوم علیہ السلام نے اپنی فُلاں بیٹی کا نکاح فُلاں غیر سید سے کیا تھا۔ یہ ایک ایسا چیلنج ہے جسے مُدعیانِ جواز قیامت تک پورا نہیں کر سکتے۔

104 (الف)۔ گیارہ آئمہ معصومین کا منفی عمل بھی ہر سیدزادی کو غیر سید پر ابداً حرام ثابت کرتا ہے

اور اُن کے خلاف یہ حقیقت ثابت ہے کہ تیرہ سو پچاس سال تک عہد امامت میں کسی امام علیہ السلام نے اپنی بیٹی یا بہن کو غیر سید کے نکاح میں نہیں دیا ہے۔ اور کتاب منتھیٰ الامال مصنفہ شیخ عباس قمی سے ثابت ہے کہ آئمہ علیہم السلام نے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو بلا شوہر رکھا تھا۔ اور یہ کہ ایسی بیٹیوں اور بہنوں کے لئے جو کُفو نہ ہونے کی بنا پر بے شوہر رہیں اُن کے لئے محمد تقی بن علی الرضا علیہ السلام نے مدینہ میں دس گاؤں وقف کر دیئے تھے تاکہ اُن کے اخراجات کی کفالت ہوتی رہے (صفحہ 162 حصہ دوم) چنانچہ حضرت موسیٰ کاظم بن جعفر صادق علیہم السلام کی اکیس بیٹیوں نے بلا نکاح ساری عمر گزار دی تھی۔ بہرحال کسی امام معصوم علیہ السلام کے قول و عمل سے سیدزادی کا نکاح غیر سید سے جائز نہیں حرام ہے۔ اور یہ حرام ہونا اور تا ابد صبر سے بلا نکاح رہنا قرآن سے براہِ راست ثابت ہے (33/53,4/25) اِسی قانون کے ماتحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو تا ابد بے نکاح رکھا گیا تھا۔ اور تمام مومنین و مومنات کو صبر سے باعفت رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

104(ب)۔ غیرِ معصومؑ مگر عزتِ رسولؐ کے قائل سید بھی بلا کُفو نکاح پر موت کو ترجیح دیتے رہے ہیں

یہاں ہم قارئین کو حضرت عیسیٰ بن زید بن امام زین العابدین علیہ السلام کا دردناک قصہ سناتے ہیں۔ زید کی موت کے بعد خلیفہ منصور نے زید کے پورے خاندان کو گرفتار کر کے جیلوں میں بھر دیا تھا۔ زید کے بعد عیسیٰ بن زید اپنے والد کے جانشین ہوئے مگر گرفتاری سے بچنے اور خفیہ بغاوت جاری رکھنے کے لئے روپوش ہو گئے تھے۔ یہ بھی باقی افرادِ خاندان کی طرح عابد و زاہد شخص تھے۔ اُن کے بھتیجے محمد بن زید نے ضد کر کے اپنے والد سے اپنے چچا عیسیٰ سے ملنے کا پتہ دریافت کیا تو انہوں نے بتایا اور احتیاط کی تاکید کر دی۔ بتائے ہوئے پتہ کے مطابق محمد کوفہ آیا اور اس راستے پر ٹہلنا شروع کیا جس راستے عیسیٰ اپنا پانی بھرنے کا اونٹ لے کر گزرا کرتے تھے۔ اچانک دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی چہرہ باپ کے ہم شکل اونٹ کے آگے آگے مہار پکڑے ہوئے آرہا ہے۔ اور اونٹ پر پانی کی خالی مشکیں لدی ہوئی ہیں جب انہیں دیکھا بے ساختہ منہ سے چیخ نکل گئی۔ ضعیفی کا عالم اور یہ مشقت؟ بڑی قوت کے ساتھ ضبط کیا۔ اور ذرا سا دُور دُور رہتے ہوئے پیچھے چلنا شروع کیا آخر ایک ایسا مقام آیا جہاں قطعاً تنہائی مل سکتی تھی۔ دوڑ کر قدموں سے لپٹ گئے اور بے قرار ہو کر رونا شروع کیا۔ حیرانی کے عالم میں چچا نے سنبھالا۔ تعارف ہوا۔ حالات بتائے چچا نے سنایا کہ بیٹے عرصہ دراز پہلے روپوش ہو کر یہاں آیا تو ایک بڈھے سقہ کے پاس کام کرنا شروع کر دیا۔ مجھے غریب سمجھ کر اس نے میری خدمات قبول کر لیں۔ مجھے اپنے بیٹوں کی طرح رکھنا شروع کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد بیمار ہوا۔ اور مجھ سے کہا کہ بیٹے میرے بعد یہ بڑھیا اور میری جوان بچی بے سہارا رہ جائیں گے۔ تم شریف نسل کے جوان معلوم ہوتے ہو

کیا تم ان لوگوں کا مستقل سہارا بن سکتے ہو؟ میں حیران تھا کہ کیا کہوں۔ بہرحال مجھے ٹھکانا درکار تھا۔ مروت نے زور مارا میں نے وعدہ کرلیا۔ اس نے ماں بیٹی کو بلایا اور میرے سپرد کیا اور کہا کہ تم میری اس بچی کو زوجیت میں لے لو۔ بیٹے مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹا پڑ رہا تھا۔ غریب الوطنی کے عالم میں مجھے یہ بھی منظور کرنا پڑا۔ آخر مرد ضعیف نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور میں نے گھر کی تمام ذمہ داری سنبھال لی۔ کچھ عرصہ کے بعد ہمارے گھر میں ایک معصوم بچی نے جنم لیا۔ اور اُسی دن سے میرا دل گھٹنے اور صحت بگڑنے لگی۔ یا اللہ اب کیا ہوگا؟ میں انہیں بتا نہیں سکتا کہ میں سرکارِ دو عالم کا نورِ نظر ہوں۔ اِدھر میں تفکرات میں گھلتا رہا۔ اُدھر بیٹی بچپن سے جوانی کی طرف بڑھتی رہی۔ میں اُسے اُس کے بچپن سے گود میں لیتا اور چند باتیں بطور کہانی سنایا کرتا اور بے قرار ہوکر رویا کرتا تھا۔ آخری بات ظاہر نہ کر سکتا تھا اس نے ہمارے خاندان کی تمام صفات پائی تھیں۔ وہی صورت وہی متانت وہی وقار نمایاں تھا۔ سقوں کی برادری میں بچی کی شہرت اور عزت بڑھتی گئی۔ اور وہ جوانی کی عمر تک آ پہنچی۔ میں اپنی دعاؤں میں اللہ سے اس مشکل کا حل طلب کرتا تھا۔ چھپ کر دعا مانگتا تھا۔ سو فیصد تقیہ کرنا واجب تھا۔ میں اس معصوم کو دیکھ دیکھ کر کڑھتا تھا۔ بھوک بند ہو چکی تھی کمزوری بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک دن وہی ہوا۔ جس کے خیال سے میری روح کانپ جاتی تھی۔ بیوی میرے پاس آئی اور بڑی ہمت کر کے کہا کہ یوں تو بچی کے رشتے جگہ جگہ سے آ رہے تھے۔ مگر کل ایک کافی آسودہ حال اور شریف خاندان کے یہاں سے پیغام آیا ہے۔ وہ یہ کہہ رہی تھی اور مجھ پر غشی کا عالم طاری ہوتا جا رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر وہ خاموش ہوگئی۔ دوسرے روز پھر ہمت کی اور آج ہاں یا نہ کا جواب لینے پر ضد کی۔ بیٹے سوچو کہ میں کیسے اقرار کر سکتا تھا؟ اگر جان کی بات ہوتی تو اپنا تمام اثاثہ دے کر بچا سکتا تھا۔ یہ تو رسولؐ اللہ کی عزت کا سوال تھا۔

یہ جناب فاطمۃ الزہراء اور علی مرتضٰی علیہما السلام کے خاندان کی بات تھی۔ یہ ناموس خداوندی کی بات تھی اگر گلا کاٹ کر مرجانے سے خاندانی عزت بچ سکتی تو مجھے دریغ نہ تھا۔ لیکن میرے مرجانے یا قربان ہوجانے سے سادات کی عزت تو نہ بچ سکتی تھی۔ آخر میں نے دل سخت کیا اور زوجہ سے کہا کہ فی الحال مجھے سوچنے کا وقت دو۔ میں خود تمہیں جواب دوں گا، رات کو اٹھا۔ نماز شب ادا کی اور اللہ سے دعا کی کہ خدایا رسولؐ کی عزت بچالے۔ خاندان کی ذلت ورسوائی کے بجائے اس معصوم بچی کو موت دے دے۔ تاکہ میں اپنے بزرگوں کے سامنے سرخرو حاضر ہوسکوں۔ دعا مانگتے مانگتے سو گیا اور خواب میں دیکھا کہ بچی قریب المرگ ہے۔ گھبرا کر آنکھ کھلی تو بیوی پاس کھڑی تھی۔ اس نے کہا کہ تمہاری بیٹی اچانک بیمار ہوگئی ہے۔ سخت بخار ہے چل کر اُسے دیکھو، جا کر دیکھا تو چہرہ تمتمارہا تھا۔ میں کیسا مصیبت زدہ باپ ہوں کہ بچی کا دم توڑنا مجھے نجات معلوم ہورہا تھا۔ آخر چند ہچکیاں لے کر میری گود میں جان دیدی اور یوں ناموسِ رسولؐ کی عزت بچالی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ خدا خاندانِ سادات کی ہمیشہ عزت محفوظ رکھے۔ آمین۔ یہ حادثہ گزر گیا لیکن میرے قلب میں ایک ایسا درد جم کر رہ گیا جو شاید ہی کسی دل میں رہا ہو۔ اور وہ درد یہ ہے کہ بچی کے دورانِ حیات میں اُسے یہ خوشخبری نہ دے سکا کہ اَے نورِ دیدۂ مَن تو فرزندانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ تو کسی معمولی محنت کش کی بیٹی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اپنے مقامِ بلند سے واقف نہ ہوسکی۔ بہرحال میرے چچا نے مجھے رخصت کیا اور مجھے قسم دی کہ کسی اور کو اُن تک نہ آنے دوں تاکہ حکومت کے ہاتھوں سے محفوظ رہیں (صفحہ 53 منتہی الامل فی معرفۃ احوال النبیؐ والآل) (اور عمدہ الطالب فی انساب آل ابی طالبؑ پر بھی جناب عیسیٰؑ کے تمام حالات تفصیل سے لکھے ہیں صفحہ 255/260)

یہ بھی لکھا گیا ہے کہ جناب عیسیٰؑ کے انتقال کے بعد اُن کا وزیر حاضر ایک ایسی مجلس میں موجود تھا جس میں خلیفہ وقت ھادی خلیفہ منصور کا پوتا کہہ رہا تھا کہ کاش جناب عیسیٰ نے حکومت کی امان کو سچا سمجھا ہوتا اور رُو پوشی چھوڑ کر مجھ سے ملے ہوتے تو میں اُن کے تمام نقصانات کو پورا کر دیتا یہ کہہ کر خلیفہ ھادی بے قرار ہو کر روتا رہا۔ یہ دیکھ کر حضرت عیسیٰؑ کے وزیر نے جناب عیسیٰ کے دونوں بیٹوں احمد اور زین بن عیسیٰ کو لے کر خلیفہ کے دروازے پر پہنچا اور دربان سے کہا کہ ہمارے آنے کی اطلاع خلیفہ کو دے دے کہ ہم ملاقات کیلئے آئے ہیں۔ دربان نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں حضرت عیسیٰ کا وزیر ہوں اور یہ دونوں بچے اُن کے بیٹے ہیں۔ دربان حیران رہ گیا کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ناموں سے خلیفہ تک پہنچنا چاہتے ہیں ورنہ کوئی بھی اپنی موت کی طرف خود سے نہیں جاتا۔ یہ تو اشتہاری مجرموں کا نام لے رہے ہیں جن کو زندہ و مردہ گرفتار کرنے پر انعام مقرر ہے۔ دربان نے دوبارہ کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ عیسیٰ اور اس کے صحابہ اور وزراء کے لئے گرفتاری اور قتل کا حکم سابقہ دونوں خلفا منصور کے زمانے سے جاری ہے۔ وزیر نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے اور جان بوجھ کر خلیفہ سے ملاقات چاہتے ہیں۔ چنانچہ خلیفہ ھادی کو اطلاع ہوئی اجازت ملی تو وزیر بچوں کو لئے ہوئے حاضر دربار ہوا۔ ھادی نے دونوں بچوں کو اپنی گود میں بٹھایا اور سخت گریہ کیا۔ طویل سجدہ شکر بجا لایا۔ وزیر نے خلیفہ کو بتایا کہ عیسیٰ نے وصیت کی تھی کہ ان دونوں بچوں کو تمہیں سپرد کر دیا جائے۔ اس پر خلیفہ ھادی نے حضرت عیسیٰ کے صحابہ اور خاندان کو معاف کر دیا اور اُن کے لئے جاگیریں اور وظائف مقرر کر کے اُن کی دیکھ بھال کرنے اور آسودہ حال رہنے کا انتظام کر دیا۔"

104(ج)۔ عیسیٰ کے واقعہ پر تبصرہ اور خانوادۂ رسوؐل کی سُنّت اور عزت

اس واقعہ جانکاہ پر مختصر تبصرہ سے اس قدر ثابت ہے کہ خانوادہ رسوؐل کے غیر معصوم حضرات بھی سید زادی کے نکاح کو غیر سید سے حرام سمجھتے تھے۔اور مجبوری کے عالم میں موت کو غلط نکاح پر ترجیح دیتے تھے۔اور بس۔

104(د)۔ حضرت عیسیٰ اپنے زمانے کے تمام غیر معصومین سے علم وعبادت میں سربلند اور مشہور عالم وعابد تھے۔

بہر حال یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ اس واقعہ میں جہالت یا لاعلمی کارفرما تھی اور شریعت سے ناواقفیت کی بنا پر یہ واقعہ پیش آ گیا تھا۔یا یہ کہ یہ کوئی حادثہ تھا جو اتفاقاً رونما ہو گیا تھا۔اوّل اس لئے کہ حضرت عیسیٰ اپنے زمانہ کے امام حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام کے بعد تمام روئے زمین کے علما وعقلاء سے بڑھ کر عالم وعاقل تھے اور ان کے کسی فعل وعمل درآمد کو جاہلانہ نہیں کہا جا سکتا اور اس سلسلے میں ایک واقعہ مندرجہ بالا کتاب ہی سے پیش کر دینا کافی ہوگا۔اور وہ یہ ہے کہ جناب عیسیٰ اپنی روپوشی ہی کے زمانہ میں حج بیت اللہ کو گئے تھے۔اور ثفیان ثوری سے ملے اور چند سوالات کئے اور علامہ ثفیان ثوری جواب سے عاجز رہے۔جب واقفانِ حضرت عیسیٰ نے ثفیان کو متعارف کرایا تو وہ اپنی مسند فتویٰ سے اُتر آئے اور حضرت عیسیٰ کے ہاتھ چومے اور قدموں میں بیٹھ گئے انہیں اُٹھا کر اپنی مسند پر بٹھایا اور مذکورہ سوالات کے جواب حاصل کئے اور نہایت احترام واکرام بجالائے جناب ثفیان ثوری آج تک بلند پایہ قابل سند مفسرین قرآن میں شمار ہیں اور اس دلیل کے لئے بہت کافی ہیں کہ جناب عیسیٰ بزرگ ترین عالم تھے۔اور نسب کے حساب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار واسطوں سے منسلک تھے اور امیر المومنین

جناب علی المرتضیٰ اور جناب فاطمہ زہراء علیہم السلام سے تین پشتوں میں منسلک ہوتے ہیں اور حضرت امام حسن و امام حسین علیہم السلام سے دو واسطوں سے ملتے ہیں اور وہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ یہ قرب نسبی ان کو حاصل ہے۔ اور زہد و تقویٰ میں زبان زدِ خلائق تھے اب سوچنا یہ ہے کہ اگر شرعی حیثیت سے سیدزادی کا نکاح غیر سید سے جائز تھا تو آپ نے اس علم و تقویٰ اور زہد و عبادت کے باوجود ایک حلال کو حرام سمجھا اور اپنی بیٹی کے لئے آئے ہوئے رشتہ کو قبول نہ کیا اور بچی کے مرجانے کی دعائیں مانگیں اور اس کے مرجانے پر حرمتِ رسولؐ کو محفوظ رکھنے پر فخر کیا۔ اور اللہ نے اُن کی دعا قبول کر کے اس (معاذ اللہ) حلال کو حرام کرنے میں حضرت عیسیٰ کی غلط مدد کی۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ سیدزادی کا نکاح غیر سید سے حرام مطلق ہے۔ ورنہ مذکورہ صورت حال میں عیسیٰ کے لئے مفید صورت یہی تھی کہ آپ سیدزادی کا نکاح اس غیر سید مسلمان سقّے سے کر دیتے۔ ساتھ ہی یہ بات ناممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ اس جواز سے ناواقف رہ سکتے تھے۔ جسے قریشی علمانے اپنے عہد حکومت میں جواز کی شکل دی ہے۔ اور جسے ہم نے قرآن و حدیث و عقل سے بار بار حرام ابدی ثابت کیا ہے۔ اور جہاں محسوس کریں گے پھر حرام ثابت کریں گے۔

105۔ ہماری بیٹیاںؑ صرف ہمارے بیٹوںؑ کیلئے ہیں اور ہمارےؑ بیٹے صرف ہماری ہی بیٹیوںؑ کیلئے ہیں۔

اور سیدزادی کا غیر سید پر حرام ہونا اِس مُسلّمہ اور مشہور اور متفقہ حدیث سے بھی ثابت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ:

> ''ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں ہی کیلئے ہیں اور ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں ہی کیلئے ہیں۔''

بَنَاتُنَا لِبَنِیْنَا وَبَنُو نَالِبَنَا تِنَا۔

(اعتقاد یہ صدوق اور اسکی تشریح احسن الفوائد صفحہ 482o وغیرہ)

اس حدیث سے پہلے علامہ صدوق علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ:

”وَاعْتِقَادِنَافِی الْمُسِیٔ مِنْهُمْ اَنْ عَلَیه ضِعْفَ الْعذاب و فی المحسن مِنهُم اَن لَهٗ ضِعْفَ الثواب وَبَعْضهُمْ اَکْفَاءِ بَعض لِقَوْل النبیؐ حِیْنَ نظر اِلٰی بَنی اَبیْطالبؑ علیؑ وجعفر طیار قَالَ بِنَاتُنَا لِبَنِیْنَا وَ بَنُوْنَا لِبَنَاتِنَا.“

”ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ سادات میں جو شخص گنہگار ہے اس کو دوہری سزا ملے گی۔ اور جو نیکوکار ہے اُس کو دوہرا ثواب ملے گا اور اُن کے گنہگار اور نیکوکار سب آپس میں ایک دوسرے کے کُفو ہیں اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے جب ابی طالبؑ کی اولاد پر نظر ڈالی تو علیؑ اور جعفر کی اولاد کے لئے فرمایا کہ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں ہی کیلئے ہیں اور ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں ہی کے لئے ہیں“

لٰہذا ثابت ہوا کہ سیدزادی کے لئے صرف سیدزادہ ہی کفو ہوسکتا ہے۔ خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار ہو۔ غیر سیّد سے ایک سیدزادی کا نکاح حرام ہے۔

105 (الف)۔ آئمہ علیھم السلام نے اپنے عمل اور قول سے اولاد فاطمہ کی بیٹیوں کو اپنی اولاد میں محدود کردیا۔

یہاں قارئین کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کے زمانے میں سیادت تین طریقوں سے حاصل ہوتی تھی۔ اوّل یہ کہ ذاتی اوصاف کی بنا پر قوم

یا مُلک یا سید و سردار ہو جانا جیسے کہ حضرت ہاشم اور اُن کے ابا و اجداد علیہم السلام کی سیادت جنہوں نے اپنے ذاتی اوصاف سے قوم اور ملک سے اپنی سیادت منوالی تھی اور سید البطحا کا خطاب پایا تھا۔ دوم یہ کہ نسلاً اور وراثتاً سید ہونا جیسا کہ زمانہ حال کے سادات کی اقوام جو نسلاً اور وراثتاً اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ ہونے کی وجہ سے اور اولاد فاطمہ علیہ السلام کہلاتی اور مانی جاتی ہیں اور حضرت فاطمہؑ کے بعد سے کسی اور زوجہ کی اولاد کو سید نہیں کہا گیا ہے۔ سوم یہ کہ خداوند عالم کا کسی قوم یا کسی شخص کو مصطفیٰ بنا لینا۔ چنانچہ حضرت ابو طالب علیہ السلام اپنے ذاتی اوصاف کی بنا پر سید مانے جاتے تھے اور نسل اور وراثت کے لحاظ سے بھی اپنے باپ کے بعد اُن اُمور کے مالک تھے جو اُن کی سیادت کے ماتحت چلے آرہے تھے مثلاً کعبۃ اللہ کی کلید برداری وغیرہ اور خداوندی عالم نے بھی اُن کو اپنے اُمور خاصہ کے لئے چن لیا تھا جو قرآن میں مذکور ہیں اور ابو طالب علیہ السلام کی خدمات کو اپنی ذات سے منسوب فرمایا ہے (سورہ والضحیٰ 93/6-11 وغیرہ) اور آل ابو طالبؑ کو حضرت آدم و نوح اور آل ابراہیم علیہم السلام کے ساتھ مصطفیٰ بنا کر تمام عالمین سے افضل قرار دیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ O ذُرِّیَّۃًۢ بَعۡضُہَا مِنۡۢ بَعۡضٍ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ O (3/33-34)

''یقیناً اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو مصطفیٰ بنایا اور انہیں تمام عالمین پر فضیلت دی وہ سب ایک دوسرے کی ذُرّیت ہیں اور اللہ سننے والا اور علیم ہے۔''

اور سورہ انعام (6/83-90) میں اِن سب کا ایک ذریت و اُمت ہونا بیان کر چکا ہے۔

لہٰذا اِن ہی آیات کی بنا پر اولادِ جعفرؓ طیار کو سادات میں شمار کیا گیا ہے اور امام معصوم حضرت علی علیہ السلام نے حضرات زینب وام کلثوم علیہما السلام کو اُن کی اولاد میں دیا تھا اور اسی دلیل کی بنا پر تمام اہل سنت علما اولاد ہاشم کو خمس میں حقدار مانتے ہیں۔ یعنی انہیں بھی سید تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن حضرت امام حسن علیہ السلام اور اُن کے بعد کے آئمہ علیہم السلام نے اپنے قول وعمل سے صرف حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا کی اولاد کو سید قرار دیا ہے اور اسی لئے ساری اُمت نے بھی اولادِ فاطمہؑ کے علاوہ کسی کو سید نہیں مانا ہے۔ اور آئمہ علیہم السلام کے عمل درآمد سے یہ دکھایا جا چکا ہے کہ انہوں نے اپنی کسی بیٹی یا بہن کو علویوں تک میں بھی نہیں دیا بلکہ بلا شوہر بیٹھے رہنے کو ترجیح دی۔ لہٰذا سید یا سید زادی صرف وہی ہیں جو اولاد فاطمہ علیھا السلام سے ہوں۔ اور بس باقی کوئی نہ سید ہے نہ سید زادی ہے۔

105 (ب)۔ تمام سید اور سید زادیوں سے یعنی حضرت فاطمہؑ کی ساری اولاد سے مودت وتکریم ومحبت واجب ولازم ہے

اس سلسلے میں ہم ایک خبیث ترین مجتہد کی کتاب ''اَحسن الفوائد فی شرح العقائد'' سے چند بیانات لکھ کر ثابت کریں گے کہ ہر سید اور ہر سید زادی سے مودت ومحبت واحترام وتکریم سے پیش آنا واجب ولازم ہے۔ خواہ وہ سید اور سید زادی معصوم ہو یا خاطی ہو نیکو کار ہو یا گنہگار ہو۔ اور ہر سید وسید زادی کی طرف دیکھنا اللہ کی عبادت ہے خواہ وہ معصوم ہوں یا خاطی ہوں۔ نیکو کار ہوں یا بدکار ہوں۔ آیئے محمد حسین ڈھکو ایسے مجتہد کے بیانات سنئے:

> اوّل ''آل رسوؐل کی محبت واجب ولازم ہے۔'' اس سلسلے میں جو آیت مودۃ (سورہ شوریٰ پ ۲۵ ع ۴) (42/23) حضرت مصنف علام نے پیش فرمائی ہے وہ اس مدعا پر بطورِ نصِّ صریح دلالت کرتی ہے۔ اگرچہ اُس کا ظاہری نزول

حضرات معصومین کے حق میں ہے۔ چنانچہ تفسیر کشاف ج ۳ صفحہ ۴۰۲ طبع مصر پر لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا مَن قرابتک هؤُ لاء الذین وجبت علینا محبتهم یا رسولؐ اللّٰہ؟ یا رسولؐ اللہ آپ کے وہ قرابتدار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا هُمْ عَلِیٌّ و فاطمةؑ و ابناهمَا. (کذافی تفسیر الدر منثور و تفسیر جامع البیان و تفسیر الخازن و المدارک والحقانی و روح المعانی وغیرها) مگر بالتبع اس میں تمام ساداتِ کرام داخل ہیں۔ صواعق محرقہ صفحہ ۲۲۶ طبع جدید پر جناب امیرؑ سے مروی ہے۔ فرمایافینا اهلبیت فی الرحم آیة لا یحفظه مودتنا اِلّا کل مومن ثم قرء قل لا اسئلکم علیه اجرًا الا المودة فی القربیٰ۔ وجوب محبت آل رسولؐ کے متعلق احادیث رسولؐ تو حد واحصا سے متجاوز ہیں بطور تبرک چند احادیث لکھی جاتی ہیں۔ (۱) فرمایا مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ محمدؐ مَاتَ شَهِیدًا۔ جو شخص آل محمد کی محبت پر مر جائے وہ شہادت کی موت مرتا ہے۔ (۲) مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ محمدؐ مَاتَ مَغْفُورًا۔ جو شخص آل محمدؐ کی محبت میں مر جائے اُس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تفسیر کشاف ج ۳ صفحہ ۴۰۳) (۳) مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ محمدؐ مَاتَ مُؤْمِنًا مستکمل الایمان۔ جو شخص محبت آل محمدؐ پر مرے وہ کامل الایمان ہو کر مرتا ہے۔ (۴) مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ محمدؐ مَاتَ بشره ملک الموت بالجنة ثم منکر و نکیر. جو شخص محبت اهل بیت پر مرے پہلے

ملک الموت اور پھر منکر و نکیر اُسے جنت کی بشارت دیتے ہیں‘‘ ان احادیث سے وجوب محبت ثابت ہوتا ہے۔ اور جن احادیث میں اہل بیت کی عداوت اور دشمنی کو حرام اور اسے باعثِ دخول جہنم قرار دیا گیا ہے فرمایا (۵) مَنْ اَبْغَضَ اَحَدًا من اهل بيتى حَرَّمَ شِفَاعَتِى (صواعق محرقه صفحه ۲۳۷) یعنی جو شخص میرے اهل بیتؑ سے بغض و عداوت رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ (۶) مَنْ مَاتَ عَلٰى بُغْضِ آل محمدؐ جَاءَ يوم القيامة مكتوب بين عينيه آليس من رحمة الله جو شخص میرے اہل بیت سے بغض رکھے گا وہ بروزِ قیامت اس حال میں اُٹھے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہوگا یہ رحمت خدا سے مایوس ہوگا (صواعق محرقہ صفحہ ۲۳۷) (نیز تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۴۰۳) (۷) مَنْ مَاتَ عَلٰى بُغْضِ آلِ محمدؐ مَاتَ كَافِرًا. جو شخص بغضِ آلِ محمدؐ پر مرے وہ کفر کی موت مرتا ہے۔ (۸) مَنْ مَاتَ عَلٰى بُغْضِ آل محمدؐ لَم يشم رائحة الجنة. جو شخص بغضِ آل محمدؐ پر مرے گا وہ جنت کی خوشبو تک بھی نہ سونگھ سکے گا‘‘ (۹) اور فرمایا اَرْبَعَةُ اَنَا شَفِيْعٌ لَهُمْ يَوْمَ القيامة وَلوْاَ تونى بذ نوب اهل الارض معين اهل بيتى و القاضى لَهُم حَوَائِجهم عند ما اضطر و اليه المحب لهم بقلبه ولسانه و الدافع عنهم بيده (عیون الاخبار الرضا۔ صواعق محرقہ صفحہ ۲۳۷۔ چار شخص ایسے ہیں اگر چہ تمام اہل زمین کے برابر گناہوں کا بوجھ لے کر بھی میرے پاس آئیں جب بھی میں بروزِ قیامت اُن کی ضرور شفاعت کروں گا۔ ایک وہ جو میرے اہل بیتؑ کی

اعانت و امداد کرے۔ دوسرا وہ جو اُن کے اضطرار کے وقت اُن کی حاجتیں بر لائے۔ تیسرا وہ جو قلب و زبان سے اُن کے ساتھ محبت کرے۔ چوتھا وہ جو ہاتھ سے اُن کی طرف سے دفاع کرے" (مسلسل لکھتے جارہے ہیں کہ)

من لایحضرہ الفقیہ میں بسلسلہ امام جعفر صادقؑ کی روایت میں رسولؐ خدا فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو جناب رسالتمآبؐ کی طرف سے ندا آئے گی کہ جس جس آدمی کا مجھ پر کوئی احسان ہے مجھ سے آ کر اس کا عیوض لے لے۔ لوگ عرض کریں گے کہ ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں ہمارا آپ پر کس طرح احسان ہوسکتا ہے۔ آپ کا ہم پر احسان ہے۔ آپؐ فرمائیں گے میری مراد یہ ہے کہ **مَن او کسی احدا مِن اَھلبیتی او کساھم من عری او اشبع جائھم** جس شخص نے میرے اہل بیتؑ میں سے کسی کو پناہ دی ہو یا اُن میں سے کسی نے نیکی کی ہو یا اُن میں سے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا وہ کھڑا ہو جائے۔ مجھ سے اپنا عوض لے لے۔ اس وقت کچھ لوگ اُٹھیں گے اور اپنی اپنی خدمات کا ذکر کریں گے۔ اُس وقت بارگاہِ احدیث سے ندا آئے گی۔ **یا محمدؐ یا حبیبی اسکنھم الجنة حیث شئت** میرے حبیب محمدؐ جنت میں جہاں چاہو اُن کو ٹھہراؤ۔ اُس وقت آنحضرتؐ اُن کو جنت کے عالی مقام بنام وسیلہ میں ٹھہرائیں گے۔ جہاں اہل ایمان اور آنحضرتؐ اور اُن کی اہل بیتؑ کے درمیان کوئی حجاب نہ ہوگا۔

ایک اشتباہ کا ازالہ: اوپر ہم نے جو احادیث بیان کی ہیں اُن میں سے بعض احادیث اگرچہ فقط آئمہ اھل بیتؑ علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مگر اکثر احادیث

میں عام ذریت رسولؐ شامل ہیں۔ جو یقیناً غیر معصوم ہیں۔ان میں نیکوکار بھی ہیں اور بدکار بھی ہیں۔ بعض کم توفیق اور کوتاہ اندیش لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایسے گنہگار سادات کی تعظیم وتکریم کا شرعاً کوئی جواز نہیں ہے۔ بلکہ بعض لا اُبالی حضرات تو ایسے گنہگار افراد کی سیادت میں بھی شک وشبہ کرنے لگتے ہیں اور اس سلسلے میں حضرت نوحؑ اور اُن کے ناخلف فرزند والا واقعہ پیش کرتے ہیں۔اس توھّم فاسد کا جواب یہ ہے کہ اربابِ بصیرت جانتے ہیں کہ بدعمل کرنے سے سلسلہ نسب منقطع نہیں ہوتا۔قرآن شاہد ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہِ رب العزت میں اپنی ذریت کے اندر عہدہ امامت باقی رکھنے کی استدعا کی تھی کہ مِنۡ ذریتی؟ جواب ملا تھا کہ لَا یَنَالُ عَھۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ (2/124) اَے ابراہیمؑ تیری ذریعت میں جو لوگ ظالم ہوں گے اُن کو میرا عہدہ امامت نہ ملے گا۔اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ظالم بھی ذریت ابراہیمؑ میں داخل تو رہیں گے۔ہاں عہدہ امامت اُن کو نہیں ملے گا۔اسی طرح ارشادِ خداوندی ہے کہ:

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا وَّاِبۡرٰھِیۡمَ وَجَعَلۡنَا فِیۡ ذُرِّیَّتِھِمَا النُّبُوَّۃَ وَالۡکِتٰبَ فَمِنۡھُمۡ مُّھۡتَدٍ وَکَثِیۡرٌ مِّنۡھُمۡ فٰسِقُوۡنَ o (الحدید 57/26) ہم نے جناب نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسالت دے کر بھیجا اور اُن کی ذریت میں نبوت اور کتاب کو برقرار رکھا پس اُن کی ذریت میں سے بعض ہدایت یافتہ اور اکثر فاسق ہیں۔یہ آیت بھی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بدعمل بھی ذریت میں داخل ہیں اسی طرح رسولؐ خدا کا یہ فرمان بھی گنہگاروں کی سیادت اور اُن کی تعظیم وتکریم پر دلالت کرتا ہے کہ ''اَکۡرِمُوۡا اَوۡلَادِیۡ الصّٰلِحِیۡنَ لِلّٰہِ وَالطَّالِحِیۡنَ لِیۡ'' میری اولاد کی عزت کرو اگر نیک ہوں تو خدا کے لئے اور بدعمل ہوں تو میرے لئے۔''(بحار الانوار وجامع الاخبار)

بدعقیدہ ہونے سے شرفِ سیادت ختم ہو جاتا ہے: حضرت نوحؑ کے بیٹے کے قصے سے یہ قیاس کرنا کہ گناہ کرنے سے انسان شرف سیادت سے محروم ہو جاتا ہے بالکل غلط ہے۔ البتہ اس واقعہ سے اس مطلب پر استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی بدعقیدہ ہو جائے اور اپنے معصوم آباؤ اجداد کے مذہب کو ترک کر دے تو اس سے یہ شرف سلب ہو جاتا ہے کیونکہ نوحؑ کے بیٹے کا فقط یہ جرم نہ تھا کہ وہ نماز روزہ وغیرہ فروع دین کا پابند نہ تھا۔ بلکہ وہ اصولی طور پر بھی شریعتِ نوحؑ کا منکر تھا۔ چنانچہ حضرت نوحؑ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ یٰبُنَیَّ ارۡکَبۡ مَّعَنَا وَ لَا تَکُنۡ مَّعَ الۡکٰفِرِیۡنَ ٥ (11/42) لہٰذا قرآن مجید میں اس کے متعلق جو وارد ہے کہ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ (11/46) اس سے مقصود یہی ہے کہ اسکا اعتقاد غلط تھا۔ اسی بنا پر ہم ایسے نام نہاد سادات کو کسی شرف وفضیلت کا اہل نہیں سمجھتے جو آئمہ طاہرین کے مذہب حق کے قائل نہیں۔ بلکہ دشمنانِ دین اور دشمنان آئمہ طاہرین کیساتھ عقیدہ رکھتے ہیں اُن حضرات کے مخالفین سے محبت کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی تعظیم وتکریم کے بجائے خود اُن سے براءت و بیزاری اختیار کرنا واجب ہے اس طرح وہ کسی احترام واکرام کے حقدار نہیں رہتے۔ جیسا کہ اس قسم کی متعدد احادیث اس رسالہ میں درج ہیں۔

معصومؑ اور خاطی ذرّیت رسولؐ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے: اور اِس کی تائید مزید حضرت امام رضا علیہ السلام کے اِس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ جو کتاب ایقاظ میں بحوالہ وسائل الشیعہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اَلنَّظَرُ اِلٰی ذُرِّیَّتِنَا عِبَادَۃ. قُلۡتُ هَلِ النَّظَرُ اِلَی الۡاَئِمة عِبَادَۃ اِذا لنظر اِلٰی جمیع ذُرِّیَة النَّبیِّ صلی اللّٰه علیه و آله فَقَالَ اَلنَّظَرُ اِلٰی جِمِیۡعِ ذُرِّیَّة النَّبیّ عِبَادَۃ مَالَمۡ یَفَارِقُوامِنۡهَاجِتِهٖ“

ہماری ذریت کی طرف دیکھنا (نگاہ کرنا) عبادت ہے۔ راوی نے عرض کیا کہ کیا فقط آئمہؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے یا تمام اولادِ رسولؐ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے؟ فرمایا تمام ذریت رسولؐ کی طرف دیکھنا عبادت ہے بشرطیکہ وہ آنحضرت کے منہاج وطریقہ سے خارج نہ ہو جائیں۔'' بنابریں جو لوگ مذاہب باطلہ کے پیروکار اور بدعقیدہ ہیں اور پھر دعوائے سادات کرتے ہیں وہ کسی قسم کی تعظیم وتکریم کے حقدار نہیں۔ پس اس طرح اُن کا یہ شرف ختم ہو جاتا ہے۔ مگر جو حضرات مِن حیث الاعتقاد مذہب حق کے قائل ہیں۔ ہاں عملی طور پر اُن سے کچھ فروگزاشتیں ہو جاتی ہیں ان کی تعظیم وتکریم بہرحال لازم ہے۔ اور اُن کے حقوق کی رعایت واجب ہے۔ ایسے حضرات کی حالت بلاتشبیہ بداعمال والدین کی حالت کی طرح ہے۔ اگرچہ وہ غیر صالح ہوں مگر اُن کا احترام بہرحال ملحوظ رکھنا لازم ہے۔ یہی حالت غیر صالح سادات کی ہے کہ بوجہ انتساب اِلَی النبیؐ والآئمہؑ بہرحال ان کا احترام ملحوظ رکھنا چاہئے۔'' (کتاب احسن الفوائد صفحہ 487-482)

محمد حسین ڈھکو مجتہد کا دوسرا بیان سنئے:

سید حسین قمی شرابی سے عالم اور حضرت امام حسنؑ عسکری کے وکیل کا شرعی سلوک امامؑ کو ناپسند ہوا

''اسی طرح سفینۃ البحار جلد۲ صفحہ ۴۲۵ اور تاریخ قم میں جناب احمد بن اسحاق وکیل حضرتؑ عسکری اور سید حسین قمی کا جو واقعہ مذکور ہے اس سے بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ اس واقعہ کا اجمالی بیان یہ ہے کہ جناب احمد مذکور سادات کرام کی بہت خدمت اور اُن کا بہت اکرام واحترام کرتے تھے۔ اِن

ہی سادات قم میں سے ایک سید حسین قُمی بھی تھے۔ جناب احمد کو معلوم ہوا کہ سید حسین شراب پیتے ہیں چنانچہ انہوں نے سید حسین کا مشاہرہ بند کر دیا اور جب وہ ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو اُسے ملاقات کا وقت نہ دیا۔ بالآخر مایوس ہو کر وہ واپس چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد جناب احمد حج کے لئے گئے اور اس فراغت کے بعد مدینہ میں خدمت امامؑ میں حاضر ہوئے تو امامؑ عالی مقام نے ملاقات سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اگر تمہارے پاس ہماری اولاد کی ملاقات کیلئے وقت نہیں تو ہمارے پاس بھی تم سے ملاقات کے لئے وقت نہیں ہے۔ اتفاقاً جب کسی طرح نیاز حاصل ہوا تو جناب احمد نے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں نے محض اس لئے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا کہ وہ شراب خوری کی عادت میں مبتلا تھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا وَلٰکِنَّ لَابُدَّ مِنْ اکرامھم و احترامھم عَلٰی کُلِّ حال وان لا تحقرھم ولا تستھِین بِھِمُ لِاِنْتَسَابِھِم اِلَیْنَا فتکون مِنَ الخَاسِرِیْن. جو کچھ بھی ہو تم پر ہر حال میں سادات کا اکرام واحترام لازم ہے۔ اور ہرگز کبھی اُن کو حقیر نہ سمجھو اور نہ اُن کی توہین وتذلیل کرو کیونکہ اُن کی نسبت ہماری طرف ہے ورنہ تم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ جناب موصوف جب واپس قم پہنچے اور ملاقات کیلئے اصحاب واحباب آئے تو اُن میں سید حسین قمی بھی آئے (یہ جھوٹ لکھا ہے) اب کی مرتبہ خلافِ توقع جناب احمد نے آگے بڑھ کر اُن کا استقبال کیا اپنے پاس بٹھایا بڑی توجہ سے مزاج پُرسی کی جب دوسرے لوگ اُٹھ کر چلے گئے تو سید حسین قُمی نے دریافت کیا کہ یا تو میرے لئے ملاقات کا وقت بھی نہ

تھا۔اور یا آج یہ لطف و مدارا کیا گیا؟ جناب احمد نے حقیقت الامر کے اظہار میں قدرے توقف کیا۔مگر سید صاحب کے اصرار کرنے پر انہوں نے وہ تمام ماجرا بیان کر دیا جو سید صاحب کے بارہ میں اُن کو امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش آیا تھا۔سید صاحب سن کر زار وقطار رونے لگے اور کہا کہ ہم نے اعمال بد کا ارتکاب کیا تب بھی ہمارے بزرگوں کو ہمارا اس قدر پاس ولحاظ ہے یہ کہا اور گھر جا کر شراب کے ظروف توڑ ڈالے اور توبہ کر لی اور بڑا عابد و زاھد ہو گیا۔''(احسن الفوائد صفحہ 489-488)

<u>محمد حسین مجتہد ڈھکو:</u> یہ ایسا خبیث وملعون مجتہد ہے جس کو لعنت کی فہرست میں شامل کرنا چاہیئے۔یہ شخص زنجیر سے ماتم کرنے والوں کو شیعہ مذہب سے خارج کرتا ہے۔ماتم کو حرام کہتا ہے اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی منزلت کو اہلسنت سے بھی کم کرتا ہے۔ہم نے اپنی کتاب ''اسلام اور علمائے اسلام'' میں اس کی بھرپور مذمت کی ہے۔اور اس کی کتاب سے یہ حالات اور بیانات اس لئے لکھے ہیں تا کہ اُن حقائق کی حقانیت واضح ہو جائے کہ جب ایسے ملاعین بھی اُن کو مانتے اور سیدوں اور سیدزادیوں کے اکرام واحترام کو تسلیم کرتے ہیں تو مومنین تو ضرور مانیں گے۔

105 (ج)۔ <u>اُمت محمدؐیہ پر اولادِ رسوؐل کی تعظیم وتکریم اور محبت ومودۃ واجب اور اُن سے نفرت وعداوت وبغض تا قیامت حرام ہے</u>

گزشتہ عنوانات اور بیانات میں ثابت ہو گیا کہ اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و توقیر؛ تعظیم وتکریم؛ محبت ومودۃ واجب عینی ہے۔خواہ اولادِ رسوؐل معصوم ہو یا خاطی ہو؛ نیکو کار ہو یا گنہگار ہو۔اس قرآنی آیت کی حقیقت (42/23) کو اور رسوؐل کے لاتعداد

فرمانات کو ماننے والے مسلمان بتائیں کہ وہ ایک سیدزادی کو اپنی زوجیت میں لا کر کس طرح مذکورہ عزت وتوقیر بجالائیں گے؟ اور کیسے وہ خدمات بیوی سے لیں گے جن کا اسلام نے تمام شوہروں کو حق دیا ہے؟ اور کس طرح ایسی زوجہ کو طلاق دے کر رنج پہنچائیں گے جس سے محبت ومودۃ واجب کی گئی ہے اور جس کی توہین وتذلیل حرام ہے؟ اور کس دلیل سے ایسی زوجہ کو وہ حرام سامان کھلائیں گے جو اولادِ رسوؐل پر حرام ہے؟ اور تم پر جائز ہے اور کس طرح ایسی زوجہ کے پاکیزہ رحم میں اپنا وہ نطفہ ٹھہرائیں گے جو اُس خوراک سے بنا ہے جو اولادِ رسوؐل پر حرام اور تم پر حلال تھا؟ اور کس طرح ایسی زوجہ سے اُلٹی اپنی تعظیم وتوقیر کرائیں گے جو سجدہ کی حد تک جاتی ہے؟ رسوؐل اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں بیویوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کرو' شریعت کے احکام پڑھ کر بتائیں کہ کیا واقعی سیدزادیاں تمہارے نکاح میں آنے کیلئے حلال ہوسکتی ہیں؟ یادرکھو کہ اگر تمہارے لئے ازواجِ رسول حلال ہیں تو بناتِ رسوؐل بھی حلال ہیں۔ یا یہ کہ اگر تمہارے لئے تمہاری مائیں حلال ہیں؟ تو تمہاری حقیقی بہنیں بھی حلال ہیں؟ تمہاری حقیقی بیٹیاں حلال ہیں تو سیدزادیاں بھی حلال ہیں؟ اگر کچھ حرامی اور حرامکار لوگ حلال ہونے کا فتویٰ دیتے رہے ہیں تو یہ کوئی بات نہیں وہ اور اُن کے بزرگ تو خود اپنی ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے زنا جائز سمجھتے اور کرتے اور اولادیں پیدا کراتے رہے ہیں۔ (نساء 4/22-23) خدا اُن پر لعنت کرے آمین۔

105 (د)۔ اولادِ رسوؐل کی توہین، توہینِ خدا اور رسوؐل اور کفر صریح ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: مَنْ اَهَانَ اَوْلَادِیْ فَقَدْ اَهَانَنِیْ، وَمَنْ اَهَانَنِیْ فَقَدْ اَهَانَ اللّٰهَ وَمَنْ اَهَانَ اللّٰهَ فَقَدْ کَفَر.

''جس نے میری اولاد کی توہین کی اُس نے یقیناً میری توہین کی، اور جس نے میری توہین کی اُس نے یقیناً اللہ کی توہین کی اور جس نے اللہ کی توہین کی وہ یقیناً کافر ہو گیا۔ (مودۃ القربیٰ)

اس حدیث کو سامنے رکھ کر یہ آیت پڑھیں فرمایا کہ:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ
وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا
عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا O(4/34)

مودودی: ''اور جن بیویوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو اُنہیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں اُن سے علیحدہ رہو اور مارو، پھر اگر (سمجھانے علیحدہ رہنے اور مارنے پیٹنے سے) وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ اُن پر دست درازی کے لئے بہانے تلاش نہ کرو، یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالا تر ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 349-350)

مودودی کی تشریح بھی زیرِ غور رکھنا

مودودی کا طریقہ کار اور رسولؐ کی ہدایت یہ ہے کہ:

59 ''یہ مطلب نہیں کہ تینوں کام بیک وقت کر ڈالے جائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ نشوز کی حالت میں ان تینوں تدبیروں کی اجازت ہے۔ اب رہا ان پر عمل درآمد، تو بہر حال اس میں قصور اور سزا کے درمیان تناسب ہونا چاہئے، اور جہاں ہلکی تدبیر سے اصلاح ہو سکتی ہو وہاں سخت تدبیر سے کام نہ لینا چاہئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کے مارنے کی جب کبھی اجازت دی ہے بادلِ نخواستہ دی ہے اور پھر بھی اسے

ناپسند ہی فرمایا ہے۔تاہم بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو پٹے بغیر درست ہی نہیں ہوتیں۔ایسی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ مُنہ پر نہ مارا جائے، بے رحمی سے نہ مارا جائے اور ایسی چیز سے نہ مارا جائے جو جسم پر نشان چھوڑ جائے۔"(ایضاً صفحہ 350)

اب قارئین بتائیں کہ اگر تم نے بدقسمتی سے کسی سیدزادی سے نکاح کرلیا تو تم اُسکے ساتھ کیا کرو گے؟اور کیا قرآن اور رسوؐل کے احکام پر عمل کرسکو گے؟ لہٰذا ایسا نکاح بلا شبہ حرام ہے جس میں احکام خدااور رسوؐل کی تعمیل ناممکن ہو جائے۔

105(ھ)۔سیدزادیاں اپنے مقامِ بلند کے سامنے اُمت کے بڑے سے بڑے بزرگ، بڑے سے بڑے رئیس وسردار کو حقیر وکم رتبہ بلکہ اپنا غلام سمجھے بغیر نہ رہیں گی

اس سلسلے میں قرآن کا ایک اور مقام دیکھیں جس سے عملاً یہ معلوم ہو جائے گا کہ ناموسِ رسوؐل کی ایک بیٹی کسی اُمتی کی زوجیت میں نافرمانی اور سرکشی کرنے میں قرآن کی رُو سے کیا حق اور قدرت رکھتی ہے، سنئے:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ.. (احزاب 33/37)

مودودی "اَے نبیؐ یاد کرو وہ موقع جب تم اُس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا کہ

"اپنی بیوی کو نہ چھوڑ اور اللہ سے ڈر۔" (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 99)

یہ بات تو اِس آیت اور ترجمہ ہی سے قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کو چھوڑنے کی فکر میں ہے اور رسوؐل اللہ اسے منع کررہے ہیں اور اللہ اُسے خود سے ڈرنے کا حکم

دے رہا ہے۔اس شوہر اور زوجہ کی تفصیلات مودودی سے سنئے لکھا ہے کہ:

مودودی کی تشریحات''68ء مُراد ہیں حضرت زید، جیسا کہ آگے بصراحت بیان فرما دیا گیا ہے۔اُن پر اللہ تعالیٰ کا احسان کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان کیا؟ اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ مختصراً اُن کا قصہ بیان کر دیا جائے ۔یہ زید دراصل قبیلہ کلب کے ایک شخص حارثہ بن شراحیل کے بیٹے تھے۔ اور ان کی ماں سُعدٰی بنت ثَعلَبہ قبیلہ طے کی شاخ بنی مَعُن سے تھیں۔جب یہ زید آٹھ سال کے بچے تھے اس وقت ان کی ماں انہیں اپنے میکے لے کر چلی گئیں۔وہاں بنی قین بن جسر کے لوگوں نے ان کے پڑاؤ پر حملہ کیا اور لوٹ مار کے ساتھ جن آدمیوں کو وہ پکڑ کر لے گئے ان میں حضرت زید بھی تھے۔پھر انہوں نے طائف کے قریب عُکاظ کے میلے میں لے جا کر اُن کو بیچ دیا خریدنے والے حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزَام تھے۔انہوں نے مکہ لاکر اپنی پھوپھی صاحبہ کی خدمت میں نذر کر دیا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہؓ کا جب نکاح ہوا تو حضورؐ نے اُن کے ہاں زید کو دیکھا اور ان کی عادات واطوار آپؐ کو اس قدر پسند آئیں کہ آپؐ نے انہیں حضرت خدیجہؓ سے مانگ لیا۔اس طرح یہ خوش قسمت لڑکا اُس خیر الخلائق ہستی کی خدمت میں پہنچ گیا جسے چند سال بعد اللہ تعالیٰ نبی بنانے والا تھا۔اس وقت حضرت زید کی عمر ۱۵ سال تھی۔کچھ مدت بعد ان کے باپ اور چچا کو پتہ چلا کہ ہمارا بچہ مکہ میں ہے۔وہ انہیں تلاش کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اور عرض کیا کہ آپ جو فدیہ چاہیں ہم دینے کیلئے تیار ہیں آپ ہمارا بچہ ہمیں

دے دیں حضورؐ نے فرمایا کہ میں لڑکے کو بلاتا ہوں اور اُسی کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے یا میرے پاس رہنا چاہتا ہے اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے گا تو میں کوئی فدیہ نہ لوں گا اور اسے یوں ہی چھوڑ دوں گا لیکن اگر وہ میرے پاس رہنا چاہے تو میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ جو شخص میرے پاس رہنا چاہتا ہو اسے خواہ مخواہ نکال دوں۔ انہوں نے کہا یہ تو آپؐ نے انصاف سے بھی بڑھ کر درست بات فرمائی ہے۔ آپ بچے کو بلا کر پوچھ لیجئے حضورؐ نے زید کو بلایا اور ان سے کہا ان دونوں صاحبوں کو جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اچھا تم اِن کو بھی جانتے ہو اور مجھے بھی۔ اب تمہیں پوری آزادی ہے کہ چاہو ان کے ساتھ چلے جاؤ اور چاہو میرے ساتھ رہو۔ انہوں نے جواب دیا میں آپؐ کو چھوڑ کر کسی کے پاس نہیں جانا چاہتا۔ ان کے باپ اور چچا نے کہا کہ زید کیا تو آزادی پر غلامی کو ترجیح دیتا ہے اور اپنے ماں باپ اور خاندان کو چھوڑ کر غیروں کے پاس رہنا چاہتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس شخص کے جو اوصاف دیکھے ہیں ان کا تجربہ کر لینے کے بعد میں اب دنیا میں کسی کو بھی اِس پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ زید کا یہ جواب سُن کر ان کے باپ اور چچا بخوشی راضی ہو گئے۔ حضورؐ نے اُسی وقت زید کو آزاد کر دیا۔ اور حرم میں جا کر قریش کے مجمع عام میں اعلان فرمایا کہ آپ سب لوگ گواہ رہیں آج سے زید میرا بیٹا ہے یہ مجھ سے وراثت پائے گا اور میں اس سے۔ اسی بنا پر لوگ اُن کو زید بن محمدؐ کہنے لگے۔ یہ سب واقعات نبوت سے پہلے کے ہیں۔ پھر جب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے منصب نبوت پر سرفراز ہوئے تو چار ہستیاں ایسی تھیں جنھوں نے ایک لمحہ شک و تردد کے بغیر آپؐ سے نبوت کا دعویٰ سنتے ہی اُسے تسلیم کرلیا ایک حضرت خدیجہؓ دوسرے حضرت زیدؓ تیسرے حضرت علیؓ اور چوتھے حضرت ابوبکرؓ اُس وقت حضرت زید کی عمر ۳۰ سال تھی۔ اوران کو حضورؐ کی خدمت میں رہتے ہوئے ۱۵ سال گزر چکے تھے۔ ہجرت کے بعد ۴ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے ان کا نکاح کردیا تھا۔ اپنی طرف سے ان کا مہر ادا کیا اور گھر بسانے کے لئے ان کو ضروری سامان عنایت کیا۔ یہی حالات ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں اشارہ فرمارہا ہے کہ ''جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا۔''

''۶۹ یہ اُس وقت کی بات ہے جب حضرت زیدؓ سے حضرت زینبؓ کے تعلقات انتہائی کشیدہ ہوچکے تھے اور انہوں نے بار بار شکایت پیش کرنے کے بعد آخر کار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ میں اُنکو طلاق دینا چاہتا ہوں۔ حضرت زینبؓ نے اگرچہ اللہ اور اُسکے رسولؐ کا حکم مان کر اُنکے نکاح میں جانا قبول کرلیا تھا لیکن وہ اپنے دل سے اس احساس کو کسی طرح نہ مٹا سکیں کہ زید ایک آزاد کردہ غلام ہیں۔ انکے اپنے خاندان کے پروردہ ہیں۔ اور وہ عرب کے شریف ترین گھرانے کی بیٹی ہونے کے باوجود اِس کم تر درجے کے آدمی سے بیاہی گئی ہیں اس احساس کی وجہ سے ازدواجی زندگی میں انہوں نے کبھی حضرت زیدؓ کو اپنے برابر کا نہ سمجھا اور اسی وجہ سے دونوں کی تلخیاں بڑھتی چلی گئیں۔ ایک سال سے کچھ ہی زیادہ مدت گزری تھی کہ نوبت

طلاق تک پہنچ گئی'' (مسلسل سنئیے:)

''۷۰۔ بعض لوگوں نے اس فقرے کا اُلٹا مطلب یہ نکال لیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت زینبؓ سے نکاح کے خواہشمند تھے۔ اور آپؐ کا جی چاہتا تھا کہ حضرتؓ زید اُن کو طلاق دے دیں۔ مگر جب انہوں نے آکر عرض کیا کہ میں بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں تو آپؐ نے معاذ اللہ اوپری دل سے اُن کو منع کیا اس پر اللہ فرما رہا ہے کہ ''تم دل میں وہ بات چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا'' حالانکہ اصل بات اس کے بالکل برعکس ہے۔ اگر اس سورہ احزاب کی ۱، ۲، ۳ اور ۷ ویں آیت کے ساتھ ملا کر یہ فقرہ پڑھا جائے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ جس زمانے میں حضرت زید اور اُن کی اہلیہ کے درمیان تلخی بڑھتی چلی جا رہی تھی اُسی زمانے میں اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارہ کر چکا تھا کہ زید جب اپنی بیوی کو طلاق دیں تو اُن کی مطلقہ خاتون سے آپ کو نکاح کرنا ہوگا۔ لیکن چونکہ حضورؐ جانتے تھے کہ عرب کی اس سوسائٹی میں منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اور وہ بھی عین اس حالت میں کہ جب کہ مُٹھی بھر مسلمانوں کے سوا باقی سارا عرب آپؐ کے خلاف پہلے ہی خار کھائے بیٹھا تھا۔ اس لئے آپؐ اس شدید آزمائش میں پڑنے سے ہچکچا رہے تھے۔ اسی بنا پر جب حضرت زید نے بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ ''اللہ سے ڈرو'' اور اپنی بیوی کو طلاق نہ دو'' آپؐ کا منشا یہ تھا کہ یہ شخص طلاق نہ دے تو میں اس بلا میں پڑنے سے بچ جاؤں، ورنہ اس کے طلاق دے دینے کی صورت میں مجھے حکم کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اور پھر مجھ پر وہ کیچڑ اچھالی جائے گی کہ پناہ بخدا۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو اولوالعزمی اور رضا بقضا کے جس بلند مرتبہ پر دیکھنا

چاہتا تھا اُس کے لحاظ سے حضورؐ کی یہ بات فروتر نظر آئی کہ آپؐ نے قصداً زید کو طلاق سے روکا (بلّغ کے حکم میں دیر کی ۔احسنؔ) تا کہ آپؐ اس کام سے بچ جائیں جس میں آپؐ کو بدنامی کا اندیشہ تھا (یا جان جانے کا خطرہ تھا۔احسنؔ) حالانکہ اللہ ایک بڑی مصلحت کی خاطر وہ کام آپؐ سے لینا چاہتا تھا ''تم لوگوں سے ڈر رہے ہو، حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اُس سے ڈرو'' کے الفاظ صاف صاف اسی مضمون کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔یہی بات اِس آیت کی تشریح میں امام زین العابدین حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے چکا تھا کہ زینب آپؐ کی بیویوں میں شامل ہونے والی ہیں،مگر جب زید نے آ کر اُن کی شکایت کی تو آپؐ نے زید سے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو نہ چھوڑو۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں پہلے خبر دے چکا تھا کہ میں تمہارا نکاح زینبؓ سے کرنے والا ہوں تم زید سے یہ بات کہتے وقت اس بات کو چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا،، (ابن جریر ابن کثیر بحوالہ ابن ابی حاتم) علامہ آلوسی نے بھی تفسیر روح المعانی میں اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ عتاب ہے ترک اولیٰ پر۔اس حالت میں اولیٰ یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے یا زید سے فرما دیتے کہ تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر سکتے ہو۔عتاب کا ما حصل یہ ہے کہ تم نے زید سے یہ کیوں کہا کہ اپنی بیوی کو نہ چھوڑو حالانکہ تمہیں میں پہلے ہی بتا چکا تھا کہ زینبؓ تمہاری بیویوں میں شامل ہو گی۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 101-99)

105(و) سیدزادیوں کا غلط شوہروں پر غضبناک ہونا اور اُن کو حقیر و ذلیل سمجھنا اور کہنا قرآن کی رو سے (33/37-38) صحیح اور جائز ہے

علامہ مودودی اور دیگر علما کے ان لمبے چوڑے بیانات کے بعد بھی ہمیں چند باتیں عرض کرنا ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت زینب علیہا السلام کا مذکورہ رویہ قانون ازدواج کے خلاف تھا۔ شوہر کے حقوق کی خلاف ورزی اور کھلی توہین تھی جسے اللہ و رسوؐل کے یہاں گناہ اور جرم اور احکاماتِ خدا اور رسوؐل کی نافرمانی میں شمار ہونا چاہئے تھا۔ مگر اللہ و رسوؐل نے اسے جائز سمجھا اور جناب زینبؑ کو اُن کی شوہر سے سرکشی میں حق بجانب سمجھا اور اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی زوجیت میں دے کر اپنی رضامندی ثابت کر لی اور اُن کے کُفوی نقصان کو پورا کیا اور صرف اس لئے کہ حضرت زینب علیہا السلام قدیم سے چلے آنے والی سادات میں سے ہاشمی سیدزادی تھیں اور غیر ہاشمی اُن کا کوئی کفو نہ تھا انہوں نے اللہ و رسوؐل کے حکم کے سامنے سر جھکا دیا تھا اور تعمیل حکم کے بعد انہوں نے اپنے حقوق کو استعمال کیا اور صحیح کفو حاصل کر کے رہیں۔ اور خدا اور رسوؐل اُن سے راضی رہے۔ یہاں پھر نوٹ فرمائیں کہ عہد رسوؐل و علیؑ تک سادات ہاشمی کو سادات فاطمیہؑ کے برابر رکھا گیا تھا۔ پھر ساداتِ بنی فاطمہؑ کے علاوہ کسی کی سیادت قابل تسلیم نہ رہی اور بخاری کتاب المناقب میں صرف بنی ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو شَیٌ ءٌ واحِد ایک چیز فرمایا گیا ہے۔

106۔ اولادِ رسوؐل ساری اُمت سے افضل ہے اُن کا ادب واحترام واجب ہے، اُن کو ایذا دینے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں

قرآن کریم کا وہ حکم سامنے رکھو جس میں سرکش بیویوں کو ایذا دینے کا حکم ہے (4/34) اور وَاضْرِبُوْھُنَّ (ان کو پیٹو) فرمایا گیا ہے اور پھر یہ حدیث دیکھو کہ:

مَنۡ اَذٰاَوُلَادِی لَایقبل اللّٰہ صلوٰتہٗ و لَا صومہٗ وَلَا زَکوتہَ و لا حجّہ فان مات مات منافقًا (مودۃ القربیٰ صواعق محرقہ)

''جس نے میری اولاد کو دُکھ دیا یا ستایا اللہ اُس کی نماز قبول کرے گا نہ روزہ قبول کرے گا۔ نہ اُس کی زکوٰۃ قبول ہوگی نہ اُس کا حج قبول کیا جائے گا اور جب وہ مرے گا تو منافق کی موت مرے گا۔''

کون ہے جو ایسی زوجہ سے نکاح کرنے کے لئے تیار ہو؟ کہ جس کے سامنے تیوری چڑھا کر بات کرنا بھی تمام نیک اعمال کو ضائع کر کے جہنم واصل کر دے؟

106 (الف)۔ اللہ نے خود کو محمدؐ اور آلِ محمدؐ سے وابستہ رکھا ہے اور باقی نوع انسان سے خود کو جُدا رکھا ہے

چونکہ اللہ نے محمدؐ اور آئمہ اہلِ بیت صلوٰۃ اللہ علیہم کو ساری مخلوق کا ہادی و راہنما بنایا تھا اس لئے اُن حضرات کا نوع انسان سے وابستہ رہ کر اُن کو اُن کی راہنمائی میں مدد دینا ضروری تھا لہٰذا وہ ہر اُمت میں مل جل کر رہے اور اُن کے مرد بھی اُمتوں کو آگے بڑھانے اور ترقی کرانے کیلئے اُمت سے وابستہ رہے۔ اور طرح طرح مختلف ضرورتوں میں اُن کے کام آئے۔ اُن کی مستورات سے شادیاں کیں تاکہ انہیں ازدواجی زندگی اور تربیت اطفال کی عملی تعلیم دیں اور اچھی نسلوں کے پیدا کرنے اور ترقی دینے میں اُن کا ہاتھ بٹائیں۔ ساتھ ہی اپنی نسل کو بلند تر رکھنے اور اُمت کو ترقی کا نمونہ فراہم کرنے کے لئے اپنی خاندانی مستورات کو اپنی نسل و خاندان میں محدود رکھنے کے پابند رہے۔ تاکہ اہل بیتؑ میں ہر آنے والی پشت میں اعلیٰ درجے کے پاک و پاکیزہ اور سابقہ سے ترقی یافتہ افراد موجود رہیں۔ یہ ایک مستقل نظام تھا جو نظام امامت کی صورت میں برسر کار آنا تھا۔ لیکن عربوں نے اس نظام

کی راہ روک کر خود کاروبارِ ہدایت وراہنمائی سنبھال لیا لہٰذا نظام امامتؑ نے ان پر جبر وقوت کا استعمال نہیں کیا انہیں آزادی دے دی اور اللہ نے فرمادیا کہ:

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ O ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَO(10/13-14)

مودودی ترجمہ: لوگو،تم سے پہلے کی قوموں کو(جو اپنے زمانہ میں برسرِعروج تھیں) ہم نے ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کی روش اختیار کی اور اُن کے رسولؑ اُن کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور اُنہوں نے ایمان لا کر ہی نہ دیا۔اس طرح ہم مجرموں کو ان کے جرائم کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔اب ان کے بعد ہم نے تم کو زمین میں ان کی جگہ دی ہے تاکہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔(10/13-14) (تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 270,271)

''۱۸؎ خیال رہے کہ خطاب اہل عرب سے ہو رہا ہے اور ان سے کہا یہ جارہا ہے کہ پچھلی قوموں کو اپنے اپنے زمانے میں کام کرنے کا موقع دیا گیا تھا۔مگر انہوں نے آخر کار ظلم وبغاوت کی روش اختیار کی اور جو انبیاؑ ان کو راہ راست دکھانے کے لئے بھیجے گئے تھے ان کی بات انہوں نے نہ مانی اس لئے وہ ہمارے امتحان میں ناکام ہوئیں اور میدان سے ہٹادی گئیں۔اب اے اہل عرب تمہاری باری آئی ہے تمہیں ان کی جگہ کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے تم اس امتحان گاہ میں کھڑے ہو جس سے تمہارے پیش رو ناکام ہو کر نکالے جاچکے ہیں۔اگر تم نہیں چاہتے ہو کہ تمہارا انجام بھی وہی ہو جو ان کا ہوا تو اس

موقع سے جو تمہیں دیا جا رہا ہے صحیح فائدہ اٹھاؤ، پچھلی قوموں کی تاریخ سے سبق لو اور اُن غلطیوں کا اعادہ نہ کرو جو ان کی تباہی کا باعث ہوئیں" (ایضاً صفحہ 271)

علامہ مودودی کی بددیانتی:

اس آیت میں آئے ہوئے لفظ خَلٰٓئِفَ کا ترجمہ جان بوجھ کر غلط کیا ہے لہٰذا اُن کے قلم سے صحیح ترجمہ بھی دیکھ لیں: **جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ**

"تم کو زمین کا خلیفہ بنایا" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 606)(6/165)

یہ ہے قریشی علما کا وہ طریقہ جس سے وہ قرآن کا مفہوم اور موضوع بدل دیا کرتے ہیں۔ بہرحال اللہ نے عربوں کو عموماً اور قریش کو خصوصاً نظام ہدایت و راہنمائی قائم کرنے کا اس آیت (10/14) میں موقع دیا اور حقیقی خلیفۃ الارض نے اپنے نظام ہدایت و راہنمائی کو اپنے خاندان اور متعلقین میں سمیٹ کر محدود کر دیا اور مواقع کی فراہمی کے ساتھ ساتھ اپنا نظام جاری کھا۔ لہٰذا اگر دورِ امامت میں تیزی سے پوری پوری ترقی نہ ہو سکی تو اس کا سبب یہ عربی خلافت اور اس کے مظالم تھے۔ لیکن ہمارے عنوان کے مطابق ان بگڑے ہوئے اور انتظار کے زمانہ میں بھی اللہ آئمہ اھل بیت علیہم السلام کے ساتھ رہا اور یہ دونوں عربی حکومت اور خلافت پر نظر رکھتے چلے آ رہے ہیں۔

106 (ب)۔ اللہ کی محمدؐ و آلِ محمدؐ سے وابستگی قرآن سے ہے

بہرحال نزولِ قرآن کے دوران اللہ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے وابستگی اور باقی لوگوں سے علیحدگی اور دوری کا یوں اعلان فرمایا تھا کہ:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ

وَمَآ اَنزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا ..الخ (الانفال 8/41)

رفیع الدین کا ترجمہ: ''اور جانو تم یہ کہ جو کچھ لوٹ لو کسی چیز سے پس تحقیق واسطے اللہ کے ہے پانچواں حصہ اُس کا اور واسطے رسولؐ کے اور واسطے قرابتیوں رسولؐ کے اور واسطے یتیموں کے اور فقیروں کے اور مسافروں کے اگر ہو تم ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور جو کچھ اتارا ہم نے اوپر بندے اپنے کے دن فیصلے کے جس دن کہ ملی تھیں دو جماعتیں اور اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔''
(ترجمہ قرآن صفحہ 220)

دوسرا مقام:

مَـآ اَفَـآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ...الخ (الحشر 59/7)

''اور جو کچھ اللہ نے بستیوں والوں سے رسولؐ کو واپس دلا دیا وہ اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے رسولؐ کے لئے ہے اور رسولؐ کے قرابتدار کے لئے ہے اور ان کے یتیموں، مسکینوں اور راستوں کے محافظین کے لئے ہے''

نوٹ:۔ اپنی چالاکیوں کے ساتھ ساتھ یہ تمام مترجمین نے تسلیم کیا ہے کہ تیسرے نمبر پر رسولؐ اللہ کے قرابتدار مقصود ہیں۔ اور ہمیں فی الحال اسی پر ہی گفتگو کرنا ہے۔ اور گفتگو معصوم زبان میں کرنا ہے۔

106 (ج)۔ حضرت علیؑ کا معاویہ کو جواب کہ محمدؐ و آل محمدؐ اللہ کے ساتھ وابستہ ہیں اور تم بعید ترین لوگوں میں سے ہو

چنانچہ علامہ محمد باقر مجلسی نے بحار الانوار کی آٹھویں جلد میں کتاب الغارات

ابراہیم بن محمد ثقفی سے نقل کیا ہے حضرت علی علیہ السلام کے خط کا ترجمہ حسب حاجت لکھتا ہوں۔

''اَے معاویہ خبردار ہو کر سُنو کہ ہم تجھ کو اور تیری عداوت کو اور تیرے حسد کو بہت پہلے سے جانتے اور پہچانتے ہیں اور تو اپنے جس قلبی مرض کو ظاہر کر رہا ہے اس سے بھی ناواقف نہیں ہیں۔ اور جس وجہ سے تو ہماری قربت رسولؐ کا انکار کر رہا ہے اُسے بھی سمجھتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہمارا حصہ اور حق کتابِ خداوندی میں لکھا ہوا موجود ہے۔ ہمارا حصہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

''یہ جان لو کہ حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جو مالِ غنیمت سے یا مالِ دُنیا سے جو نفع تمہیں حاصل ہو اُس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور رسولؐ کے اقربا اور ان کے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے اور حکم دیا ہے کہ'' اپنے قرابتداروں کا حق ادا کردو'' (17/26,30/38) کیا اَے معاویہ تو ہمارے حصے کو خدا اور رسولؐ کے حصے کیساتھ کتابِ خدا میں متصل نہیں پاتا؟ اور نہیں دیکھتا کہ کیا تیرا حصہ خدا و رسولؐ سے الگ بعید ترین لوگوں میں نہیں رکھا گیا ہے؟ جب خدا ہی نے تجھے اپنے اور اپنے رسولؐ سے جدا کر دیا ہے اور تمہارے حصے کو بھی الگ رکھا ہے۔ اور ہمیں اور ہمارے حصے کو اللہ نے اپنے اور اپنے رسولؐ کے حصے سے متصل رکھا ہے۔ تیری دُوری اور جُدائی تیری نسل کی وجہ سے ہے لہٰذا تیرے حصے کو اپنے قرب سے ساقط کر دیا ہے۔ اور تو میری امامت اور ملکیت کا بھی منکر ہے۔ کیا تو کتاب اللہ میں آلِ ابراہیمؑ کے حق میں خدا کا یہ فرمان نہیں دیکھتا کہ اللہ نے آلِ ابراہیمؑ کو تمام عالمین پر مصطفیٰ بنایا ہے۔ لہٰذا قرآن میں اللہ

نے ہم کو تمام عالمین پر فضیلت دی ہے (3/33) کیا تو ہم پر اس لئے حسد نہیں کرتا کہ اللہ نے ہمیں کتاب و حکمت مملکت عظیمہ عطا کی ہے (4/54) اور اَے معاویہ کیا تیرا گمان یہ ہے کہ تو عالمین میں داخل نہیں ہے؟ یا تیرا گمان یہ ہے کہ ہم آل ابراہیمؑ نہیں ہیں؟ اگر تو ہمارے آل ابراہیمؑ ہونے سے انکار کریگا تو تیرا یہ انکار محمدؐ کی ذات کا انکار ہوگا کیونکہ وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔ اگر تجھے یہ طاقت واختیار ہے کہ تو کتاب خدا میں ابراہیمؑ واسماعیلؑ اور محمدؐ اور ہم میں جدائی ڈال سکتا ہے تو جدا کر کے دیکھ لے۔ (اور کافر ہو جا)''

قارئین دیکھیں آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت علیؑ معاویہ پر خمس سے دلیل قرآن قائم کر کے اُسے اور باقی تمام انسانوں کو اقربائے رسولؐ سے ایسا الگ کر رہے ہیں کہ وہ سب مفضول اور پست درجہ میں چلے گئے ہیں اور پست درجے کے لوگ ہرگز سیدزادیوں کے کفو نہیں ہو سکتے۔ یہیں بخاری شریف سے ایک حدیث دیکھ لیں تا کہ عوام تو عوام ہیں قریش بھی اور قریشی صحابہ بھی اقربائے رسولؐ سے دور اور پست اور غیر مستحق ثابت ہو جائیں سنئے:

عَن جُبیر بن مُطعِم رضی اللّٰه عنه قَالَ مَشَیتُ اَنَا و عُثمان بن عُفان فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰه اَعطَیتَ بَنِی الُمُطَّلِبُ و تَرکتَنَا و اِنَّمَا نَحنُ وَهُم مِنکَ بِمَنزِلَةٍ وَاحِدَةٍ فَقَالَ النَّبیُّ صَلَّی اللّٰه عَلَیه وسلَّم اِنّما بَنُو هَاشِمٍ و بَنُو الُمُطَّلِبُ شَیءٌ وَاحِدٌ .

''حضرت جُبیرؓ بن مطعم بیان کرتے ہیں کہ ہم اور عثمان بن عفان رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو عثمان نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ نے بنی مطلب کو (مال) دیا اور

ہمیں نہ دیا۔ حالانکہ ہم اور وہ آپؐ کے نزدیک ایک ہی درجے میں ہیں۔ اِس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صرف بنی ھاشم اور بنی مطلب ایک ہیں" (مترجمہ تجرید بخاری فی مناقب قریش حدیث نمبر 283 ج6 صفحہ 645 حصہ دوم)

حدیث میں وضاحت طلب دو باتیں

پہلی بات یہ کہ عثمان اور دیگر قریشی صحابہ نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ اور مُطلب علیہ السلام کی اولاد رسوؐل اللہ کے نزدیک بھی برابر ہیں۔ لیکن معلوم ہوا کہ قریش اپنے زعم میں غلط سمجھتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ عثمان کو یہ جواب کافی ہوجاتا کہ "مُطلبؑ کی اولاد اور تم برابر نہیں ہو۔" لیکن جواب میں یہ کہنا کہ "بنی ہاشمؑ اور بنی مطلبؑ ایک ہی ہیں" یہ بتاتا ہے کہ قریش بنی ہاشمؑ کو بزرگ تر سمجھتے تھے۔ لہٰذا بنو مطلبؑ اور بنو ہاشم کو ایک ہی چیز کہنے سے یہ مقصود تھا کہ جس وجہ سے تم بنی ہاشمؑ کو بڑا حصہ دینے پر اعتراض نہیں کرتے اُسی دلیل سے بنوالمطلبؑ پر بھی اعتراض نہ کرو اس لئے کہ بنی ہاشمؑ اور بنی مطلب تو دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے قریش کا کمتر ہونا ہی ثابت نہ ہوا بلکہ اُن کا مال میں بھی کم حصہ ہونا ثابت ہوگیا اور جب قریشی صحابہ بنو ہاشمؑ اور بنو مطلبؑ ہی سے پست درجہ میں تھے تو بنو فاطمہؑ اور فاطمہؑ زادیوں سے تو بدرجہا پست ہوگئے لہٰذا رسوؐل زادیوں کے کفو نہ ہونا ثابت ہوگیا۔

106 (د)۔ رسولؐ اللہ کی شان میں معمولی کمی خلافِ تمیز و تہذیب حرکت، احترام میں ذرہ برابر کمی کفر کی سزا سے بڑی سزا کا مستوجب

اس عنوان کی تصدیق کے لئے علامہ مودودی کی تفہیم جلد 5 سورہ حجرات کی تشریحات نمبر 1 سے 7 تک پڑھنا ضروری ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیالات

میں۔اعمال میں، چلنے میں، بولنے میں، بیٹھنے اُٹھنے میں، عبادت میں پیش قدمی کرنا یاان کی آواز سے آواز بلند کرنا تمام عمر کے نیک اعمال کو ضائع کر کے جہنمی بنا دیتا ہے۔ایسے لب و لہجہ میں بات کرنا جس طرح عموماً لوگ آپس میں باتیں کرتے ہیں یا انہیں دور سے آواز دینا۔یاان سے عام آدمیوں کی طرح بات کرنا،عمر بھر کی کمائی ضائع کر دیتا ہے۔

مودودی کی بات نوٹ کرلیں:

رسولؐ پاک کے سوا کوئی شخص ،خواہ بجائے خود کتنا ہی قابل احترام ہو، بہرحال یہ حیثیت نہیں رکھتا کہ اس کے ساتھ بے ادبی خدا کے ہاں اس سزا کی مستحق ہو جو حقیقت میں کفر کی سزا ہے ۔وہ زیادہ سے زیادہ ایک بدتمیزی ہے ،خلافِ تہذیب حرکت ہے۔مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں ذراسی کمی بھی اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے آدمی کی عمر بھر کی کمائی غارت ہوسکتی ہے۔اسلئے کہ آپ کا احترام دراصل اُس خدا کا احترام ہے جس نے آپ کو رسولؐ بنا کر بھیجا ہے اور آپؐ کے احترام میں کمی کے معنی خدا کے احترام میں کمی کے ہیں۔"

(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 72-71)(سورہ الحجرات 5-49/1)

سابقہ عنوانات میں اُسی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ اَهَانَ اَوْلَادِیْ فَقَدْ اَهَانَنِیْ ،وَمَنْ اَهَانَنِیْ فَقَدْاَهَانَ اللّٰهَ وَمَنْ اَهَانَ اللّٰهَ فَقَدْ كَفَر.

"جس نے میری اولاد کی توہین کی اُس نے یقیناً میری توہین کی،اور جس نے میری توہین کی اُس نے یقیناً اللہ کی توہین کی اور جس نے اللہ کی توہین کی وہ یقیناً کافر ہوگیا۔"(مودۃ القربیٰ،صواعق محرقہ)

اور فرمایا کہ: ''مَنْ رَای اَوْلَادِی فَلَا یَقُوْمُ قیامًا مِنْ مقامِہٖ ابتلا ئہُ اللّٰہ بثلا ثۃ بلیات اولھا یذھب بلا ایمان و ثانیھا ابتلا ئہ اللّٰہ بیلا ء الفخر وَثالثا مردود. (ایضًا)

''جس نے میری اولاد کو دیکھا اور تعظیم کیلئے اپنی جگہ سے کھڑا نہ ہوا اُسے اللہ تین آزمائشوں میں ڈالے گا اوّل یہ کہ وہ دنیا سے بے ایمان جائے گا۔ دوم یہ کہ وہ فخر اور تکبر میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور سوم یہ کہ وہ مردود ہو کر مرے گا۔''

اور فرمایا کہ: ''میری نیک اولاد کا اکرام و عزت، اللہ کے لئے کیا کرو اور میری گنہگار اولاد کا احترام میرے لئے کیا کرو۔'' (مودۃ القربیٰ وغیرہ)

106 (ھ) اولادِ رسولؐ کی عزت واحترام، اللہ اور رسولؐ کی عزت واحترام کرنا ہے

ان احادیث اور فرماناتِ رسوؐل میں یہ حقیقت ثابت ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی معصوم اور غیر معصوم اور نیک و گنہگار اولاد کی عزت و تکریم کو اپنی اور اللہ کی عزت و تکریم سے منسوب فرماتے ہیں۔ لہٰذا جو رسوؐل کی غیر معصوم اور گنہگار اولاد کی عزت و تکریم نہیں کرتا وہ یقیناً اللہ و رسوؐل کی عزت و تکریم نہیں کرتا۔ اور اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رسوؐل کی بیٹیاں بھی شامل ہیں اور برابر عزت و تکریم کی مستحق ہیں اور اس صورتِ حال میں دخترانِ رسوؐل کا نکاح اُن افراد سے کس طرح جائز ہو سکتا ہے جن افراد پر دخترانِ رسوؐل کی تعظیم و تکریم واجب ہو جن کے لئے ان سے محبت و مودت فرض ہو۔ جن کو رنج و دُکھ دینا ان پر حرام ہو اور جہنم واجب کرتا ہو وہ غیر سید افراد کس طرح ان احکام کی تعمیل کر سکیں گے؟ اور ایسی واجب التکریم ازواج کیسے ان شوہروں کی خدمت و تکریم بجا لائیں گی جو ازدواجی قانون کی رُو سے عورتوں پر واجب ہے؟ لہٰذا سیدزادیوں کے ساتھ غیر سید کے

نکاح کو جائز کہنے والے قرآن کے احکام کو آپس میں ٹکرانے کے مجرم ہیں۔ وہ اجتماع ضِدّین کے قائل ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ دن رات قرآن وحدیث میں تصادم جاری رہے۔ ہر طرف خدا اور رسولؐ کی اور قرآن وحدیث کی نافرمانی ہوتی رہے درحقیقت سیدزادی سے غیر سادات کے نکاح کو جائز کہنے والے دشمنانِ خدا و رسولؐ ہیں اور جب کہ ایسے نکاحوں کے بغیر نہ اسلام کا کوئی کام رکتا ہے نہ پبلک کے سامنے کوئی دینی اور اسلامی دقت آتی ہے تو جواز کے قائل لوگ دراصل شیطانی گروہ کے لوگ ہیں جنہوں نے خودساختہ تصورات و فتاویٰ اور روایات پر اُمت میں فساد وحرام پھیلانے کا منصوبہ چلایا ہے۔ تمام اہل عقد و انصاف حضرات سوچیں کہ جن مستورات کی عزت واحترام خدا اور رسولؐ کی عزت واحترام ہو۔ جن کو ایذا دُکھ دینے سے اعمال صالحہ اور عبادات بھی قبول نہ ہوں۔ جن کی توہین اُدھر خدا اور رسولؐ کی توہین ہو اور ادھر کُفر کے غار میں دھکیلتی ہو۔ جن کی تعظیم وتکریم کے لئے سروقد کھڑا نہ ہونا بلاؤں سے دوچار کرتا ہو اور ایمان کو سلب کر لیتا ہو۔ اور منافق و مردود بنا دیتا ہو۔ اور جن کے ساتھ اور جن کی ماؤں کے ساتھ تاابد نکاح حرام کر دیا گیا ہو۔ اُن سے نکاح کو جائز کرنے والے یقیناً دشمنانِ دین ہیں، دشمنانِ عقل وبصیرت ہیں مخالفانِ قرآن و حدیث ہیں۔ اور یقیناً وہی لوگ اسلام کے خلاف ہر قسم کی سازشیں کرنے والے ہیں۔ (25/27-31)

107۔ دائمی نکاح بھی ایک جنسیاتی فریب ہے اور تخریب اسلام اور تخریبِ انسانیت کی سازش ہے

اُن ہی کی طرف سے دائمی نکاح کے نام سے اُمت کو ایک دائمی فریب میں مبتلا کیا گیا ہے۔ جب کہ یہاں ''دائمی نکاح'' ایسی کوئی چیز نہ موجود رہی ہے اور نہ موجود ہے یہ بات

لفظاً و معناً دونوں طرح غلط ہے۔اور اس کے غلط ہونے اور غلطی پر ہم سابقہ صفحات میں سرسری طور پر متوجہ بھی کر چکے ہیں اب اس پر باقاعدہ سنجیدگی سے گفتگو کرنا ہے۔لیکن پہلے یہ عرض کرنا ہے کہ علامہ پرویز نے اپنی کتاب مقامِ حدیث جلد دوم میں بڑے زور و شور و اہتمام سے اُس پر بحث کی ہے اور یہ عنوان قائم کیا ہے کہ:

''کسی معاشرہ کی صلاحت کیلئے جنسی تعلقات Sex Relation کا صحیح خطوط پر متشکل ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے''(صفحہ 40)

اس شاندار عنوان پر مسلسل لکھا ہے کہ:

''قرآن نے اس ضمن میں ایسے واضح اور غیر مبہم حدود مقرر کر دیئے جن سے جنسی فوضویت Sexual anarchy کی جگہ معاشرہ میں صحیح اور متوازن نظم و ضبط Order پیدا ہو گیا۔اس نے جنسی تعلق کی ایک ہی صورت کو جائز قرار دیا ہے جسے نکاح کہتے ہیں۔اِس کے سوا تمام دوسری شکلوں کو روک دیا۔نکاح کے متعلق بھی ایسے ہی واضح خطوط اور حدود متعین کر دیئے جن سے نکاح اور عدم نکاح کی تمیز میں کوئی دشواری نہ رہے۔قانونی طور پر نکاح ایک معاہدہ ہے جس کا انفساخ Cancellation صرف طلاق سے ہوسکتا ہے۔جس کی تمام تفاصیل قرآن میں موجود ہیں۔معاشرتی طور پر یہ ایک اقرار نامہ ہے جس کی رُو سے دو افراد انسانیہ ایک جوڑا (زوج) بن کر باہمی رفاقت اور توافق سے زندگی کی گاڑی کھینچنے کا تہیہ کرتے ہیں۔اور ایک چھوٹے سے پیمانے پر ایک محدود ''مملکت'' کے اندر قرآن کے نظام ربوبیت کو جاری و ساری کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتے ہیں۔یہ اَہم فریضہ ادا ہو نہیں سکتا جب تک میاں بیوی کے تعلقات ایسے گہرے نہ ہوں کہ اُن میں کوئی

تیسری شخصیت حائل نہ ہو اور ایک دوسرے کا پورا پورا رازداں و ہمرنگ نہ ہو۔ قرآن نے اِس کیفیت کو هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (2/187) (وہ تمہارے لئے بمنزلہ لباس ہیں اور تم اُن کے لئے) کے جامع الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔''

(مقام حدیث جلد 2 صفحہ 41-40)

107 (الف) پرویز کا یہ بیان بھی حقائق اور قرآن کے خلاف ایک خوش کُن فریب ہے

ہم نے اس بیان کو شاندار عنوان قرار دیا ہے۔ اور جب آپ نے اس کو پڑھ لیا تو اس بیان کو بھی فریب قرار دیا ہے لہٰذا اس کا خوش کن ہونا تو سامنے ہے۔ فریب کے اندر کیا پوشیدہ ہے۔ لہٰذا غور فرمائیں اور سارے قرآن میں تلاش کریں اور علما سے دریافت کریں کہ اس اصطلاحی نکاح کے لئے مہر کی تجویز اور تفصیل قرآن میں کہاں ہے؟ لہٰذا یہ دعویٰ کرنا کہ یہ اصطلاحی نکاح قرآن میں متعین و مفصل موجود ہے۔ باطل اور فریب ہے۔ وہاں لفظ مہر پورے قرآن میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ اور جس لفظ کی جگہ اہل سازش نے مہر کو قرآن میں گھسایا ہے وہ لفظ ''اجر'' ہے اور اجر نہ اس دائمی نکاح سے مخصوص ہے نہ لفظ اجر مستقل چیز کو کہا گیا ہے یہ تو اُردو کے لفظ ''بدلے'' کی جگہ آتا ہے۔ اور لفظ اَجر ہی سے لفظ اُجرت بنتا ہے اور اَجر کی طرح اُجرت بھی دوامی یا دائمی کو نہیں کہتے۔ ان دقتوں کو راہ سے ہٹانے کیلئے قرآن کے ترجموں میں لفظ ''مہر'' رکھا گیا ہے جو کلام اللہ یا خدائی بیان نہیں ہے بلکہ ''ایجادِ بندہ یا سازش ہے'' پھر مسٹر پرویز نے نکاح کو معاہدہ کہہ کر فریب دیا ہے۔ معاہدہ دو یا زیادہ افراد میں ہوتا ہے اور اس میں ہر بات فریقین میں طے ہوتی ہے۔ اور فریقین معاہدہ پر رضا مند ہوتے ہیں اور معاہدہ میں فریقین کا نفع اور نقصان زیر نظر رہتا ہے اور معاہدہ میں کسی کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ دوسرے فریق کو اطلاع دیئے بغیر اور اُس کی رضا

مندی کے خلاف معاہدے کو یا معاہدے کی کسی شرط کی خلاف ورزی کرے۔ جب کہ نکاح میں طلاق شوہر کی یک طرفہ اور بلا زوجہ کو اطلاع دیئے اختیاری چیز ہے اور اس کے لئے نہ کسی مدت کی شرط ہے نہ پابندی۔ نکاح ہونے کے ساتھ ہی وہ طلاق دینے کا اختیار رکھتا ہے اور جب چاہے طلاق دے کر زوجہ کو فارغ کر سکتا ہے۔ قانوناً اُسے حکمیہ منع کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ لہٰذا نکاح کو معاہدہ کہنا ایک خوش کن فریب ہے۔ اور نکاح سے پہلے ہی عورت یہ جانتی ہے کہ شوہر جب چاہے طلاق دینے کا قانونی اختیار رکھتا ہے تو نکاح میں آنے کے بعد شوہر و زوجہ میں کبھی بھی باہمی توافق، رفاقت، محبت اور اس بیان میں مذکور گہرے اور رازدارانہ اور محبت آمیز تعلقات پیدا نہ ہوں گے جب تک زوجہ کے سر پر طلاق کی تلوار لٹکتی رہے گی۔ البتہ اگر وہ اس تلوار کے اچانک گرنے سے بے فکر ہو جائے یعنی زوجہ کی مرضی کے بغیر اُسے الگ کر دیئے جانے کا خدشہ نہ رہے تو مذکورہ تعلقات کا امکان پیدا ہو سکتا ہے۔ بہر حال نکاح کو معاہدہ کہنا کھُلا فریب ہے۔ اور یہ مانا جا سکتا ہے کہ ایک زوجہ شوہر کو لباس کا کام دے مگر وہ ایسا ہی لباس بن سکتی ہے جس کو جب شوہر چاہے اُتار کر پھینک دے۔ دوسرے لباس سے بدل لے یا دُھلنے کے لئے دھوبی کو دیدے۔ مگر شوہر تو زوجہ کا لباس اُسی صورت میں بن سکے گا جب کہ طلاق کی قینچی کو سمندر میں غرق کر دے۔ اُدھر پرویز نے شوہر و زوجہ کے معاملے کو ایک محدود مملکت قرار دیا ہے اُن کے ذہن میں صرف ایک زوجہ رہی ہے لیکن اگر چار عدد نکاحی ازواج ہوں اور دس پندرہ قرآن میں مذکور دوسری ازواج ہوں تو اس مملکت میں کم سے کم اُس قدر ہنگامہ تو ضرور ہو گا جس قدر ہنگامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے گھر میں رہتا تھا, (33-33/32), (33/52-55)(66/1-6) پھر تو شوھر صاحب کا ہر دوسرے روز جلوس نکلا کرے گا اور راجیس گاندھی کی طرح سارا دن

دوڑتے ہوئے گزرا کرے گا اور مملکت میں نظام ربوبیت کی جگہ نظامِ شیطانی کا دَور دورَہ رہا کرے گا۔

107(ب)۔ نکاح کی حدود وقیود پر پرویز صاحب کی پانچ عدد باتیں

مندرجہ بالا زیرِ تنقید بیان کے بعد بھی علامہ پرویز نے نکاح کے متعلق چند فرضی، خوش کن اور سازشانہ باتیں لکھی ہیں اور اُس کا نچوڑ یہ کہتے ہوئے سامنے لائے ہیں کہ:

''یہ ہیں وہ حدود و قیود جن کے اندر جنسی تعلقات کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اِن کے باہر محض جذبات شہوانیہ کی تسکین کا ذریعہ فلہٰذا ناجائز۔ اُن حدود و قیود کو مختصر پھر سامنے لے آیئے:

(1) تَراضِیِ مابَین سے۔

(2) ایک ایسا معاہدہ جو صرف طلاق رخلع سے فسخ ہوسکتا ہے۔ یا (موت سے)

(3) جس کا مقصد افزائش نسل عائلی زندگی میں ''مَن تو شُدم تُو من شدی'' کی کیفیت، باہمی محبت اور مودت، ایک دوسرے کی رفاقت باعث سکون وطمانیت اور اس طرح ایک چھوٹی سی وحدت UNIT میں قرآنی نظام کو مرتسم کرنا۔

(4) جس میں اولاد کی تمام ذمہ داریاں اپنے سر لی جاتی ہیں۔

(5) جس میں میاں بیوی ایک دوسرے کے ترکے میں حصہ پاتے ہیں۔

107(ج)۔ یہ پانچوں باتیں فرضی، خوش کن اور از اول تا آخر جھوٹ اور فریب ہیں

پہلی بات کو جھوٹا اور فرضی ہونا چودہ سو سال سے ثابت ہے آج تک کبھی کسی لڑکی یا عورت سے طلاق کے لئے نہ اس کی رضامندی حاصل کی گئی نہ اسے یہ بتایا گیا کہ تجھے اتنے عرصہ کے بعد طلاق دی جائے گی۔ بلکہ اُسے دائمی نکاح کا تصور دے کر میکے اور سسرال والوں نے فریب اور دھوکا دیا۔ اور وہ دھوکا کھا کر تاحیات شوہر کے ساتھ رہنے کی خاطر جاتی

ہے۔ جو گھر یا جو دروازہ سامنے آئے اسے کھڑ کائیے اور شیعہ یا سنی، ہندو یا عیسائی کسی قوم کی عورت سے ہماری تصدیق کر لیجئے، پرویز اینڈ کمپنی ہر دروازہ پر جھوٹی اور فریبی ثابت ہوگی۔

دوسری بات پہلی بات کی غلط ہونے کی بنا پر غلط ہے۔ اس معاہدہ میں نہ خلع کا اختیار زیر بحث آتا ہے نہ طلاق کا ذکر ہوتا ہے۔ نہ دائمی نکاح کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ ان باتوں کی ہوا تک نہیں لگنے دی جاتی کھلا فریب کیا جاتا ہے۔

تیسری بات میں افزائش نسل ہی تباہ کُن چیز ہے۔ پہلا بچہ جو تندرستی اور صحت جسمانی کی انتہا پر عین شباب کے عالم میں ہوگا ظاہر ہے کہ انتہائی تندرست و توانا ہونا چاہئے اس کے بعد اگر بدقسمتی سے دائمی نکاح ہو تو ستر اور اسی سال کی عمر میں جو بچہ ہوگا وہ بدترین تندرستی کا حامل بیمار و ناتواں و کم ہمت اور ہر عیب سے مرصع پیدا ہوگا اور اسی قسم کے بہت سے بچے یا کیڑے اسی سال میں پیدا ہو کر انسانی صفوں میں داخل ہو چکے ہوں گے اور اُن کا بار بھی ساری انسانیت کو اُٹھانا ہوگا اور یہ بار اُٹھاتے اُٹھاتے انسانیت کی کمر جھک چکی ہے اسی کو رفع کرنے کیلئے فیملی پلاننگ ہو رہی ہے۔ آپریشن ہو رہے ہیں۔ الٹی سیدھی دوائیں کھا کر عورتیں اپنی صحت کو تباہ کر رہی ہیں صرف اسلئے کہ عورتوں پر لوگوں کو تسلط اور ملکیت حاصل ہے اَسی سال کا بڈھا کنواری لڑکی سے شادی کرتا ہے اور کیڑے مکوڑے پیدا کر کے پرویز والی افزائش نسل کرتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ پرویز سے کوئی کیڑا پیدا نہ ہوا لاولد مر گئے۔

تیسری بات میں اولاد کے علاوہ باقی تمام باتیں خیال اَندو محال اَندوجنوں کی ذیل میں جا کر بکواس بن جاتی ہیں جب تک یہ رسمی اصطلاحی اور دائمی نکاح جاری ہے۔ اِن مقاصد کے حصول کیلئے ہماری بیان کردہ شرائط یا قرآن میں آزادانہ مذکور شرائط پر نکاح کرنا لازم ہے اور ہم ان ہی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ کتاب ''اسلام میں جنسی تعلقات'' لکھ

رہے ہیں کہ:

(1) شوہر وزوجہ ایک روح اور دو قالب بن سکیں۔

(2) محبت ومودت اور سکون وطمانیت کا نمونہ ہوں۔

(3) معصومؑ ہدایت وراہنمائی سے لامحدود ترقی اور لامحدود حیات حاصل کرسکیں۔

پرویز کی چوتھی بات بھی محض تصوراتی اور عملاً غلط ہے اسلئے کہ وہ عورت جسے ہر لمحہ طلاق کا اندیشہ ہو وہ اگر عقل مند ہوگی تو بچوں کی ساخت وپرداخت وتربیت پر ہرگز توجہ نہ دے گی اور اپنی مطلقہ زندگی کے لئے الگ سے گٹھری جمع کرے گی۔اچھے اور شریف آدمی کی تلاش میں رہے گی اور موقع پاتے ہی پرویز ایسے شوہر کو طلاق یا خلع کی لات (Parting Kick) مارکر الگ ہو جائے گی۔اور پرویز کا ترکہ پانے کا انتظار نہ کرے گی لہٰذا پرویز کی پانچوں باتیں احمقوں کو بہکانے اور مولوی ازم کو چلانے کے لئے ہیں نہ کہ اسلامی باتیں۔ پرویز صاحب نے ارادہ کررکھا ہے کہ وہ ایک حقیقی،قرآنی اور فطری صورت حال کو شیعوں کے غلط عمل درآمد کی آڑ میں حرام ثابت کریں۔اسلئے پرویز کیلئے لازم ہوگیا کہ وہ اس باطل اور اصطلاحی اور فرضی دائمی نکاح کو جھوٹی تعریفوں کے ذریعے سے اتنا اور اونچا اُٹھائیں کہ اصطلاحی متعہ کو جائز کہنے والے شرما کر رہ جائیں اور باطل پرست سنی کہلانے والے علما خوشی سے بغلیں بجاتے پھریں۔مگر ہم نہ باطل پرست سنی ہیں اور نہ ہی باطل پرست علمائے شیعہ میں داخل ہیں۔اس لئے ہم نے طے کیا ہے کہ باطل پرستوں کی کمر توڑ دیں اور دونوں کو قرآنی احکام کے سامنے کھڑا کرکے انہیں حق سے دوچار ہونے کا موقع دیں اور جنسی تعلقات کی صحیح صورت دکھائیں۔

107(د)۔ پرویز اصطلاحی متعہ کو مذموم و حرام ثابت کرنے کی طرف بڑھتے بڑھتے لاشعوری سے اپنے بزرگوں کی پول کھولتے ہیں

اس کے بعد مسٹر پرویز آگے بڑھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اِس کے برعکس ''جنسی تعلق'' کی ایک دوسری شکل ہے جس میں ایک آدمی اور ایک عورت باہمی رضامندی سے کسی قسم کے معاوضے کے ساتھ ایک وقت یا ایک سے زیادہ اَوقات کیلئے مباشرت کا معاملہ طے کر لیتے ہیں۔ اِسے زنا کہا جاتا ہے۔ قرآن نے اِن دونوں قسم کے تعلقات کو دو لفظوں میں بیان کیا ہے۔ اور اس حسن و خوبی اور جامعیت کے ساتھ کہ انسانی ذوق اور بصیرت اس اِیجاز و اَعجاز پر وجد کرنے لگ جاتے ہیں۔ اُس نے کہا کہ مرد اور عورت کے جنسی تعلقات مُحصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ (4/24) ہونے چاہئیں یعنی مُحصِنِیْن نہ کہ مُسَافِحِیْنَ حِصن کے معنی ہیں مستحکم چار دیواری سے گھری ہوئی محفوظ جگہ (قلعہ) لہٰذا محصنین کے معنی ہوئے قانونِ خداوندی کی مقرر کی ہوئی حدود و قیود سے گھرے ہوئے تعلقاتِ زناشوئی۔

سفح کے معنی ہیں ''بہانا'' پانی بہانا (دمِ مسفوح۔ بہتا ہوا لہو) لہٰذا مُسَافِحِیْن کے معنی ہیں وہ جنسی تعلق جس سے مقصود محض مادہ شہوت کا بہانا ہو۔

احصان اور مسافحت کے اس بیّن فرق کو پیش نظر رکھئے اور پھر دیکھئے کہ قرآن نے کس خوبصورتی سے نکاح (مع اُس کی تمام ذمہ داریوں کے) اور زنا میں واضح خط کھینچ کر رکھ دیا ہے ''مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْن'' حدود و قیود میں گھرے ہوئے نہ کہ محض شہوانی مادہ کے بہانے کے لئے۔ حقیقت یہ ہے کہ نکاح اور زنا میں فرق ہی اتنا ہے ورنہ جہاں تک عمل طبعی Physical Action کا تعلق ہے دونوں میں کچھ فرق نہیں۔

نبی اکرمؐ ساری دنیا کو مکارم اخلاق کی تعلیم دینے کیلئے مبعوث ہوئے تھے صحابہ کی جماعت دستِ نبویؐ کی تربیت یافتہ تھی۔ لہٰذا اُس معاشرہ میں جنسی تعلقات کی ایک ہی صورت ممکن تھی۔ یعنی احصان کی شکل وہاں مسافحت کی شکل تصور میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ اس معاشرہ کے افراد وہ تھے جنہیں خود اللہ تعالیٰ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (23/5) کا سرٹیفکیٹ عطا کرتا ہے۔ لیکن اب دیکھئے کہ ہماری کتب احادیث وتفسیر اِن حضرات کے متعلق اس بات میں کیا بیان کرتی ہیں؟

107 (ھ)۔ <u>پرویز کے بزرگوں کی شرمناک اور بے حیائی واضح کرنے کے لئے ہمیں وہ الفاظ لانا ہیں جو گالیاں کہلاتے ہیں</u>

یہاں تک پرویز نے وہ تمہید مکمل کرلی جس کی بنیاد پر وہ شیعوں کے اصطلاحی متعہ کو حرام کرنے اور سنیوں کی تمام احادیث وتفاسیر کی کتابوں کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور ہم اس تمہید کی غپ شپ کو واضح کرکے آگے بڑھیں گے۔ لہٰذا پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ یہ علامہ قرآن کریم کی آیات لکھنے میں قرآن کی مکتوبی صورت کو ناپسند کرتے ہیں اور ہمیشہ قرآن کو اپنی پسند کے مطابق قرآن اور سارے مسلمانوں کے خلاف لکھا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس تمہید میں جن دو الفاظ کی مدح وثنا کی ہے اور انہیں قرآں کا <u>اِیجاز واَعجاز</u> قرار دیا ہے اُن کو قرآن کی مکتوبی صورت میں یوں لکھا گیا ہے <u>مُحۡصِنِيۡنَ مُسٰفِحِيۡنَ</u> یہ پرویز کو پسند نہیں آیا لہٰذا انہوں نے یوں لکھا ہے کہ: ''مُحصِنِین <u>مُسَافِحِین</u>'' یعنی دوسرے لفظ میں ایک الف کا اضافہ کرکے قرآن کی تحریر کو غلط ثابت کیا ہے۔ اب اِن دونوں الفاظ کے وہ معنی دیکھئے جو پرویز نے اپنے ترجمہ میں کئے ہیں۔

وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ <u>مُّحۡصِنِيۡنَ</u> غَيۡرَ <u>مُسَافِحِيۡنَ</u> فَمَا

اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ فَرِيۡضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا تَرٰضَيۡتُمۡ بِهٖ مِنۡ بَعۡدِ الۡفَرِيۡضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًاO(4/24)

پرویزی ترجمہ:"اور (دیکھو) وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں (ہاں لڑائی کے قیدیوں میں سے) جو عورتیں تمہارے قبضہ میں آ گئی تھیں (اور تم نے اُنہیں لونڈیاں بنالیا تھا تو وہ اِس سے مستثنیٰ ہیں) یہ اللہ کی طرف سے تمہارے لئے (قانون) ٹھیرادیا گیا ہے۔اِن عورتوں کے علاوہ (جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے) تمام عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ (تم اُن سے نکاح کر سکتے ہو) بشرطیکہ (ازدواجی زندگی کے) قیدو بند میں رہنے کے لئے۔نہ کہ نفس پرستی کیلئے۔اپنا مال خرچ کر کے اُن سے نکاح کرو۔پھر جن عورتوں سے تم نے (ازدواجی زندگی کا) فائدہ اُٹھایا ہے تو چاہیے کہ جو مہر اُن کا مقرر ہوا تھا وہ اُن کے حوالے کر دو اور مہر مقرر کرنے کے بعد اگر آپس کی رضامندی سے کوئی بات ٹھہر جائے (یعنی بیوی اس میں کمی بیشی منظور کر لے یا اِس کا کوئی حصہ یا بخوشی سب کچھ معاف کر دے) تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔اس میں تم پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔یاد رکھو اللہ سب کچھ جاننے والا اور (ہر بات میں) حکمت رکھنے والا ہے"(معارف القرآن جلد چہارم صفحہ 513-512)

یہاں پھر نوٹ فرمائیں کہ اس آیت میں بھی پرویز نے اُس لفظ کو الف کے ساتھ مُسَافِحِیۡنَ قرآن کے خلاف لکھا ہے۔علاوہ ازیں لفظ مُحۡصِنِیۡن کا ترجمہ بھی اپنی تمہیدی ترجمہ کے خلاف "قیدو بند میں" رکھنا کئے ہیں اور لفظ مُسَافِحِیۡنَ کا ترجمہ "نفس پرستی" کیا ہے یعنی مندرجہ بالا تمہید کا سارا کرّ وفرّ کر کرا کر دیا ہے۔اور یہ بھی نوٹ فرمائیں کہ یہ آیت (4/24) وہی آیت ہے جس سے شیعہ علما "متعہ" کا استنباط کرتے ہیں لہٰذا اس

آیت کے ترجمہ پر بڑی باریک بینی سے نظر رکھنا ہوگی تاکہ آیت کے صحیح معنی اور اللہ کا حقیقی منشا سمجھا جاسکے فی الحال تو یہ دیکھئے کہ پرویز نے ترجمہ کو صرف دس بریکٹوں کی مدد سے اپنی پسند کے مطابق بنایا ہے اور صرف چھیاسٹھ (66) الفاظ سے آیت کا رخ موڑا ہے۔ بہرحال فی الحال آیت پر روشنی ڈالنا مقصود نہیں ہے۔ پرویز کی تمہید پر غور کرنا ہے۔انہوں نے زنا کی یہ تعریف لکھی ہے کہ:

پرویزی زنا کی غلط تعریف:

''ایک آدمی اور ایک عورت ''باہمی رضامندی سے کسی قسم کے معاوضہ کے ساتھ ایک وقت یا ایک سے زیادہ اوقات کے لئے مباشرت کا معاملہ طے کر لیتے ہیں'' اسے زنا کہتے ہیں۔''

ہم کہتے ہیں کہ ان شرائط کے ساتھ مباشرت کے معاملے کو قرآن کی کسی آیت سے زنا ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ تو تمام وہ شرائط ہیں جو نکاح کی ذیل میں پرویز نے لکھی ہیں۔اور ہم اس پر باقاعدہ گفتگو کریں گے۔ پرویز نے اس تعریف میں جس بات کو بُرا یا زنا سمجھا ہے وہ ہے ''وقت کا تعین''، لیکن وقت کے تعین سے اس معاملہ کا زنا ہو جانا بھی کسی آیت سے ثابت نہیں۔

تمہید میں عہدِ رسولؐ کے مسلمانوں کی ناجائز مدح سرائی کی گئی ہے

یہی مسلمان تو ہیں جن کو پہلی آیت (4/23) میں اپنی ماؤں، بیٹیوں، بہنوں وغیرہ سے نکاح سے روکا گیا ہے جو اس آیت سے پہلے اُن کے یہاں جائز تھا۔اور جو لوگ صدیوں سے نسل در نسل اپنی ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے جنسی تعلق رکھتے اور اولادیں پیدا کراتے چلے آرہے تھے وہ مدح سرائی نہیں مذمت کے مستحق ہوتے ہیں (دیکھو سابقہ

عنوانات)اور جس سرٹیفکیٹ کو مدح سرائی میں پیش کیا گیا ہے وہ ہمیں بھی منظور ہے لیکن وہ مدح نہیں بلکہ ہر زبان میں ایک گالی ہے۔اس لئے کہ عربوں اور قریش سے کہا گیا تھا کہ:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ O وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ......الخ (24/30-31)

پہلی آیت مودودی: ''اے نبیؐ، مومن مردوں سے کہو کہ تم اپنی نظریں بچا کر رکھا کرو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ اُن کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 379,383)

دوسری آیت کا پرویزی ترجمہ: ''اور (اے پیغمبرؐ) اسی طرح مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 510)

قارئین نے دیکھ لیا کہ مومن مرد اور مومن عورتیں اپنی شرمگاہوں کو عام استعمال کیلئے کھلی رکھتے تھے۔ اُنہیں فلاح عام کیلئے اس کام سے روکا گیا اور دونوں کو اپنے اپنے اعضائے تناسل کو ڈھک کر اور چھپا کر رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اِس کے بعد کچھ مومنین اور مومنات نے اس حکم پر عمل کیا تو بقول پرویز اُن چند مومنین کو یہ سرٹیفکیٹ دیا گیا کہ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (23/5) مگر پرویز نے اس سرٹیفکیٹ کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔ ہم نے عرض کیا ہے کہ یہ سرٹیفکیٹ درحقیقت ایک گالی ہے مگر بے غیرت لوگ اس گالی کو الفاظ بدل کر مدح میں استعمال کرتے ہیں۔ پرویز کو ایسے خبیث مومنین کی مدح کرتے ہوئے شرم آنا چاہئے تھی مگر وہ بے غیرت و بے حیا لوگوں کو اپنا راہنما اور لیڈر مانتے ہیں۔ یہ تھا پرویز کی تمہید کا ماحصل۔

پرویز منافق تھے، اس لئے کہ اِدھر تو وہ صحابہ کی مدح وثنا کرتے ہیں اور اُدھر اُن کے لئے یہ بھی لکھتے ہیں کہ:۔

''جب مسلمانوں میں ملوکیت آگئی تو انہوں نے جہاں قبل از اسلام کی اور قبیحات کو ایک ایک کر کے اپنی معاشرت کا جزو بنالیا۔غلامی جیسی لعنت کا بھی پھر سے اِجرا کرلیا ۔اور اس کرّ وفرّ کے ساتھ کہ مسلمانوں کی تاریخ کا شاید ہی کوئی ورق ایسا ملے جس میں حرم سراؤں اور درباروں میں لونڈیاں اور غلام چلتے پھرتے دکھائی نہ دیں۔ایک ایک سلطان کے حرم میں ہزار ہزار لونڈیاں۔استغفر اللہ۔آپ یقیناً متعجب ہوں گے کہ یہ باتیں روا کیسے رکھی گئیں؟ لیکن اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔اُن کے پاس روایات کا چور دروازہ ایسا تھا جس کے راستے سے ہر راہزن متاع دین ودانش بے محابا سوسائٹی کے نہاں خانوں میں باریاب ہوسکتا تھا۔چنانچہ لونڈیوں سے تمتع کے باب میں روایات وضع کی گئیں۔لونڈیوں کے متعلق خود صحاح ستہ میں ایسی ایسی روایات موجود ہیں کہ جن کے تصور سے حیا کی آنکھیں زمین میں گڑ جاتی ہیں۔ہمیں ہرگز جرات نہیں ہوسکتی کہ ان روایات کو یہاں درج کردیا جائے۔اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج جب کہ کفار و مشرکین تک کی مملکتوں میں غلامی اور بردہ فروشی جرم قرار پاچکی ہے۔مکہ کی مقدس سرزمین میں لونڈیاں سر بازار فروخت ہوتی ہیں۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 513)

107 (و)۔ مسئلہ متعہ پر پرویز کے ریمارکس بھی ملاحظہ ہوں

''شیعہ حضرات ایک مسئلہ کے قائل ہیں جسے مُتعہ کہا جاتا ہے اس کے معنی ہیں:

مُتعہ پرویز کی نظر میں: ''کسی مرد اور عورت کا وقتی طور پر مباشرت کے لئے نکاح کر لینا

اور اس عورت کو اس جنسی تعلق کا معاوضہ دے دینا۔ اس وقتِ معینہ کے گزر جانے کے بعد (خواہ وہ ایک ہی مباشرت کے لئے ہو) یہ نکاح خود بخود فسخ ہو جاتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں متعہ جائز نہیں۔“

یہ ریمارکس اور بیان دے کر پرویز صاحب نے وہ احادیث لکھی ہیں جو صحاح سِتّہ اور دیگر معتبر ترین سنی کتابوں میں متعہ کو جائز قرار دیتی ہیں اور صحابہ کو متعہ کرتے ہوئے دکھاتی ہیں اور متعہ کا برحق ہونا ثابت کرتی ہیں۔

108۔ قرآنی نکاح میں اصطلاحی نکاح ہرگز موجود نہیں ہے۔ جو نکاح چاروں طرف شیعوں اور سُنیوں میں ہو رہا ہے غلط ہے

ہمیں فی الحال صرف یہ کہنا ہے کہ قریشی علما اور دانشوروں نے اپنے قدیم لامحدود جنسی تعلق کو واپس لانے کے لئے جو منصوبہ جاری کیا تھا اُس میں قرآن میں مذکور نکاح کو اپنے موجودہ اصطلاحی نکاح میں تبدیل کر دینے کی پالیسی بھی تھی۔ لہٰذا نکاح اور متعہ کی بحثوں میں اُلجھنے کے بجائے قارئین صرف نکاح والی آیت پر سنجیدگی سے غور فرمائیں اور وہ سارے قرآن میں صرف ایک ہی آیت ہے اور عنوان نمبر 107/5 میں لکھی جا چکی ہے۔ اور پرویز کا ترجمہ بھی سامنے آ چکا ہے۔ اور یہ بھی ساری آیت دیکھنے اور غور کرنے کی نہیں ہے اس لئے کہ لفظ مُسَافِحِیْن تک تمام مترجمین تقریباً متفق ہیں لہٰذا صرف آیت کا آخری حصہ قابلِ غور ہے۔ اُسے یہاں پھر لکھتے ہیں اور مستند علما کے ترجمے دکھاتے ہیں۔ ہر ترجمہ کو بغور دیکھئے اور اس کی تیاری کیجئے کہ آپ ہمارے اخذ کردہ مفہوم پر تنقید کر سکیں۔ آیت کا باقی حصہ یہ ہے کہ:

(1) فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ

(2) فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً

(3) وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ (4/24)

1)مودودی: ''1) پھر جوازدواجی زندگی کا لُطف تم اُن سے اُٹھاؤ۔

2) اُس کے بدلے میں اُن کے مہر بطور فرض کے ادا کرو۔

3) البتہ مہر کی رقم قرارداد ہوجانے کے بعد آپس کی رضامندی سے تمہارے درمیان اگر کوئی سمجھوتہ ہوجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں''

2)رفیع الدین:''1) پس جو مال کہ فائدہ اُٹھایا ہے تم نے بدلے اُس کے اُن میں سے

2) پس دو اُن کو جو مقرر کیا ہے واسطے اُن کے موافق مقرر کے۔

3) اور نہیں گناہ اُوپر تمہارے بیچ اس چیز کے کہ رضامند ہو تم ساتھ اُس کے پیچھے مقرر کرنے کے''

3)نذیر احمد: ''1) پھر جن عورتوں سے تم نے لُطف (صحبت) اُٹھایا ہو تو۔

2) اُن سے جو مہر ٹھہرا تھا اُن کے حوالے کرو۔

3) اور ٹھہرائے پیچھے (مہر کے کم وبیش کرنے پر) آپس میں راضی ہو جاؤ تو تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں''

4)احمد رضا خان: ''1) تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو۔

2) اُن کے بندھے ہوئے مہر اُنہیں دو۔

3) اور قرارداد کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہوجائے تو اُس میں گناہ نہیں''

5)اَشرف علی: ''1) پھر جس طریق سے تم ان عورتوں سے مُنتفع ہوئے ہو۔

2) سو اُن کو اُن کے مہر دو جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں۔

3) اور مقرر ہوئے بعد بھی جس پر تم باھم رضامند ہو جاؤ اُس میں تم پر کوئی گناہ نہیں''

6)پرویز: ''1) پھر جن عورتوں سے تم نے (ازدواجی زندگی کا) فائدہ اُٹھایا ہے۔

2) تو چاہیئے کہ جو مہر اُن کا مقرر ہوا تھا وہ اُن کے حوالے کر دو۔

3) اور مہر مقرر کرنے کے بعد اگر آپس کی رضامندی سے کوئی بات ٹھہر جائے (یعنی بیوی اس میں کمی بیشی منظور کر لے یا اُسکا کوئی حصہ یا بخوشی سب کچھ معاف کر دے) تو ایسا کیا جا سکتا ہے اس میں تم پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔''

7)عبدالقادر: ''1) پھر جو کام میں لائے تم اُن عورتوں میں سے۔

2) اُن کو دو اُن کے حق جو مقرر ہوئے۔

3) اور گناہ نہیں تم پر اس میں جو ٹھہرالو تم دونوں آپس کی رضا سے مقرر کئے پیچھے''

8)فتح محمد جالندھری: ''1) تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو۔

2) اُن کا مہر جو مقرر رہوا ہو ادا کر دو۔

3) اور اگر مقرر کرنے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔''

ہم چاہتے ہیں کہ چند انگریزی کے ترجمے بھی لکھ دیں اور بجائے (4/24) کے مذکورہ بالا حصہ کے پوری آیت (4/24) کا ترجمہ لکھیں تا کہ نظر میں وُسعت پیدا ہو جائے اور مندرجہ

بالا تینوں ٹکڑوں کے ترجموں کو الگ سے نمبر دے دیں۔

اوّل: محمد مرماڈوک پکتھل Mohammed Marmaduke Pickthall

And all married women (are forbidden unto you save those (captives) whom your right hands possess. It is a decree of Allah for you.Lawful unto yor are all beyond those mentioned . So that ye seek them with your wealth in honest wedlock, not debauchery.

1) And those of whom ye seek content (by marrying them) .

2) give unto them their portions as a duty.

3) And there is no sin for you in what ye do by mutual agreement after the duty (hath been done).

Lo! ALLAH IS EVER KNOWER ,WISE.

دوم، ایم ایچ شاکر

And all married women except those whom your right hands posses (that is) Allah's ordinance to you; and lawful for you are (all women) besides those, Provided that you seek (them) with your Property, taking (them) in marrying not committing for nication.

1) Then as to those whom you profit by ,

2) Give them their dowries as appointed.

3) And there is no blame on you about what you mutually agree after what is appointed.

Surely Allah is Knowing Wise.

سوم، ای ایچ پامر، E.H. Palmer

And married women, save such as your right hands possess,- - God's book against- but lawful for you is all beside this, for you to seek them with your wealth,marrying them and not for nicating;

1) But such of them as ye have enjoyed.

2) Give them thier **hire** as a lawful due ---

3) For there is no crime in you about what you agree between you after such lawful due---

Verily , God is Knowing and Wise.

109۔ یہ ہے وہ سارا سامان جس پر شیعہ سُنّی علمانے اپنے اصطلاحی نکاح اور اصطلاحی متعہ کی عمارت کھڑی کی ہے

قارئین نے یہ تراجم دیکھ لئے اور انہیں برابر دیکھتے رہنا چاہیئے تاکہ وہ صحیح اور حتمی نتیجہ اخذ کرسکیں اور دلوں میں کسی طرح کا شک وشبہ نہ رہنے پائے۔

109 (الف) ۔ہمارا سرسری اور مختصر بیان یا یہ کہ ہم اس آیت 4/24 سے کیا سمجھے؟

ترتیبِ نکاح

جب فریقین میں نکاح کی تمام ابتدائی شرائط طے ہو جائیں یعنی:

1) حرام کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔

2) کُفو موزوں ہے۔یعنی

3) مذہب وعقائد درست ہیں۔

4) اندرونی و بیرونی صحت صحیح ہے۔

5) صورت، شکل، قد و قامت موزوں ہے۔

6) پیشہ، معاشرت، رسوم و رواج پسندیدہ ہیں۔

7) عادات وصفات وخصلت اور علمی قابلیت ضرورت کے مطابق ہیں۔اس کے بعد مالی ضمانت جنسی تعلقات کا اجر طے کیا جانا آخری شرط ہے جو فرض ہے۔جب یہ فرض طے ہو جائے تو دونوں میاں بیوی یا شوہر و زوجہ بن کر جنسی تعلقات قائم کرنے میں مجاز ہو جاتے ہیں اور دونوں کو اختیار ملتا ہے کہ آپس کی رضامندی سے آئندہ زندگی کے لئے جو لائحہ عمل طے کرنا چاہیں کرلیں۔یہ لائحہ عمل کیا ہوگا یا کیا ہوسکتا ہے؟اس کی ابتدا یہاں سے بھی ہوسکتی ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرلیں کہ ہم میاں بیوی بن کر رہنا نہیں چاہتے۔اس صورت میں مرد کو طے شدہ فریضہ کا آدھا حصہ ادا کرنا واجب ہوگا۔اور اگر میاں بیوی بن جانے کے بعد ایسا فیصلہ کریں تو طے شدہ فریضہ پورا کا پورا ادا کرنا فرض ہے۔اور دونوں کو نکاح کا اُس وقت تک پابند رہنا ہوگا جب تک حمل کا یقین نہ ہو جائے۔حمل ہوگا تو وضع حمل تک شوہر کو اخراجات کا کفیل رہنا ہوگا۔وضع حمل کے بعد دودھ پلائی کے لئے نیا معاہدہ کرنا ہوگا۔اور

ذمہ دار رہنا ہوگا۔

110۔ ہماری تفسیر سے بھی ایک بیان دیکھ لیں پھر ہم مندرجہ بالا ترجموں پر تنقید کریں گے

قارئین کوشش کریں کہ ہمارے اس بیان پر آیت (4/24 متفق ہے یا نہیں اور وہ مقام نوٹ کریں جہاں ہمارا بیان آیت کی مخالفت کرتا ہے اور ساتھ ہی تفسیر کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیں:

ہماری تفسیر کا اقتباس

''17۔ الف) آیت (4/24) میں مُحْصَنٰت، ماملکت ایمان اور مالی متعہ پر

اس آیت (4/24) میں لفظ مُحْصَنٰت کے معنی اکثر علما نے ''شادی شدہ عورتیں'' کیے ہیں اور اس سے اگلی آیت (4/25) میں اسی لفظ مُحْصَنٰت کے معنی ''خاندانی مسلمان عورتیں'' (یعنی اعلیٰ درجہ کی عورتیں) کر دیئے ہیں اور ایک ہی لفظ کے معنی کو بار بار بدلنے کی ضرورت اسلئے پیش آتی ہے کہ اُن علما کے ذاتی و جماعتی تصورات کو قرآن برداشت نہیں کرتا لہٰذا قرآن کا رخ موڑنے اور اپنے عقائد کو قرآن میں فٹ کرنے کے لئے اُن کو معنوی تحریف کرنا پڑتی ہے۔ یہاں صرف علامہ مودودی کی مثالیں دیکھئے:

(1) مُحْصَنٰتُ ''وہ عورتیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں۔''

(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 339)

(2) مُحْصَنٰت ''محفوظ عورتیں'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 446)

(3) مُحْصَنٰت ''خاندانی مسلمان عورتیں'' (ایضاً صفحہ 341)

(4) مُحْصَنٰت ''پاک دامن عورتیں'' (جلد 3 صفحہ 346,373)

(5) مُّحَصَّنَةٍ ''قلع بند بستیاں'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 407)

(6) مُحصَنٰتُ ''حصار نکاح میں محفوظ عورتیں'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 342)

یہ مثالیں آپ کے سامنے ہیں یہ سب ایک ہی لفظ کے معنی ہیں جو ہر قدم پر بدلتے چلے آئے ہیں تا کہ اُن حضرات کے غلط تصورات کو سہارا ملتا جائے اور وہ لوگ جو عربی زبان سے ناواقف ہیں مطمئن رکھے جاسکیں اور انہیں یہ علم نہ ہوسکے کہ یہ مترجمین کہیں تو مُحصَنٰت کو حرام قرار دیتے ہیں (نساء 4/24 میں) اور کہیں مُحصَنٰت کو حرام سے حلال کرتے ہیں (5/5) اور اس حرام و حلال کے فرق کو لفظ محصنٰت کے معنی بدل بدل کر کھپا اور چھپا جاتے ہیں (تفسیر سورہ نساء)

(17۔ب)۔ <u>ما ملکت ایمان (4/24) کے لئے خصوصی رعایت اور پابندی</u>

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ عہد رسوؐل کے جنگی قیدی پہلے نمبر پر رسوؐل کی اور دوسرے نمبر پر پوری اُمت کی ذمہ داری ہیں لہٰذا وہ رسوؐل کے اختیار میں ہونے کی وجہ سے اپنے اوپر نکاح کے لئے وہ شرائط عائد کرنے کے مجاز نہیں ہوتے جو باقی مسلمان (مردوں عورتوں) کیلئے جائز ہیں۔ یعنی ایک عام مسلمان عورت یہ شرط لگاسکتی ہے کہ میں ایسے اور ایسے مرد سے اور اتنے اور اتنے مہر یا اَجر پر شادی کرونگی ورنہ نہیں کرونگی۔ ایسی عام عورتیں اس وقت تک ہر مرد پر حرام ہیں جب تک اُن کی شرائط پوری نہ ہوجائیں (4/24) لیکن ماملکت ایمان کے زمرے کی عورتیں جہاں رسوؐل کی عائد کی ہوئی شرائط پوری ہوتی ہوں وہاں نکاح سے انکار کا حق نہیں رکھتیں اس لئے فرمایا گیا کہ ''<u>سوائے ماملکت ایمانکم کے</u>'' (4/24) یعنی ماملکت ایمان کو عام محصنٰت کی طرح انکار کا حق حاصل نہیں ہے پھر ان کے ساتھ جنسی کمزوری سرزد ہوجانے پر سزا بھی عام محصنٰت سے آدھی مقرر کی گئی ہے اس لئے کہ اُن کو وہاں نکاح کرنا پڑتا ہے جہاں رسوؐل کا حکم ہوتا ہے اور نا سمجھ

اور نو خیز لڑکیوں کو بھی اُن کی ناقص العقلی کی بنا پر آدھی سزا کا حکم بطور رعایت ہے۔ چونکہ علما نے ماملکت ایمان کے ساتھ ہی فتیات کو بھی لونڈی اور کنیز بنالیا ہے اس لئے وہ آدھی سزا کے قائل ہوئے ہیں۔۔۔۔۔۔جس جنسی تعلق کو عرفِ عام میں مستقل نکاح یا نکاحِ دائمی کہا جاتا ہے وہ زمانہ قدیم سے یوں ہی چلا آ رہا ہے جیسا کہ مسلمان علما سمجھے ہیں اور وہ بھی اسے نکاح دائمی ہی کہتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن قرآن کریم نے نہ اسے نکاح دائمی کہا اور نہ کوئی ایسا اشارہ ہی کیا جس سے یہ سمجھا جائے کہ جس عورت سے ایک دفعہ نکاح کیا جائے گا وہ شوہر کی پوری زندگی میں اس کی زوجہ رہے گی یا اُسے زوجہ رکھنا پڑے گا اور وہ کسی حالت میں اسے طلاق (آزادی) نہ دے سکے اور وہ اُسے (خلع) سے دُور نہ کر سکے گی۔ قرآن میں تو اس نام نہاد ''دائمی نکاح'' کو اس قدر عارضی اور غیر مستقل نکاح قرار دیا گیا ہے کہ:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ O وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَاَنْ تَعْفُوْآ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى .....الخ (البقرة 237-2/236)

علامہ مودودی: ''تم پر کچھ گناہ نہیں، اگر اپنی عورتوں کو طلاق دے دو قبل اس کے کہ ہاتھ لگانے کی نوبت آئے یا مہر مقرر ہو۔ اس صورت میں انہیں کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہئے۔ خوشحال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق اور غریب آدمی اپنی مقدرت کے مطابق معروف طریقے سے دے۔ یہ حق ہے نیک آدمیوں پر (2/236)۔ اور اگر تم نے ہاتھ لگانے سے

پہلے طلاق دی ہو، لیکن مہر مقرر کیا جا چکا ہو، تو اس صورت میں نصف مہر دینا ہو گا، یہ اور بات ہے کہ عورت نرمی برتے (اور مہر نہ لے) یا وہ مرد، جس کے اختیار میں عقد نکاح ہے، نرمی سے کام لے (اور پورا مہر دے دے)، اور تم (یعنی مرد) نرمی سے کام لو، تو یہ تقویٰ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔' (تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 181-182)

علامہ کے اس ترجمہ میں پہلی بات تو یہ ثابت ہے کہ اسلام میں دائمی نکاح ایسی کوئی چیز نہیں اور یہ کہ نکاح کے مہر کے طے کرنے کے بعد بھی، طے کرنے سے پہلے بھی اور چھو لینے کے بعد بلا کسی قید کے جدائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ سوچیئے اور بہت زور لگا کر سوچیئے کہ اس صورت حال کو دائمی یا دوامی کہنا کتنا مہلک مذاق ہے۔ وہاں دلہن عروسی کا شاہانہ جوڑا پہنے سنگھار کیے بیٹھی ہے نہ معلوم کتنا عرصہ منگنی کے بعد انتظار کرتی رہی تھی اور آس لگائے بیٹھی تھی کہ شریک زندگی اور دائمی محبت کی آغوش میں پناہ ملے گی کہ پتہ چلا کہ ہونے والے شوہر صاحب نے کھنا کھن مہر کا آدھا روپیہ گن کر ڈھیر لگا دیا اور چلا گیا۔ کھانے کی دیگیں دم سادھے بیٹھی رہیں۔ اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔

یہ دائمی نکاح ایک ایسا فریب ہے جس نے لاتعداد عورتوں کی زندگیاں تباہ کی ہیں اگر قرآن کریم کے بندھن اور رعایات سامنے سے ہٹا دیئے جائیں تو یہ نام نہاد دائمی نکاح واقعی بقول کمیونزم انسانی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹوں سے بڑی رکاوٹ ہے۔ دُنیا میں جتنے گناہ اور خرابیاں واقع ہوتے ہیں اُن میں سے پچانوے فیصد اسی دائمی نکاح کا عملی نتیجہ ہیں دائمی نکاح کی عہد رسوؐل سے پہلے اگر کہیں مثال ملتی ہے تو وہ شریف ہندوؤں (اہل ہنود) میں پائی جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں خود رسوؐل اللہ اور حضرت علی علیہم السلام اور بعد میں آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام دائمی نکاح کی مثالیں ہیں

جہاں بدترین اور دشمن جان عورتوں کو بھی طلاق نہیں دی گئی بہرحال قارئین کرام نوٹ کرلیں کہ اسلام اور قرآن میں کسی ایسے دائمی نکاح کا تصور نہیں ملتا جسکا تصور علما نے پھیلایا ہے۔قرآن میں لفظ مہر کہیں استعمال نہیں ہوا ہے۔جن جن آیات میں اس نام نہاد نکاح دائمی کو بہت سی اصلاحات میں لپیٹ لپیٹ کر بیان کیا گیا ہے وہاں علما کے اسی لفظ کی جگہ صدقات بھی فرمایاہے (نساء 4 / 4) اوراگرآپ پلٹ کر علامہ کے ترجمہ (2/236-237) کو پھر دیکھ لیں تو یہ سوال پیدا ہوگا کہ: ''**وہ کون سا اور کس قسم کا وہ نکاح تھا؟ کہ نکاح تو ہو گیا تھا مگر مہر یا اجر مقرر ہی نہ ہوا تھا؟''**

قرآن کریم جنسی تعلق کے لئے عورتوں کو قطعاً آزاد رکھتا ہے اسی بنا پر وہ اُس رقم کو جو جنسی تعلق کی ضمانت لیتی ہے اور اس ضمانت میں استحکام اور استقلال پیدا کرتی ہے'' **اجرت** ''(اُجُوْرَهُنَّ) قرار دیتا ہے اور اَجر و اُجرت کے معنی ساری دُنیا جانتی ہے اور وہ ہیں ''**مزدوری اور بدلہ**'' اور یہ دونوں الفاظ بھی اس وقت تک صادق نہیں آتے ہیں جب تک وہ کام جاری نہ ہو۔جس کی مزدوری یا بدلہ دینا فرض ہوتا ہے کام ختم ہوا تو بدلہ ومزدوری کی ادائیگی بھی ختم ہو جانا چاہیے یعنی اُس اجر میں اور اُس کام میں یعنی جنسی تعلق میں بھی دوام نہیں ہے۔اور جس طرح جنسی تعلق یا کسی اور کام کی اجرت میں استقلال اور دوام قائم نہیں کیا جاسکتا۔اس لئے کہ کام کرنیوالا بھی مختلف ہوسکتا ہے۔اور کام بھی مختلف ہوتے ہیں اور اُسی حساب سے اَجر و اُجرت بھی مختلف ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ اجرت زر و جواہر کے ڈھیر اور پورے خزانہ تک پہنچتی ہے (نساء 4/20) اور بعض مزدوروں کو حاصل کرنے کے لئے بادشاہوں نے اپنا تخت وتاج قربان کردیا اور بعض مزدورؑ نے اپنی حسن کارکردگی اور قربانیوں سے اللہ کو مع اللہ کی ساری رضامندیوں سمیت اُجرت میں حاصل کر

لیا۔اسی طرح جنسی تعلق یا کسی اور کام میں جس کا بدلہ یا مزدوری یا اُجرت ملتی ہو اور لازم ہو، دوام واستقلال پیدا نہیں کیا جا سکتا۔لہٰذا سنو اور کان کھول کر سنو کہ لفظ نکاح کے ساتھ الفاظ ''دائمی یا دوامی یا منقطع یا متعہ'' لگانا اور اُمت کو الفاظ کے گورکھ دھندے میں اُلجھانا بھی کفار، قریش کے لیڈروں اور دانشوروں کی مکارانہ وفریب کارانہ دانشوری تھی۔قرآن کریم میں کوئی نکاح دائمی نہیں ہے۔اور نہ قرآن میں جنسی تعلقات کے لئے کوئی مدت مقرر ہے اور عورت ومرد کی باہمی رضامندی اور خوشنودی اور محنت اور وفاداری وقربانی وہ سامان ہیں جن پر اس مدت کا دارومدار ہے۔جنسی تعلق اور نکاح اتنی دیر کے لئے بھی ہو سکتا ہے کہ لوگ جمع ہوں مولانا آئیں صیغہ نکاح پڑھیں لڈو یا چھوارے کھائیں اور کھلا کر اُٹھنے بھی نہ پائیں کہ طلاق کی سرخ جھنڈی ہلا کر اسی نشست میں وہی مولوی صیغہ طلاق پڑھے اور دلھن کو نکاح کے ڈولے سے اتار دیا جائے اور لوگ پوچھتے رہ جائیں کہ سنگم ہوگا کہ نہیں؟

پھر سوچیے کہ آپ نے جتنے نکاح دیکھے ہیں یا سنے ہیں اُن میں کوئی ایک نکاح ایسا نہ تھا جس میں مولانا نے عورت کا مہر معلوم کئے بغیر اور لڑکے اور لڑکی کو بتائے اور اُن کی رضامندی معلوم کئے بغیر ہی نکاح پڑھ دیا ہوتا۔یہ تو ہوتا ہے کہ نکاح آج ہو اور رخصتی پھر کبھی بعد میں ہوتی رہے۔لیکن یہ کبھی نہیں ہوا کہ نکاح آج ہوا اور مہر کبھی بعد میں طے ہوا ہوتا۔مگر جس آیت میں ایسا نکاح مذکور ہوا (2/236) ہے۔مولانا لوگوں کی بدقسمتی یہ ہے نہ اُنہوں نے اُس آیت (2/236) کو منسوخ قرار دیا نہ متشابہ کا حکم لگایا اور نہ مقید ومطلق وعام وخاص ومجمل کی چھری سے ذبح کیا۔بہرحال قرآن میں ایسا نکاح اور طلاق موجود ہے۔بات جنسی تعلق کے اجر یا مہر سے شروع نہیں ہوتی اور رسم نکاح ادا ہوتی ہے اور طے یہ ہوتا ہے کہ وہ مرد اور عورت بے حجابانہ میاں بیوی کی طرح رہیں گے۔چلیں پھر یں گے ایک

دوسرے کی عادات وصفات وخصائل کو قریب سے دیکھیں گے دونوں خاندانوں کو ٹھیک سے سمجھیں گے۔ لہٰذا مرد رہائش اور کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے۔ ایسا انتظام جو وہ جنسی تعلقات کے بعد بھی مستقلاً کر سکے۔ اگر دونوں کو دونوں ہر حیثیت سے عملاً موزوں معلوم ہوں تو اس کے بعد وہ قرآنی قاعدے کے مطابق قدم بقدم جنسی تعلقات کی طرف بڑھ سکتے ہیں اور وہ رقم طے کر سکتے ہیں ۔ جو عورت کے مستقبل کی ضمانت ہو اب دوبارہ مولانا کو بلانے اور کروفر کی ضرورت نہیں ہے وہ آپس میں اپنی زبان میں قرآن کے مطابق ایک دوسرے کو اپنے نفوس کا مختار بنا سکتے ہیں اور جنسی تعلقات اور اُن کے نتائج کی ذمہ داری سنبھال سکتے ہیں یہ نکاح ایسا نہیں ہے جس سے ہمارے علاوہ کوئی واقف نہ تھا۔ خلیفہ ہارون رشید نے اپنی بہن عباسہ کا ایسا ہی نکاح جعفر برمکی سے کیا تھا۔ اور آئندہ چل کر اُنہوں نے جنسی تعلقات قائم کئے بیٹا پیدا ہوا مگر ہارون نے جعفر اور اُس کے خاندان کو تباہ کر دیا تھا یہ داستان الم ہے اور خلفاء کے نامہ اعمال میں لکھی ہوئی ہے۔ اور اسی نکاح کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ:

<u>(17۔ د) ایک آیت (4/24) میں عورتوں سے جنسی تعلق کے لئے مہر کی قرارداد کے بعد دونوں کو مختار بنا دیا گیا ہے۔</u>

1۔ جنسی تعلق مالی ذمہ داری لینے اور مال خرچ کرنے کی شرط پر منحصر رہیگا۔ 2۔ نکاح میں مرد آوارہ مزاجی اختیار نہ کریگا۔ 3۔ بلکہ جنسی ضرورت پورا کرنے میں قرآن کا پابند رہے گا۔ 4۔ عورتوں سے جنسی تعلقات پیدا کرتے ہی مقررہ اجرت ادا کر دے گا اور اس کے بعد عورت اور مرد یا دوسرے الفاظ میں اب شوہر وزوجہ آپس میں رضامندی سے سابقہ مقررہ اور فرض شدہ صورت حال میں تبدیلی اور بقا کے لئے برابر کے مختار ہیں۔ یعنی وہ چاہیں تو اجرت اور تعلقات

کی مدت گھٹالیں، بڑھا دیں، منقطع کرلیں۔لیکن اللہ کے علم وحکمت کے خلاف کوئی فعل یا نتیجہ برآمد نہ ہونے دیں (نساء 4/24) مطلب یہ ہے کہ قرآن کے دوسرے احکام کی خلاف ورزی وقوع میں نہ آئے۔اولاد کی پرورش، تربیت میراث اور دیگر متعلقین کے حقوق پر ضرب نہ پڑے۔ ہے کوئی جو اس کے خلاف قرآن کریم سے دلیل وآیات پیش کر کے نظیر ومثال دکھائے؟ رہ گیا وہ جنسی تعلق جسکا نام مجتہدین نے ''متعہ'' رکھ لیا ہے اور وہ متعہ ایران وعراق میں ہوتا رہتا ہے۔ ہمارے علم ویقین میں وہ مجتہدین کا جائز کیا ہوا ہے۔مگر اُسے قرآن سے جواز نہیں ملتا وہ حرام ہے، زنا ہے۔اس میں نسل و پارسائی اور سلسلۂ وراثت کا سراسر فقدان ہے اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص ایسی عورت سے متعہ کرلے جو اس کے باپ کی مدخولہ ہے۔(یہاں ہم تفسیر کا اقتباس ختم کرتے ہیں)

111۔ <u>اب ہم آیت (4/24) پر دوبارہ نظر ڈالتے ہیں اور اُن خامیوں پر متوجہ کرتے ہیں جو عمداً یا سہواً علما سے ہوئی ہیں</u>

آیت (4/24) کے آٹھ ترجموں میں علامہ مودودی کا ترجمہ بتاتا اور ثابت کرتا ہے کہ ترجمہ کرتے وقت علامہ صاحب کسی خارجی خیال سے متاثر نہ تھے۔اور وہ ترجمہ کردیا جو آیت کے الفاظ کا تقاضا تھا۔اور اُن کا ترجمہ کہیں اور کسی طرح اُن مطالب کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا جو ہم نے یہاں اور اپنی تفسیر میں اخذ کئے ہیں۔اور جو شخص ترجمہ کرنے سے پہلے ہی متعہ سے خوف زدہ تھا اور قارئین پر اثر انداز ہونے اور قرآن کے الفاظ کا رُخ موڑنے کا تہیّہ کئے ہوئے تھا وہ مسٹر پرویز تھے۔انہوں نے اپنے بریکٹ میں اللہ کے دیئے ہوئے وسیع اختیار کو مہر میں کمی بیشی اور معافی میں محدود کردیا۔اور یہی کچھ فتح محمد نے کیا یعنی اُن دونوں کا دل چاہتا تھا کہ متعلقہ مرد وعورت خدادادا ختیار کو اور کسی معاملے میں استعمال نہ

کریں۔قارئین نوٹ کریں کہ انگریزی مترجمین نے لفظ مہر استعمال نہیں کیا اور مسٹر ای پیچ پامر نے اُجرت یا اجر کے معنی "Hire" کیئے ہیں اور لفظ Hire کرائے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔یعنی نکاح میں عورت کے اندام نہانی کو کرائے پر لیا جاتا ہے اور اندامِ نہانی کو استعمال کرنے کے بعد ہر دفعہ مقررہ کرایہ ادا کرنا فریضہ ہے۔انگریزی مترجمین نے مہر یا اُجرت میں خداداد اختیارات کو محدود نہیں کیا ہے بلکہ اللہ کی طرح شوہر وزوجہ کو ہر اُس بات پر متفق ہو جانے کے اختیارات دیئے ہیں جو اُن کی پوری زندگی میں سہولت اور خوشحالی اور کامرانی کے لئے ضروری ہو۔آپس کی رضامندی سے وہ ساری عمر کے لئے فیصلے کرنے میں آزاد ومختار ہیں اُن پر صرف یہ پابندی ہے کہ منع شدہ اشخاص سے جنسی تعلق قائم نہ کریں گے اور جنسی تعلق کے لئے کوئی غیر قرآنی طریقہ استعمال نہ کریں گے۔

اہم ترین یاددھانی اور انتباہ

یہ ہمیشہ یادرکھیں کہ جب مرد وعورت اَجر پر متفق ہو جائیں اور اُسے واجب الادا فریضہ مان لیں تب اُن کو مختار بنایا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے جنسی تعلقات کا رُخ وغیرہ متعین کرنے میں مجاز رہیں۔اور آزادانہ فیصلے کرنے میں مختار ہو جائیں۔مہر یا اجر میں متفق ہونے سے پہلے وہ الگ الگ ذاتی طور پر مختار ہوتے ہیں، باہمی طور پر نہیں۔دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جنسی تعلقات قائم کرنے کے حقوق واجب الادا اجر کو تسلیم کرتے ہی مل جاتے ہیں۔اور وہ دونوں برابر کے مختار ہو جاتے ہیں کسی کو کسی پر اپنی رائے یا حکم ٹھونسنے کا اختیار نہیں رہتا ہے۔وہ دونوں یک طرفہ کوئی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے جو دوسرے کے لئے نقصان رساں یا ناپسندیدہ ہو۔یعنی طلاق وخلع وغیرہ کے اختیارات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی رضامندی کے پابند ہو جاتے ہیں۔یہ ہے آیت (4/24) کا منشاء

ومفہوم اور بس۔اس کے علاوہ اور اس کے خلاف جو کوئی کچھ کہتا ہے وہ قرآن کا مخالف اور شر پسند ہے اور کچھ نہیں۔

112۔ آپ کی تنگ دلی یا کوتاہ اندیشی اور غلط پروپیگنڈا دینی احکام پر اور لوگوں کی فطری ضرورت پر اثر نہیں ڈالتا

قرآن کریم سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ عہد رسولؐ ہی میں قرآن اور حدیث کے احکام کو بدل بدل کر جھوٹے احکام کی صورت میں پھیلانا اور مشہور کرنا شروع کر دیا تھا (6/66) اور جب سے آج تک غلط مسائل اور غلط تصورات کا پھیلانا اور مشہور کرنا جاری رہا ہے اور یہ مہم حکومتوں کی زیر سرپرستی چلتی رہی ہے اور فرقہ سازی وفتویٰ بازی کبھی نہیں رکی ہے۔لہٰذا اگر اس چودہ سو سال کی مدت میں مسلمانوں کے دماغوں کے اندر بدہضمیاں اور منتشر الخیالی قائم ہوگئی تو قابل تعجب نہیں۔چنانچہ عوام تو عوام ہیں مسلمانوں کے لیڈروں اور علما کے دماغ جہل مرکب میں مبتلا رہے ہیں۔اُن کی تصنیفات میں اجتماع ضدین ملتا ہے۔ وہ خود اپنے عقائد اور تصورات کے خلاف لکھتے رہے ہیں۔انہوں نے اکثر عقل وبصیرت کو خیر باد کہا ہے۔فرقہ واریت کے تعصب میں انہوں نے حقیقت سے منہ پھرائے رکھا ہے۔ تہمت تراشی اور الزام سازی کو علمیت کا طرۂ امتیاز سمجھے رکھا ہے۔اُن کے اسی وطیرے نے نئی نسل کے نوجوانوں کو دین سے برگشتہ کر دیا ہے۔وہ چاہتے ہیں کہ لوگ اُن کے دماغ سے سوچیں۔اُن کے تصورات وعقائد کی پیروی کریں۔وہ اختلاف کرنے والوں کو راندۂ درگاہ کر دیتے ہیں۔حالانکہ اللہ نے بھی اختلاف کو حق دیا ہے مگر یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اُنکی ہر بات کو بلا چون وچَرا مان لیا جائے۔وہ خبیث لوگ نہ کسی کی مجبوری کو سامنے رکھتے ہیں نہ دقتوں پر متوجہ ہوتے ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ کوئی انسان نہ پیدائشی طور پر بُرا ہے نہ چور ہے

نہ زانی ہے۔ یہ معاشرہ اور معاشرہ کا جبر آدمی کو بُرا بناتا ہے چوری اور زنا پر مجبور کرتا ہے۔ اگر انسانوں کو سو فیصد آزادی دے دی جائے جو اُن کا فطری حق ہے تو دنیا سے گناہ کا تصور تک مٹایا جاسکتا ہے۔ تم نے اور تمہاری قوم نے مقدس بہانوں کی آڑ میں جبر پھیلا رکھا ہے اسلئے چوری اور زنا اور دیگر گناہ ہوتے ہیں۔ قرآن میں اللہ نے مسلمانوں سے کہا ہے کہ:

> ”تم اپنی نوخیز نوجوان لڑکیوں کو دنیا کمانے کے لئے مجبور نہ کیا کرو۔ اور جو کوئی اُن کو فحبہ گری اور زنا پر مجبور کرے گا اور وہ مجبوراً زنا کریں گی تو اس مجبوری کے بعد اللہ اُن پر رحم کریگا اور بخش دے گا۔“ (24/33)

لہٰذا قیامت کے دن بہت سے زانی اور چور اور گنہگار مجبوری کی بنا پر بخش دیئے جائیں گے اور جس معاشرے نے اُن کو مجبور کیا تھا ان پر چوری اور زنا کی سزائیں جاری کی جائیں گی۔ لہٰذا علما کی کثرت کو سنگسار کیا جائے گا اُن کے ہاتھ پیر کاٹے جائیں گے اس لئے کہ انہوں نے اللہ کے حلال کیئے ہوئے معاملات کو حرام کر دیا تھا اور حرام کو حلال بنا دیا تھا۔ یہی معاملہ نکاح کے لئے سامنے ہے اور نکاح والی آیت کے ترجمے سامنے ہیں کوئی پہلو چھپا نہیں رہ گیا ہے۔ اِسکے باوجود عوام و علما کو اللہ کے احکام ماننے میں تکلف ہے اور طرح طرح کی خود ساختہ شرطیں اور باتیں بنائی جاتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ”ایک دفعہ جنسی تعلق کرنے کیلیئے نکاح نہیں ہوتا زنا ہوتا ہے“۔ مگر یہ جُملہ کسی آیت کا ترجمہ نہیں لہٰذا بکواس ہے۔ ممانعت پر کوئی آیت دکھانے کے بجائے حلال کو حرام کیا جاتا ہے لوگوں کو بدنام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ نے ایک دفعہ یا دس دفعہ کی شرط نہیں لگائی۔

112 (الف)۔ گُڑ کھانا مگر گلگلوں سے پرہیز کرنا۔ مودودی اور تمام شیعہ سُنیؔ مفسرِ علما بڑی شرمناک باتیں لکھتے رہے ہیں اور الفاظ بدل کر زنا جائز کرتے رہے

مسلمان عوام کے دماغوں میں یہ تصور بٹھا دیا گیا ہے کہ عورتوں سے مجامعت مباشرت Physical Intercourse یا جنسی تعلق صرف نکاح کے ذریعہ جائز ہے۔ اور بلا نکاح کئے عورتوں سے مجامعت کرنا یا مباشرت کرنا حرام یا زنا ہے۔ یہ تصور غلط ہے یا صحیح ہے بہرحال اس کو دماغ میں تازہ رکھ کر تمام علما کی طرف سے مودودی کے چند بیانات سنئے اور دیکھئے کہ بلا نکاح عورتوں کی اندام نہانی کو دن رات اِستعمال کرنا جائز ہے۔ اور یہ جواز اُسی آیت میں ثابت کرتے ہیں جو (4/24) نکاح کے سلسلے میں زیرِ گفتگو چلی آرہی ہے۔ مودودی کی تشریحات ملاحظہ ہوں اور دیکھیں کہ جنسی تعلق قائم کرنے کے لئے نکاح کی ضرورت ہی نہیں۔

112 (ب)۔ علامہ مودودی جنسی تعلق کیلئے تمتُّع کو نکاح کے برابر لاتے اور حلال کرتے ہیں

''44 یعنی جو عورتیں جنگ میں پکڑی ہوئی آئیں اور ان کے کافر شوہر دارالحرب میں موجود ہوں وہ حرام نہیں ہیں، کیونکہ دارالحرب سے دارالاسلام میں آنے کے بعد ان کے نکاح ٹوٹ گئے۔ (کون سی آیت ہے؟) ایسی عورتوں کے ساتھ نکاح بھی کیا جاسکتا ہے اور جس کی مِلک یمین میں وہ ہوں وہ اُن سے تمتُّع بھی کرسکتا ہے۔ البتہ فقہاء کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ اگر میاں اور بیوی دونوں ایک ساتھ گرفتار ہوں تو اُن کا کیا حکم ہے۔ امام ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب کہتے ہیں کہ اُن دونوں کا نکاح باقی رہے گا اور امام مالک و شافعی کا مسلک یہ ہے کہ ان دونوں کا نکاح بھی باقی نہ رہے گا۔ لونڈیوں سے تمتُّع کے

معاملے میں بہت سی غلط فہمیاں لوگوں کے ذہن میں ہیں، لہٰذا حسب ذیل مسائل کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے:" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 340)

"(1) جو عورتیں جنگ میں گرفتار ہوں ان کو پکڑتے ہی ہر سپاہی ان کے ساتھ مباشرت کر لینے کا مجاز نہیں ہے۔ (مالک بن نویرہ مسلمان کی زوجہ کو خالد بن ولید نے اُسی دن استعمال کیا تھا۔ احسن) بلکہ اسلامی قانون یہ ہے کہ ایسی عورتیں حکومت کے حوالے کر دی جائیں گی۔ حکومت کو اختیار ہے کہ چاہے انکو رہا کر دے، چاہے ان سے فدیہ لے، چاہے ان کا تبادلہ اُن مسلمان قیدیوں سے کرے جو دشمن کے ہاتھ میں ہوں اور چاہے تو انہیں سپاہیوں میں تقسیم کر دے۔ ایک سپاہی صرف اُس عورت سے ہی تمتع کرنے کا مجاز ہے جو حکومت کی طرف سے باقاعدہ اس کی ملک میں دی گئی ہو"

"(2) جو عورت اس طرح کسی کی مِلک میں دی جائے اُس کے ساتھ بھی اُس وقت تک مباشرت نہیں کی جاسکتی جب تک کہ اُسے ایک مرتبہ ایام ماہواری نہ آجائیں اور یہ اطمینان نہ ہولے کہ وہ حاملہ نہیں ہے۔ اس سے پہلے مباشرت کرنا حرام ہے۔ اور اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل سے پہلے بھی مباشرت ناجائز ہے۔"

"(3) جنگ میں پکڑی ہوئی عورتوں سے تمتع کے معاملہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اہل کتاب ہی میں سے ہوں۔ ان کا مذہب خواہ کوئی ہو۔ بہر حال جب وہ تقسیم کر دی جائے گی تو جن کے حصے میں وہ آئیں وہ ان سے تمتع کر سکتے ہیں۔

"(4) جو عورت جس شخص کے حصے میں دی گئی ہو صرف وہی اُس کے ساتھ تمتع کر سکتا ہے کسی دوسرے کو اُسے ہاتھ لگانے کا حق نہیں ہے۔ اس عورت سے جو اولاد ہو گی وہ اسی شخص کی جائز اولاد سمجھی جائے گی جس کی ملک میں وہ عورت ہے۔ اس اولاد کے قانونی

حقوق وہی ہوں گے جو شریعت میں صُلبی اولاد کے لئے مقرر ہیں۔صاحب اولاد ہو جانے کے بعد وہ عورت فروخت نہ کی جا سکے گی۔اور مالک کے مرتے ہی وہ آپ سے آپ آزاد ہو جائے گی۔“

”(5) جو عورت اس طرح کسی شخص کی ملک میں آئی ہو اسے اگر اس کا مالک کسی دوسرے شخص کے نکاح میں دے دے تو پھر مالک کو اس سے دوسری تمام خدمات لینے کا حق تو رہتا ہے لیکن شہوانی تعلق کا حق باقی نہیں رہتا۔

”(6) جس طرح شریعت نے بیویوں کی تعداد پر چار کی پابندی لگائی ہے۔اس طرح لونڈیوں کی تعداد پر نہیں لگائی لیکن اس معاملہ میں کوئی حد مقرر نہ کرنے سے شریعت کا منشا یہ نہیں تھا کہ مال دار لوگ بے شمار لونڈیاں خرید خرید کر جمع کر لیں اور اپنے گھر کو عیاشی کا گھر بنا لیں۔بلکہ درحقیقت اس معاملہ میں عدم تعین کی وجہ جنگی حالات کا عدم تعیُّن ہے۔

”(7) ملکیت کے تمام دوسرے حقوق کی طرح وہ مالکانہ حقوق بھی قابل انتقال ہیں جو کسی شخص کو ازروئے قانون کسی اسیر جنگ پر حکومت نے عطا کئے ہوں۔

”(8) حکومت کی طرف سے حقوقِ ملکیت کا باقاعدہ عطا کئے جانا ویسا ہی ایک قانونی فعل ہے جیسا کہ نکاح ایک قانونی فعل ہے۔لہٰذا کوئی معقول وجہ نہیں کہ جو شخص نکاح میں کسی قسم کی کراہت محسوس نہیں کرتا وہ خواہ مخواہ لونڈی سے تمتُّع میں کراہت محسوس کرے۔“

”(9) اسیرانِ جنگ میں سے کسی عورت کو کسی شخص کی ملکیت میں دے دینے کے بعد پھر حکومت اُسے واپس لینے کی مجاز نہیں رہتی۔بالکل اسی طرح جیسے کسی عورت کا ولی اس کو کسی کے نکاح میں دے چکنے کے بعد پھر واپس لینے کا حقدار نہیں رہتا۔“

”(10) اگر کوئی فوجی کمانڈر محض وقتی اور عارضی طور پر اپنے سپاہیوں کو قیدی عورتوں سے

شہوانی پیاس بجھا لینے (یعنی تمتع کی۔احسنؔ) کی اجازت دے دے اور محض کچھ وقت کے لئے انہیں فوج میں تقسیم کر دے تو یہ اسلامی قانون کی رُو سے قطعاً ایک ناجائز فعل ہے۔(کون سی آیت کی رو سے؟۔احسنؔ) اِس میں اور زنا میں کوئی فرق نہیں ہے، اور زنا اسلامی قانون میں جرم ہے۔تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''تفہیمات'' حصہ دوم اور ''رسائل ومسائل'' حصہ اوّل'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 340-341)

112(ج)۔ مودودی کی آیت(4/24) کی چوالیسویں(44) تشریح کے مندرجہ بالا دس بیانات قرآن کے مخالف اور زنا کے جواز میں ہیں

اگر ہم مودودی کے ان دس گیارہ بیانات کو قرآن کے سامنے رکھ کر ان پر تنقید کریں تو ہمارا بہت سا وقت ضائع ہو جائے گا ہم جنسی تعلق کے بیانات سے ہٹنا نہیں چاہتے لہٰذا صرف اس قدر کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ سارے بیانات قرآن کے مخالف ہیں اور یہ کہ مودودی قرآن کی آیات سے اپنے کسی بھی بیان کو ثابت نہیں کر سکتے اور اسی لئے انہوں نے کسی آیت کا حوالہ نہیں دیا۔دوسری بات یہ کہ انہوں نے نکاح کے علاوہ تَمَتُّع کو بھی جنسی تعلقات کے لئے نکاح کی طرح جائز قرار دیا ہے۔اور تمتع کے معنی مباشرت اور مجامعت لکھے ہیں یعنی عورت سے مباشرت اور مجامعت کرنے کے لئے عورتوں سے تمتع جائز ہے اور اس تمتع سے پیدا ہونے والی اولاد بھی جائز اولاد ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ متعہ اور تمتع اور اِستَمتَعتُم ایک مصدر سے نکلنے والے الفاظ ہیں اور سب کے ایک معنی ہیں۔یعنی کسی عورت سے تمتع کرنا اور متعہ کرنا ایک ہی فعل کے نام ہیں۔مگر یہ لوگ تمتع کو تا قیامت جائز اور متعہ کو تا قیامت حرام کہتے ہیں اور مانتے ہیں کہ: رسولؐ اللہ نے متعہ کو جائز کیا(وسائل ومسائل حصہ اوّل صفحہ 265)

''اگر چہ بعض روایات کے مطابق زمانۂ جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو جائز رکھا تھا۔ (جسے عرب میں پہلے جائز سمجھا جاتا تھا) لیکن یہ ثابت ہے کہ بہت جلدی آپؐ نے اس کو ممنوع قرار دے دیا۔''

متعہ کو فوجیوں کے لئے جائز کرنا، زنا کو جائز کرنے کا جرم تھا۔

مودودی نے اپنے دسویں بیان میں رسوؐل کو (معاذ اللہ) مجرم ثابت کیا ہے۔اس لئے کہ انہوں نے جنگی میدان میں اپنے سپاہیوں کو وقتی اور عارضی طور پر عورتوں سے شہوانی پیاس بجھا لینے کی اجازت دی تھی۔اس میں اور زنا میں کوئی فرق نہیں ہے اور زنا اسلامی قانون میں جرم ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 341)

معلوم ہوا کہ معاذ اللہ رسوؐل نے حرام عارضی طور پر وقتی حیثیت سے حلال کر دیا تھا۔اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

112(د)۔ مودودی نے اپنے مندرجہ بالا دس گیارہ بیانات میں ماملکت ایمان کو سپاہیوں کی ملک عین قرار دیا

ہم مودودی اور اُن کی جماعت اور اُن کے صحابہ کو چیلنج کرتے ہیں تا کہ وہ ماملکت ایمان کو کسی آیت سے ملک یمین ہونا ثابت کر کے دکھائیں۔پھر بتائیں کہ فوج کی جس کثرت کو رسوؐل اللہ نے ماملکت ایمان والی عورتیں نہیں دیں اُن کو کس آیت سے اس ملک یمین سے محروم رکھا اور کس آیت سے یہ ملکیت اور مالکیت دوسروں کو دی گئی۔قارئین یاد رکھیں کہ یہ وہ چیلنج ہے جسے مودودی اینڈ کمپنی کبھی قرآن سے پورا نہیں کر سکتی وہ سرتاپا جھوٹی ہے ماملکت ایمانکم کے معنی ہیں ''جن کے مالک ہوئے تمہارے دونوں دہنے ہاتھ'' اور کسی کے بھی دو دہنے ہاتھ نہیں ہوتے۔

113۔ مودودی عورتوں سے بلا نکاح جنسی تعلق جائز کر چکے ہیں اور جنسی تعلق میں عارضی یا مستقل کی کوئی شرط نہیں لگائی ہے

مودودی صاحب وقتی اور عارضی جنسی تعلق کو زنا قرار دیتے ہیں اور پرویز صاحب بھی شیعوں کے اصطلاحی متعہ کو اسی لئے زنا لکھتے ہیں کہ اُس میں جنسی تعلق عارضی اور وقتی ہوتا ہے۔ اور ہم قرآن سے دکھا چکے ہیں کہ نکاح ہوتا ہی عارضی ہے۔ اُس میں استقلال پیدا کرنا شوہر و زوجہ کے حُسنِ سلوک اور باہمی رضامندی پر منحصر ہے۔ اور ہمارے ثبوت میں قرآن کی آیات (4/24) اور (2/236) دیکھی جا سکتی ہیں۔ لہٰذا مودودی، پرویز اور ہمارے بیانات سے مودودی کا بلا نکاح تمتع حرام ہو جاتا ہے اور مودودی اور پرویز کو شیعوں کے اصطلاحی متعہ کو جائز ماننا پڑتا ہے۔ جسے ہم نے حرام لکھا ہے اس لئے کہ متعہ میں وہ شرائط مفقود ہیں جو آیت (4/24) میں اور ہمارے پیرے (109) میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں متعہ میں قرآن کے خلاف وراثت کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا بلا نکاح تمتع اور اصطلاحی متعہ دونوں حرام ہیں۔ رہ گئی وہ روایات جو شیعوں اور سُنیوں نے ایک دوسرے کے مقابلے میں تیار کی ہیں قرآن کی مخالف ہونے کی وجہ سے نا قابلِ اعتنا ہیں۔

114۔ قدرتی اور فطری ایسی حالتیں اور ضرورتیں پیش آسکتی ہیں کہ شوہر و زوجہ جدائی پر مجبور ہو جائیں

فرض کر لیجئے کہ ایک شادی سو فیصد پیرا (109/1) اور آیت (4/24) کے مطابق ہوتی ہے۔ شوہر و زوجہ اُس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ اب دونوں میں جُدائی دونوں کو منظور نہیں ہے اور جُدائی کا خیال بھی گراں گزرتا ہے۔ حالات اور ماحول ہر طرح سے خوشگوار ہیں۔ مگر دونوں میں کسی ایک کو موت آسکتی ہے۔ زندہ رہنے والے کو میراث اور

اولاد سے دوچار ہونا پڑیگا۔اور دنیا نئی صورت میں نئے پیغامات کے ساتھ سامنے آئیگی۔یہ بھی ممکن ہے کہ ماں باپ کی موت پر جُدائی اختیار کرنا پڑے اور ایک ملک سے دُوسرے کو جانا پڑے۔زوجہ اور بچوں کو ساتھ لے جانے کی وسعت نہ ہو یا زوجہ یا شوہر کوئی ایک ملک چھوڑنا اور نقصان برداشت کرنا پسند نہ کرے۔اس موقع پر دونوں رضامندی سے عارضی یا مستقل جدائی اختیار کر سکتے ہیں۔ورثہ یا اثاثہ تقسیم کر سکتے ہیں۔شوہر و زوجہ کی طرح ملنا جاری رکھ سکتے ہیں۔جنسی تعلقات برقرار رکھ سکتے ہیں۔دوسرے ملک میں آیت (4/24) اور پیرا (109/1) کے معیار پر دوسری عورت سے جنسی تعلق پیدا کر سکتے ہیں۔ زوجہ بھی جدائی اختیار کر کے مکمل فراغت کے بعد دوسرے شوہر سے جنسی تعلق پیدا کر سکتی ہے۔سابقہ شوہر اور زوجہ بھی دوبارہ جنسی تعلق پیدا کر سکتے ہیں۔شوہر کی تجارت اور پیشہ اگر مستقلاً سفر میں رہنے کا ہو، جو نکاح کی شرائط میں معلوم ہو جائیگا۔شوہر کو سفری بیوی ساتھ رکھنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔دوسرے ملک میں دوسری اور تیسرے ملک میں تیسری زوجہ معلومہ قوانین کے مطابق اختیار کی جاسکتی ہے۔چار بیویوں کی تعداد سے زیادہ کی ضرورت پیش نہ آئیگی یہ فیصلہ فطری ضروریات کو جاننے والے نے کیا ہے۔اور پھر یہ غور طلب ہے کہ آیت (4/3) میں بیویوں کی تعداد کو محدود نہیں کیا گیا اسلئے کہ بیویاں تو ضرورت کے مطابق ہوں گی بلکہ یہاں (4/3) میں تو بیویوں کی اقسام کو محدود کیا گیا ہے۔ یعنی جو بیویاں تمہارے عدل کی محتاج رہیں گی وہ چار سے زیادہ نہ ہوں اور جو تم سے حکمیہ اپنے حقوق وصول کرسکیں ان کی تعداد مقرر کرنا خود تمہاری وسعتوں پر منحصر ہے (مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُم 4/3 ,30/28,24/33) (16/71 برابر کے حصے دار) (ملاحظہ کریں تفسیر صفحہ 580-584) کثرت ازواج پر الگ سے عنوان قائم کیا جائے گا۔

115۔ پہلے سے سمجھ بوجھ کر باہمی رضامندی سے جنسی تعلق کی ضرورت اور مُدت مقرر کی جاسکتی ہے مقاصد برقرار رہیں گے

جنسی تعلقات کے اغراض و مقاصد آیت (4/24) کے مطابق رکھتے ہوئے کوئی بھی مدت مقرر کی جاسکتی ہے۔ یا دونوں کی سمجھ میں آنے والی کوئی بھی حدّ فاصل طے کی جاسکتی ہے چونکہ جنسی تعلق قائم کر لینے کے بعد کم از کم فطری وقدرتی جُدائی تحقیق حمل تک لازم ہے۔ مثلاً ایک مرد اور عورت شرائط کے مطابق یکم جنوری کو نکاح کرتے ہیں۔ جنسی تعلق یا مجامعت کرتے ہیں۔ اُنہیں دوم جنوری کو جدائی اختیار کرنے کا اختیار تو حاصل ہے لیکن چونکہ دونوں کو تحقیق حمل تک اس نکاح کا پابند رہنا ہوگا۔ لہٰذا دو جنوری کو جدائی کا اعلان حماقت ہوگا وہ اُسی نکاح میں تحقیق حمل کے دن تک جنسی تعلق برقرار رکھ سکتے ہیں بلکہ حالات اور صحت کی درستی اور آپس کی رضامندی سے وضع حمل سے چند روز پہلے تک جنسی تعلق جاری رکھا جاسکتا ہے اور اگر دوبارہ رضامندی نہیں ہوئی تو تحقیق حمل سے اگلے روز جدائی واقع ہوجائے گی۔ معلوم ہوا کہ ایک دفعہ جنسی تعلق یا مجامعت کرنے کے معنی دونوں کا تین ماہ تک پابند رہنا ہوئے اور یہ پابندی اُس تہمت کو دور کرنے کے لئے کافی ہے جو پرویز ایسے ناہنجار لوگوں کی طرف سے لگائی جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی اس میں جنسی تعلق میں شہوت رانی سے پہلے حمل کی ذمہ داری اور پابندی سامنے آ کھڑی ہوگی۔ لہٰذا یہ ایک صحیح اور قرآن (4/24) کے مطابق نکاح ہوگا اور اگر اِس دوران دونوں میں سے کوئی مرجائے تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا۔ حمل قائم ہو جانے کی صورت میں وضع حمل تک زوجہ کے تمام اخراجات کا کفیل شوہر ہوگا۔ پھر مرجانے کی صورت میں وراثت جاری ہوگی۔ اب وضع حمل اور پاک ہوجانے کے بعد کہیں جدائی واقع ہوگی۔ یعنی صرف ایک دفعہ قرآنی مجامعت کے

معنی وضع حمل تک کم از کم ایک سال ورنہ دودھ پلانے تک ساڑھے تین سال بنتے ہیں۔اور ہزار ہا روپے بنتے ہیں۔ ہے کوئی جوایسی مجامعت کوشہوت پرستی قرار دے ؟ لہٰذا وہ اصطلاحی نکاح بھی غلط ہے جس میں روزانہ ایک تازہ نکاح اور تازہ طلاق جائز ہے۔اور وہ اصطلاحی متعہ بھی غلط ہے جس میں سو فیصد قرآن (4/24) کی مخالفت ہوتی ہے ۔ جہاں نہ کفو کی پابندی ہے نہ صحت و نیک چلنی کی شرط ہے نہ نطفہ کی ضمانت ہے صرف وقت اور شہوت کی پابندی ہے۔

116۔ سچ مچ ایک دفعہ کی مجامعت پیش آنا ناممکن نہیں ہے۔ ایسے اشخاص ،ایسی ضرورت اور مواقع ممکن ہیں،مگرانتظام لازم ہیں۔

ممکن ہے کہ ایک بہت ہی آسودہ حال آدمی ہو۔ممکن ہے کہ اُس کی ضمانت کے لئے ملک میں صحیح انتظام موجود ہو۔ممکن ہے کہ میڈیکل ڈیپارٹمنٹ پبلک کے ہر شخص کا ریکارڈ رکھتا ہو۔ممکن ہے کہ پولیس کے پاس تمام نیک چلنوں اور آوارہ لوگوں کا کچا چٹھا موجود ہو۔ممکن ہے کہ اُس شخص کا ہمارے ملک کے بینک میں اکاؤنٹ اور ضمانت موجود ہو۔ یہ تمام چیزیں اور دیگر ضروری ضمانتیں ذہن میں رکھ کر مجھ پر گزرا ہوا ایک واقعہ تمہید کے لئے سنئے پھر نکاح کی بات ٹھیک سے سمجھ میں آئے گی:۔

میرے ایک دوست کا قصہ،کیا دس دفعہ بھی نہ نہائیں گے؟

میں جامعہ اَزھر سے چُھٹی پر مشہد آیا اور اپنے سرپرست جناب محمد مصطفٰی نوابِ ہندی کے دولت خانے پر قیام کیا اور ایرانی لائبریریوں کی پڑتال شروع کردی۔اتفاق سے میرا ایک ہم سِن لکھنوی دوست نجف کی سیر سے پلٹا اور حسب معمول نواب ہندی کے یہاں میرے ساتھ مقیم ہوا۔وہ اکثر دل بہلانے اور میری کتابوں کی سیر کرنے کے لئے میرے کمرے

میں آجایا کرتا تھا۔ایک دن اُس نے سنایا کہ سامنے والے مکان میں ایک شعلہ رُو حسین لڑکی رہتی ہے۔کیا میں اُس سے شادی کرسکتا ہوں؟ اچانک مجھے جناب نواب ہندی مُنّے نواب صاحب نے بُلایا میں اُن کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا کہ نواب صاحب کچھ کبیدہ خاطر نظر آرہے تھے ۔ مجھے بیٹھنے کے لئے فرمایا اور کہا کہ ابھی ابھی سامنے والے جمشید صاحب آئے تھے اور تمہارے دوست کی شکایت کررہے تھے۔ان کی بیٹی کہیں کھڑکی کے سامنے آئی تو ضامن نے کچھ اشارے کنائے کئے ۔لڑکی چلی گئی اور والد سے کہا کہ منے نواب سے جاکر شکایت کرو اور بتاؤ کہ اگر وہ لڑکا واقعی سنجیدہ ہے تو باقاعدہ شادی کی بات پیش کرے ورنہ ایسا مذاق سرزمین ایران پر پسند نہیں کیا جاتا آئندہ ایسی حرکات نہ کرے۔ احسن، میں نے معذرت کی وہ گئے تو تمہیں بلا بھیجا۔ضامن کی یہ حرکات تہذیب سے گری ہوئی تھیں ۔میں شرمندہ ہوا ہوں ۔میں نے ضامن کا وہ سوال سُنایا جس کا جواب دیئے بغیر میں چلا آیا تھا۔نواب صاحب نے فرمایا کہ جاکر اُس سے سنجیدہ بات چیت کرو اور مجھے جواب دو۔میں نے آکر ضامن کو سارا قصہ سنایا وہ نہایت نادم اور شرمندہ ہوا اور شادی کی درخواست کے لئے منتیں کرنے لگا۔میں نے نواب صاحب کو اطلاع دی المختصر شادی اور شادی کی تاریخ طے ہوگئی۔ضامن نواب ظفر مہدی کا اکلوتا بیٹا تھا۔یہاں طہران میں بھی اس کا اکاؤنٹ تھا۔اُس نے بلا کسی ڈیمانڈ کے ساٹھ ہزار روپیے ہونے والی دلھن فردوس آغا کے نام جمع کردیئے۔چاروں طرف خوشیاں منائی جارہی تھیں دونوں بہترین قسم کا جوڑا تھے۔سادہ مگر ٹھاٹھ دار تیاری کی گئی۔

ایک مذاق اور حادثہ:

لڑکی والوں کے یہاں کا دستور تھا کہ ہونے والی دلھن اور اس کی سہیلیاں سسرال

آ کر شب زفاف والا کمرہ خود اپنے ہاتھوں مل کر سجایا کرتی تھی۔گھر میں ھڑ بونگ مچا ہوا تھا میں نے اپنا کمرہ بند کر رکھا تھا پھر بھی ہنسنے اور شور مچانے کا غل مجھے پریشان کیئے ہوئے تھا۔ کمرہ میں پھولوں کی لڑیاں اور سیج بند باندھے جا رہے تھے۔رات کو غسل کے لئے پانی کے گھڑے بھر بھر کر رکھے جا رہے تھے۔سہیلیاں دُلہن کو چھیڑ رہی تھیں اور میاں ضامن صاحب باغیچے میں سیڑھی لگا کر روشن دان میں سے سب کچھ دیکھ اور سُن رہے تھے۔اور کسی کو اُن کی کالجانہ چوری کی خبر نہ تھی۔کمرہ سجا دیا گیا۔لڑکیاں چلی گئیں اب خود سہیلیوں نے دلہن کو سجانا تھا۔شام ہو رہی تھی دونوں مکان اور ماحول مہک رہا تھا۔کھانا تیار ہو رہا تھا کہ دلہن کی طرف سے دُولہا کا جوڑا لایا گیا۔معلوم ہوا کہ دولھا کمرے میں نہیں ہے۔لیٹر ین۔ غسلخانہ اور باغیچہ دیکھا گیا۔دولھا کا پتہ نہیں چلتا، رفتہ رفتہ چہرے اُترتے اور ملول ہوتے گئے۔سب سے زیادہ اثر مجھ پر تھا۔ایر پورٹ سے پتہ لگا کہ ضامن تو ہندوستان کی فلائٹ سے لکھنو روانہ ہو گئے۔سارا محلّہ رنجیدہ اور حیران تھا۔کوئی نہ جانتا تھا کہ کیا ہوا؟ تار دیا گیا۔جواب میں خیریت معلوم ہوئی اور بتایا گیا کہ میں شرمندہ ہوں میرے خط کا انتظار کرو۔خط میرے نام رجسٹرڈ تھا۔کھولا، پڑھا۔لکھا تھا کہ بھیا احسنؔ میں لڑکیوں کا مذاق وغیرہ سب کچھ روشندان سے دیکھ رہا تھا۔لڑکیاں فردوس آغا کو چھیڑ رہی تھیں۔وہ بار بار پانی زیادہ بھرنے پر مذاق اُڑا رہی تھیں آخر فردوس نے سنجیدہ ہو کر کہا کہ پاگل لڑکیو کیا ہم دس پندرہ بار بھی نہ نہائیں گے۔اُدھر سہیلیاں چپ ہوئی ادھر میں سیڑھی سے گرتے گرتے بچا اور باہر سے باہر نکلا اور سیدھا اپنے گھر آ گیا۔یعنی خیر سے بدھو گھر کو آئے۔واقعی وہاں ہنگامہ ہو گیا ہو گا مگر میں کیا کرتا۔میری سمجھ میں فرار کے سوا اور کچھ نہ آیا۔میں خط پڑھ کر کئی منٹ ہنستا رہا اور ضامن کی سادگی اور سادہ دلی برابر ہنساتی رہی خط کا جواب لکھا اور ضامن کو

بتایا کہ یہ بات ایرانیوں کے لئے صحیح تھی تمہارے لئے نہیں۔تم ہندوستانی ہو۔ایرانیوں میں تو خون نکلوایا جاتا ہے۔ پچھنے لگوائے جاتے ہیں۔خون چوسنے کے لئے جونکوں والوں کو بلایا جاتا ہے۔ ہندوستانیوں میں خون عنقا ہوتا ہے۔ٹھیک ہوا جیسے تم پاگل ہو فردوس بھی تم سے کم نہیں۔فوراً پہنچو ورنہ میں شادی سے پہلے ہی تمہارے فرار کا راز کھول دوں گا۔فردوس تو لکھنو آنے کی تیاریاں کررہی ہے۔بہرحال ضامن ایک ہفتے بعد آ گیا۔دل باغ باغ ہو گئے نکاح ہوا۔سب کچھ ہوا۔گھڑے بھرے رکھے رہے۔فردوس کو دیکھا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پرائی ٹانگوں سے چل رہی ہے۔ضامن ٹھیک تھا۔پل بھر میں اِدھر پل بھر میں دوسرے گھر۔ دونوں حیات ہیں۔ایران ہی میں ہیں۔ان کا یہ قصہ چند احباب مثلاً ڈاکٹر صاحب کو سنایا تھا۔اب تو اَلَم نشرح کردیا گیا ہے۔

(الف) <u>شباب آیا توجُدائی لایا، شادی ہوئی تو موت نے بلایا۔</u>

ساتھ کھیلے ساتھ پڑھے۔سب کے سامنے دُولھا دُلھن کا کھیل کھیلتے کھیلتے ہوش سنبھالا۔جب ازدواجی زندگی سمجھ میں آنے لگی جب جسم میں کشش وجذب پیدا ہوا عین بیس سال کی عمر میں کربلائی کے والد صاحب اور ماموں (نسیم کے والد) میں جائیداد پر ناچاقی ہوگئی۔کربلائی اور نسیم پر خاص نظر رکھی جاتی تھی مگر پھر بھی کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کی جھلک دیکھ لیتے تھے۔رفتہ رفتہ نگرانی سخت ہوگئی۔دیکھنے کو ترس گئے۔آزادی کے زمانے میں ہزاروں فوٹو بنا سکتے تھے۔کبھی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔صرف آنکھوں میں تصویریں رہ گئیں۔آخر کربلائی حسین بھی مصوری کی کلاسز میں آنے لگے اور خادمہ سے نسیم کو کہلوا بھیجا کہ میں اپنا وقت تصویر کشی میں گزاروں گا اور بہت جلدی تمہاری تصویر بنالوں گا۔یہ سب کچھ ہوا سو ہوا مگر ایک روز ایک انگریز افسر نواب زادوں کو فوجی کمیشن کے لئے بھرتی کرنے آ گیا۔کربلائی نہایت تنومند

اور حسین نوجوان تھا اس کو انتخاب کر کے دھرہ دون اکیڈمی لے جایا گیا۔تین سال بعد کمیشن مل گیا۔جنگ کا زمانہ تھا۔کربلائی صاحب کی رجمنٹ فیلڈ پر جانے کے لئے تیاری کر رہی تھی۔اب ماموں صاحب کو معلوم ہوا۔دوڑ دھوپ کی دونوں خاندان شادی پر رضا مند تھے۔کربلائی نے بھی منظور کر لیا۔ایک رات کے لئے شادی کر لی۔صبح ملٹری جیپ ہیڈ کوارٹر لے گئی سب کو روتا چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ایسا گیا کہ خط بھی نہ بھیجا رسید کا۔قدرت نے نسیم کو رسید دے دی تھی۔بچے کو جنگ کے بعد باپ کا وکٹوریہ کراس ملا اور کنگ کالج کے لئے نام ریز رو ہو گیا۔یہ سمجھ بوجھ کر ایک رات کے لئے شادی کی گئی تھی۔یہاں دماغ پر اتنا دباؤ پڑ چکا ہے کہ چُپ نہیں رہ سکتا اور پوچھنا پڑتا ہے کہ میدان جنگ میں ایک اور بھی شادی ہوئی تھی جو دنیا کی مقدس ترین شادی تھی۔اِدھر عارضی اُدھر لازوال تھی۔کہاں ہیں وہ ملاعین جو ہر قسم کے عارضی اور وقتی نکاحوں کو حرام قرار دیتے ہیں؟ اُن کے نطفوں میں شرافت نہ تھی تو دماغوں میں شرافت کہاں سے آتی؟

117۔ قارئین نکاح پر عارضی اور وقتی ہونے کا مذموم لیبل لگانے والوں پر لعنت بھیجیں اور یہ آیت سنیں

اللہ نے قرآن میں معترضین کا ایسا منہ بند کیا ہے کہ مودودی ایسے مفسر بھی منہ لٹکا کر گزر گئے اور نہ کوئی تفسیر کی نہ یہ بتایا کہ یہ کس قسم کے میاں بیوی تھے اور کس قسم کا نکاح تھا اور کس قسم کا طلاق تھا اُن ہی کا ترجمہ دوبارہ پڑھیں اور اُن سے نہیں خود اپنے سے سوال کریں فرمایا گیا کہ:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا

بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ O (البقرہ 2/236)

مودودی "تم پر کچھ گناہ نہیں، اگر اپنی عورتوں کو طلاق دے دو قبل اس کے کہ ہاتھ لگانے کی نوبت آئے یا مَہر مقرر ہو۔ اس صورت میں انہیں کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہیئے۔ خوشحال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق اور غریب آدمی اپنی مقدرت کے مطابق معروف طریقہ سے دے۔ یہ حق ہے نیک آدمیوں پر" (تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ 181)

مودودی کی تشریح "۲۶۰؎ اس طرح رشتہ جوڑنے کے بعد توڑ دینے سے بہرحال عورت کو کچھ نہ کچھ نقصان تو پہنچتا ہی ہے، اِس لئے اللہ نے حکم دیا ہے کہ حسبِ مقدرت اِس کی تلافی کرو۔" (تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ 181)

(الف) نکاح سے پہلے نہ طلاق ہوتی ہے نہ کوئی عورت اپنی عورت بنتی ہے۔ نکاح کے لئے ضروری نہیں کہ مجامعت کی جائے یا مہر مقرر کیا جائے

مودودی مانتے ہیں کہ رشتہ جوڑنے کے بعد توڑنے پر ہرجانہ دینا لازم ہے۔ آیت بتاتی ہے کہ دونوں میں کسی قسم کا نکاح ہوا تھا۔ جس سے وہ مرد اور عورت میاں بیوی بن گئے تھے۔ اور یہ نکاح ایسا تھا کہ اس میں نہ مہر مقرر کرنیکی ضرورت تھی اور نہ مرد اور عورت یا میاں بیوی ایک دوسرے کو چھونے کا اختیار رکھتے تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ دونوں نے میاں بیوی کی طرح بے تکلف ساتھ ساتھ رہنا طے کیا تھا اور تمام جاننے والوں میں میاں بیوی کہلاتے تھے۔ ساتھ کھاتے پیتے تھے، ایک کمرے میں دوستوں کی طرح رہتے اور سوتے تھے اور ایک دوسرے کے اخلاق، عادات، ضبطِ نفس، دوستوں اور رشتہ داروں سے میل جول و تعلقات کی گہرائی دیکھتے تھے۔ اور مختار تھے کہ جنسی تعلق اور جنسی تعلق کی اُجرت پر عمل کرلیں۔ اور باقاعدہ شوہر اور زوجہ بن جاتے۔ اور چونکہ یہ طے شدہ امر تھا کہ اگر اپنے اپنے معیار کے مطابق کوئی کسی کو

پسند نہ کرے تو جدائی واقع ہو جائے گی۔ مگر مرد پر لازم تھا کہ وہ عورت کو ہرجانہ کی رقم دے کر اُسے اور ماحول کو خوش کر لے اور جدائی اختیار کر لے۔ قارئین نوٹ کریں کہ جنسی تعلقات قائم کرنے کے لئے قرآن کا یہ بہترین طریقہ (Process) تھا اور اس طریقہ کو اگلی آیت میں بھی دوہرایا اور واضح کیا گیا اور فرمایا ہے کہ:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ...الخ (البقرة 2/237)

مودودی: ''اور اگر تم نے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی ہو، لیکن مہر مقرر کیا جا چکا ہو تو اس صورت میں نصف مہر دینا ہوگا۔'' (بقرہ 2/237) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 181)

اس مخصوص نکاح کی دوبارہ تصدیق ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر وہ اس نکاح کے دَوران مجامعت پر متفق ہونا چاہیں تو انہیں اختیار ہے مگر پہلے مجامعت کی اُجرت کو فرض مان کر طے کر لیں اور مجامعت کے بعد یہ اُجرت ادا کریں اور اس صورت میں جدائی پر طے شدہ اُجرت کا نصف بلا مجامعت بھی ادا کرنا لازم ہے۔ قارئین دیکھیں کہ اِن آیات میں لفظ اَجر یا اُجُور نہیں ہے۔ مگر مودودی پھر بھی یہاں لفظ مَہر گھُساتے ہیں۔ علامہ رفیع الدین نے یہاں اِس مردود لفظ مہر کو ترجمہ میں نہیں لکھا ہے۔

''<u>اسلام میں جنسی تعلقات</u>'' پر قرآن کریم نے تمام قوانین اور اُن کے مرحلہ وار پروگرام واضح کر دیئے ہیں۔ اِن قوانین اور مراحل کے خلاف جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اعلانِ نبوت سے پہلے کا سامان ہے جسے مسلمانوں نے دوبارہ رواج دیا ہے۔ جو حرام و باطل ہے۔ خواہ اس کا نام تمتّع ہو یا متعہ ہو۔

118۔ عورتیں تعداد میں زیادہ رہی ہیں اور رہیں گی اور موجود ہیں اُن کا بہترین استعمال اُن کی صلاحیتوں کو نوع انسان پر لگانا ہے

عورتوں کو اسلامی طرزِ حیات اور تحفظ فراہم نہ کرنے کا نتیجہ ہے کہ ہم نے دیکھا ہے کہ ھائیڈ پارک میں معاشرہ کی ٹھکرائی ہوئی عورتیں تنہا تنہا ایک خاص انداز سے دیو قامت درختوں کے سائے میں کھڑی ملتی ہیں اور ہر گزرنے والے سے پوچھتی ہیں اور ہم سے بھی پوچھا گیا تھا کہ تمہارے پاس ایک پونڈ ہے؟Have you got a pond?۔ انجان لوگ رُک جاتے ہیں بات کرتے ہیں آخر معلوم ہوتا ہے کہ جنسی تعلق کے لئے اُس عورت کی فیس یا بقول علما مہر ایک پونڈ ہے۔ وہیں ادا کرو اور کھڑے کھڑے فارغ ہو جاؤ۔ کھڑے کھڑے اس لئے کہ یوں استقرارِ حمل مشکل ہوتا ہے۔ لٹانا چاہو تو وہ آپ کو فرنچ لیدر (پلاسٹک کی تھیلی) پہنا دیں گی۔ لوگ دیکھتے ہوئے گزرتے رہیں گے۔ یہی بات ایران و نجف کی گلی کوچوں، مدرسوں اور ہوٹلوں میں جگہ جگہ ملے گی وہاں عورت پوچھے گی کہ ''مُتعہ میخواہی'' کیا متعہ کرنا چاہتے ہو؟ فیس طے کر کے متعہ کرلو اور چلتے پھرتے نظر آ ؤ۔ ہر عورت کم از کم تین چار مردوں سے ضرور متعہ کرتی ہے تا کہ اُس کا خرچ نکلے۔ مجتہدین کے یہاں متعہ چونکہ عظیم الشان ثواب کا کام ہے۔ اسلئے وہاں ہر طالب علم بڑی رغبت سے متعہ کرتے ہیں اور ثواب حاصل کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں کروڑوں عورتیں ایسی ہیں جنہیں بسر اوقات کے لئے یہ کام کرنا پڑتا ہے۔ صرف امریکہ میں کم از کم پچیس لاکھ عورتیں ہر وقت شوہر سے محروم رہتی ہیں۔ اور قانون بنوایا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کا حقیقی بھائی شادی شدہ نہ ہو تو اس بھائی کو جبراً اپنی بہن سے شادی کرنا پڑے گی۔ مسلمانوں کے علاوہ دنیا کے تمام مذاہب میں لازم ہے کہ مرد صرف ایک عورت سے شادی کرے۔ ہندو، یہودی، عیسائی

وغیرہ مذاہب سختی سے اس کے پابند ہیں۔حالانکہ ان مذاہب مین اُن کے بزرگ کثرت ازواج پر عمل کرتے رہے ہیں اوران سب کی مذہبی اور کتب ساوی میں کئی کئی سوازواج ایک ایک شوہر کے یہاں ملتی ہیں۔یعنی عورتوں کو قحبہ گری اور زنا پر مجبور کرنے میں تمام مذاہب کا بڑا حصہ ہے ایک زمانہ میں امریکہ اور کینیڈا نے ایک ریفیو جی اسکیم چلائی تھی جس میں غیر شادی شدہ نوجوان لڑکوں کو اپنے خرچ پر لے جاتے تھے اور ہر لڑکے پر بہت سارو پیہ رشوت میں بھی دیتے تھے معاہدہ یہ ہوتا تھا کہ وہاں جا کر کھیتی کریں گے انہیں تمام سہولتیں روپیہ اور مکان مفت دیئے جاتے تھے۔بہر حال بعد میں یہ اسکیم فیل ہوگئی۔جس زمانے میں یہ اسکیم زوروں پر تھی تو مجھے مذہبیات میں منہمک دیکھ کر عیسائی پادریوں نے جو ایئر فورس میں تبلیغ کے لئے ملازم ہوتے تھے یہی سوال کیا کہ آپ کے یہاں تعداد ازواج جائز ہے اور تمہارے رسوؐل نے تو ایک درجن کے قریب بیویاں رکھیں۔میں نے کہا کہ باقاعدہ اتوار کے دن میٹنگ بلاؤ تاکہ میرا جواب پورا ائیر فورس اسٹیشن سنے اور روز روز سوال کی ضرورت نہ ہو۔چنانچہ کاسفورڈ اسٹیشن پر ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہو گیا بہت سے لوگ محکمے سے باہر کے بھی تھے یعنی کافی سِول پبلک آئی تھی۔

(الف) <u>تمام مذہبی احکام نوع انسان کی ضروریات و مشکلات کا حل کرنے کے لئے انبیاؑ نے اُمتوں کو بتائے ہیں</u>

میں فی الحال اِس دنیا کی ضرورتوں پر گفتگو نہ کروں گا بلکہ ایک ممکن الوقوع عقدہ (Problem) سامنے رکھتا ہوں تاکہ تمام سامعین اس پر ایک حصہ دار (Partner) کی طرح غور کریں۔آپ سمندری جہاز میں سفر کرتے ہیں۔اچانک سمندر میں طوفان آجاتا ہے اور جہاز غلط روٹ پر چل کر کھڑا ہوتا ہے۔اور ایک سمندری چٹان سے

ٹکرا کر ٹوٹ اور ڈوب جاتا ہے۔ جہاز کا عملہ لوگوں کو بچانے میں حتی الوسع مدد کرتا ہے۔ بہرحال آپ کسی طرح خشکی پر پہنچتے ہیں اور ایک لق ودق جنگل دیکھتے ہیں۔ کچھ کھانے کی فکر وتلاش میں جنگل کے اندر چلے جاتے ہیں تو آپ کو چند عورتیں ملتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اسی ڈوبنے والے جہاز کی مسافر ہیں۔ آپ سب مل کر مختلف پودوں کو چکھتے ہیں اور بھوک میں نہ معلوم کیا کیا کھا جاتے ہیں۔ اس دوران چند اور عورتیں ملتی ہیں۔ سارے جزیرے میں چل پھر کر دیکھتے ہیں۔ پھلیوں کی قسم کی چند جنگلی نباتات ملتی ہیں۔ یوں بھوک پر قابو پاتے ہیں۔ یہاں آپ کے سوا کوئی مرد نہیں ملتا عورتیں بہت سی ہیں۔ اُن کی تعداد تیرہ چودہ سے لے کر کئی سو تک فرض کر لیجئے۔ عقدہ (Problem) تیار ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ مرد ہوتے ہوئے ان عورتوں کیساتھ کیا روّیہ اختیار کریں گے کہ نہ مذہب کی خلاف ورزی ہو نہ گناہ ہو نہ کسی کی حق تلفی ہو۔ سب مطمئن اور چین سے رہیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ لوگ الگ نکل آئیں جو مذہبی حیثیت سے اس پرابلم کا حل پیش کرسکیں۔ یہیں چائے کا وقفہ تھا۔ لوگ چائے میں لگ گئے لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ چائے گلے سے اُتر نہ رہی تھی۔ پادری صاحبان بہت سراسیمہ نظر آرہے تھے۔ کوئی آگے نہ بڑھا مجھے ہی کہنا پڑا کہ اِن عورتوں میں سے اگر آپ ایک عورت کو زوجہ بنالیں تو سراسر ظلم ہوگا۔ اُن تمام عورتوں کا حق مارنا پڑے گا جو باقی رہ جائیں گی۔ مسلمان غالباً چار سے فارغ ہونا چاہیں گے وہ بھی ظلم ہوگا۔ یہاں موجود عورتوں کے تم پر برابر کے حقوق ہیں۔ اگر تم نے خوبصورتی کو اصول بنایا تو بدصورتی کی حق تلفی ہوگی۔ اگر تم نے سِن وسال کو ملحوظ رکھا تو زیادہ عمر والیوں کی حق تلفی ہوگی اور چونکہ انہیں دنیا سے جلد اُٹھنا ہے تو ان پر واضح زیادتی ہوگی۔ میرا حل (Solution) یہ ہے کہ میں تعداد کی فکر کئے بغیر سب سے انصاف کرنے کے لئے اُٹھوں گا اور سب سے

کہوں گا کہ تم ایک ِکیو (que) میں اس طرح کھڑی ہو جاؤ کہ جو سب سے زیادہ عمر دراز ہو وہ سب سے آگے آجائے اور سب سے کم عمر والی سب کے پیچھے کھڑی ہو جائے ۔ایک دوسری کو دیکھ دیکھ کر، پوچھ پوچھ کر ِکیو بنالو۔لہٰذا پہلی بات کیو (قطار) بنانا ہے۔تقریباً صحیح ِکیو بنا لینے کے بعد عورتوں میں ایک حد فاصل مقرر کر کے وہاں سے کیو کو اپنی طرف موڑ لو اور کہہ دو کہ یہاں تک تمام عورتیں میری ازواج ہیں اور اسکے بعد والی تمام عورتیں منتظرین میں شامل ہیں۔

خدا کی مدد۔پالیسی مقصد اور عملی اقدامات اور تعاون

میری پالیسی اور مقصد یہ ہے کہ میں اِن تمام عورتوں کو جنسیات سے محروم نہ رہنے دوں۔ چونکہ میں تنہا ہوں اس لئے مجھے اُدھر اللہ سے اُس کے وعدوں کے مطابق مدد اور معجزات کی احتیاج ہے اور ادھر تم سب کے تعاون کی ضرورت۔

عملی اقدامات:

1۔میں نے جن عورتوں کو اپنی ازواج میں داخل کیا اُن میں اُن عورتوں کو لیا جو زیادہ عمر رسیدہ اور دنیا سے جن کے جلد اُٹھنے کی اُمید تھی۔پھر اپنی صحت کو مدّنظر رکھ کر اور ایک مجامعت روزانہ کے حساب سے بہت سی عورتوں کو لیا جا سکتا ہے اور ضرورت پڑنے پر ہزاروں کو بھی لینے کی اُمید رکھی ہے۔

2۔مجھے یہ اُمید ہے کہ کم از کم میں چار مستورات کو روزانہ فارغ کر سکوں گا اور وہ چاروں بفضل خدا روزانہ حاملہ ہوتی جائیں گی اور اس طرح ان کی جنسی ضرورت کم سے کم ہوتی جائے گی۔اس طرح میں نو ماہ میں گیارہ سو کے قریب خواتین کو فارغ کر چکوں گا۔اور

3۔امام زمانہ علیہم السلام کی توجہ سے گیارہ سو بیٹے حاصل کر سکوں گا۔ میری ازواج صاحبِ اولاد ہو جانے کے بعد جنسیات کی محتاج نہ رہیں گی بہر حال میں زندہ اور تندرست رہوں گا تو انہیں پریشانی کی ضرورت نہ پڑے گی۔ اگر ضرورت محسوس ہوگی تو ازواج میں پھر کچھ بڑی عمر کی عورتیں لی جا سکیں گی۔

4۔اُٹھارویں سال باقی ماندہ تمام عورتیں اُن لڑکوں کی ازواج بنائی جا سکیں گی اور اُن کی اولادیں چچازاد ہونے کی بنا پر آپس میں جائز ہوں گی اور حلال نسل جاری ہو جائے گی۔ یعنی صرف اُٹھارہ سال میں ایک مرد سے مکمل اور تندرست حلال نسل جاری ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اسی صورت کو مدنظر رکھ کر اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ:

فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا o (نسآء 4/3)

119۔ قرآن سے نکاح کو چار میں محدود کرنا ناسمجھی کی دلیل ہے۔

مودودی ترجمہ: ''جو عورتیں تم کو پسند آئیں اُن میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ اُن سے عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا اُن عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضے میں آئی ہیں، بے انصافی سے بچنے کے لئے یہ زیادہ قرینِ صواب ہے۔'' 4/3
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 320-321)

جنسیات کی بحث میں پہلے یہ دیکھئے کہ اِس آیت میں اللہ نے بات انصاف کے ساتھ شروع کی بلکہ انصاف ہی قائم کرنے کے بقولِ علما چار نکاح کرنے کی اجازت دی ہے اور پھر

عدل نہ کر سکنے کی صورت میں ایک نکاح کرنے کا حکم دیا ہے اور آخر میں بتایا ہے کہ ایک عورت سے نکاح کرنا بے انصافی سے بچنے کا زیادہ اچھا طریقہ ہے۔یعنی اس آیت میں تین مرتبہ انصاف اور عدل کرنے کا تقاضا فرمایا ہے مگر اسی آیت سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ اگر بیویوں میں عدل نہ کرنا ہو۔یعنی سب پر ظلم کرنا ہو تو ماملکت ایمانکم کو نکاح میں لے آؤ اور جتنی چاہے گھر میں بھرلو۔تمام شیعہ سُنی علما نے یہی سمجھا اور یہی ترجمہ کیا ہے۔یعنی اللہ نے کنیزوں پر ظلم کرنے کی صاف چھوٹ دی ہے؟

(الف) <u>عورتوں کی مندرجہ بالا تعداد پر گفتگو سے پہلے ایک آیت کا ترجمہ اور تشریح اور دیکھ لیں</u>

رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَةٍ مَّثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ..... (سورۃ فاطر 35/1)

مودودی:"(ایسے فرشتے) جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں۔وہ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔"

مودودی کی تشریح "۳؎ ان الفاظ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ فرشتوں کے بازوؤں کی انتہائی تعداد چار ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بعض فرشتوں کو اس سے بھی زیادہ بازو عطا فرمائے ہیں"(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 218)

مودودی کی یہ تشریح اور ان کی دلیل بھی ذہن میں رکھیں اور ہماری بات توجہ سے سنیں اگر اللہ کو بیویوں کی تعداد کو چار میں محدود کرنا ہوتو بہت آسان بات یہ ہوتی کہ تم چار بیویاں کر سکتے ہو۔یہ دو دو مرتبہ کہنا وقت کا ضائع کرنا تھا۔دو دو۔اور تین تین اور چار چار قطعاً فضول تھا یہ صحیح ہوتا کہ کہا جاتا کہ:

’’تم چار عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو‘‘ ’’عدل نہ کر سکو تو ایک ہی بیوی کرنا‘‘

اسی دلیل سے مودودی دوسری آیت میں پروں کی انتہائی تعداد چار نہیں مانتے مگر عورتوں کی انہوں نے تعداد چار مان لی ہے حالانکہ الفاظ دونوں آیتوں میں وہی آئے ہیں۔ بہر حال ذرا دیر میں آپ بھی اِن الفاظ کا صحیح استعمال سمجھ جائیں گے۔ اور وہ یوں کہ تمہیں بلایا جاتا ہے اور ایک کمرہ میں روپیوں کا ایک قدّ آدم ڈھیر تمہارے حوالے کیا جاتا ہے۔ کمرہ سے باہر عورتوں مردوں کی ایک لائن لگی ہوئی ہے جس کا پچھلا سرا ملیر اسٹیشن تک جاتا ہے۔ آپ کو نہ روپیوں کی تعداد معلوم ہے نہ آدمیوں کی تعداد کا پتہ ہے۔ اور حکم یہ ہے کہ یہ روپیہ ان لوگوں کو برابر برابر بانٹ دو۔ لہٰذا آپ جو سامنے آئے اُسے دو دو روپے دیتے جائیں۔ پھر جب پہلا آدمی آئے تو تین تین دینا شروع کر دیں۔ پھر چار چار دیں اب بھی ختم نہ ہوں تو پانچ پانچ دیتے جائیں یہاں تک بانٹیں کہ سارے روپے ختم ہو جائیں۔ آدمیوں پر کنٹرول وہ لوگ رکھیں گے جنہوں نے آپ کو بانٹنے کی ڈیوٹی دی ہے۔ یہ ہے دو دو تین تین اور چار چار کا صحیح استعمال۔ لہٰذا غیر شادی شدہ عورتیں تندرست و توانا مومنین سے چار گنا تک ہو سکتی ہیں۔ یہ عالمی فارمولا ہے دو دو سے نکاح کر کے بھی باقی رہیں تو تین تین کر دو ورنہ چار چار کی شادی کرو اور کرتے جاؤ جب تک ایک عورت بھی شادی سے محروم رہتی ہو۔ اسی اصول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ نے چار کی پابندی نہ فرمائی تھی۔

120۔ آنحضرتؐ اور آئمہؑ کو اصطلاحی نکاح میں اُلجھانے کی کوشش اور شیعوں کا جواب میں اصطلاحی متعہ کی ایجاد

ہم برابر یہ کوشش کرتے رہے کہ ایسی بحثوں کو نظر انداز کرتے جائیں جو ہمیں جنسی تعلق کے عنوان سے دور لے جائیں مگر یہ عنوان تقاضا کرتا ہے کہ چند ایسے حقائق

سامنے لائیں جو قارئین کو یہ بتائیں کہ قریش نے عہد رسولؐ ہی میں قرآن کریم کے عنوانات اور موضوعات کو بدلنا شروع کر دیا تھا۔اور قرآن میں قریش کی سازش کا ریکارڈ رکھنا جاری کر دیا تھا۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سے قریش کی شکایت بھی کر دی تھی (25/30-31) موضوعات اور عنوانات کو بدلنے کی بات خود مودودی کے ترجمے سے دیکھئے۔سورۃ مائدہ (5/41) میں فرمایا ہے کہ:

''کتاب اللہ کے الفاظ کو اُن کا صحیح محل متعیّن ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں''(المائدہ 5/41)(تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ 470)

یہی ہم بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ نے سورہ نساء آیت (4/24) میں نکاح کے متعلق وہ تمام شرائط اور طریق کار اور اختیارات بیان فرما دیئے جو ہم نے سابقہ صفحات میں تفصیل سے لکھے ہیں۔مگر قریش نے اپنی سابقہ جنسی بے راہ روی کو واپس لانے کی غرض سے قرآنی نکاح میں سے شوہر و زوجہ کے اختیارات کو نکال کر اس کا نام اصطلاحی نکاح مشہور کر دیا تو قریش کے مخالفین اور قرآن کے طرفداروں نے قرآنی نکاح کا نام متعہ مشہور کر دیا۔حالانکہ قرآنی نکاح اصطلاحی متعہ سے زیادہ وسعت اور آزادی رکھتا تھا۔مگر مخالفین نے قریش کے مقابلے میں قرآنی نکاح کی ایک آزادی اور سہولت پر سارا زور لگا دیا۔یعنی قریش نے مشہور کر دیا کہ نکاح دائمی ہوتا ہے اور قریش کے مخالفوں نے یہ مشہور کر دیا کہ نکاح میں نکاح کی مدت اور زمانہ مقرر کیا جاتا ہے۔بس یہ جھگڑا ہے جو قریش اور اُن کے مخالفوں میں چلا آرہا ہے اور جسے بعد میں شیعوں اور اہل سنت کا جھگڑا کہا گیا ہے۔اور اس جھگڑے میں حسبِ معمول قریش یا اہل سنت غلطی پر ہیں۔اگر یہ دونوں فریق نکاح کو بحث کا موضوع بناتے تو حقیقت سامنے آسکتی تھی مگر قریش نہ چاہتے تھے کہ حقیقت سامنے آئے اِسلئے کہ اس طرح

اُن کی سازش کھل جاتی لہٰذا انہوں نے متعہ کے حرام ہونے کو اپنا موضوع بنا لیا اسلئے کہ انہوں نے اس میں سہولت سمجھی۔ پہلی سہولت تو یہی تھی کہ نکاح کی آیت (4/24) میں متعہ کا مصدری لفظ اِسْتَمْتَعْتُمْ (تم متعہ کرو تم فائدہ اُٹھاؤ) موجود تھا دوسری سہولت یہ تھی کہ عہدِ رسوؐل کی کچھ ایسی نظیریں مشہور و معلوم تھیں جن میں محدود مدت تک نکاح ہوئے تھے۔ بہرحال سنی علما نے اپنے بزرگوں اور لیڈروں کو اپنی تائید میں پیش کیا تو شیعوں نے بھی آئمہ علیہ السلام کو اپنی تائید میں سامنے لانے کی کوشش کی اور بحث میں فضول وقت ضائع ہوتا رہا اور دونوں نے بحث کے علاوہ عملاً اپنے اپنے موقف سے رُوگردانی اختیار کر لی اور برائے نام شیعہ علما و عوام بھی اُس نکاح کو عام کرنے سے باز آ گئے جسے وہ متعہ کہتے اور لکھتے رہے ہیں۔ چنانچہ آج چاروں طرف تمام ممالک میں وہ نکاح تو ہو رہے ہیں جس کی تبلیغ سنی علما کر رہے تھے مگر کہیں بھی نکاحِ متعہ کے نام سے شیعوں میں کوئی نکاح نہیں ہوتا۔ یعنی شیعہ اور سنی آخر کار باطل پر متفق ہو گئے ہیں۔ اور وہی مردود اصطلاحی نکاح اور وہ ہی ممنوع طلاقی نکاح جاری ہیں۔ اور مسلمانوں کی نسلیں زوال سے دوچار ہیں۔

121۔ شیخ محمد حسین آلِ کاشف الغطاء کی تواضع اُن کی مذہبی اور نظریاتی عملی شکست پر اور تائیدِ حق پر چند باتیں

ہم جناب شیخ صاحب کی کتاب ''اَصل و اصول شیعہ'' کی ''بحث متعہ'' پر پہلا ریمارک تو یہ دیکھتے ہیں کہ ''متعہ'' کے تمام حامیوں اور ماننے والوں کو بڑی شرمناک اور عملی شکست ہو چکی ہے۔ شرمناک اس لئے کہ انہوں نے حق پر ہوتے ہوئے متعہ کو اپنے معاشرے سے رخصت کر دیا اور نکاح کی اُن تمام مذموم صورتوں کو اختیار کر لیا جنہیں قریش یا اُن کے مخالفین نے قرآن کے سر لگایا تھا۔ دوسرا ریمارک یہ ہے کہ شیعوں نے متعہ ہی کو

نہیں بلکہ انہوں نے محمدؐ وعلیؑ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے تمام مقاصد کو بھی چھوڑ دیا ہے اور صرف چھوڑ ہی نہیں دیا ہے بلکہ سنیوں سے رشوت وظائف اور تنخواہیں لینا اور قریشی مقاصد کی تائید بھی اختیار کرلی ہے۔ اِن دو ریمارکس کے بعد شیخ صاحب سے یا طرفدارانِ متعہ سے کوئی گفتگو یا بحث کرنا تضیع اوقات اور لکیر کو پیٹنا ہوگا۔ مگر اپنے رفقائے کار کے لئے آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی پوزیشن سے غلط نسبتوں کو دُور کرنا ہمارا فریضہ ہے۔ لہٰذا یہ عرض کرنا ہے کہ جب بھی زیر بحث نکاح یا متعہ کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا کسی معصوم امام علیہ السلام سے سوال کیا گیا تو اُن حضرات نے ہمیشہ اس نکاح کی تائید فرمائی جو قرآن (4/24) میں بیان ہوا ہے۔

122۔ <u>آئمہ معصومینؑ سوال کا حقیقی جواب دیتے تھے۔ نہ بحث میں اُلجھتے تھے نہ قرآن کے خلاف فرماتے تھے</u>

لوگ ایسے اور ایسے انداز سے سوال کرتے تھے کہ اُن حضراتؑ کا جواب اپنی تائید میں گھسیٹ لیا جائے۔ مثلاً جناب ابی بصیرؓ نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ:

”عَنْ ابی بصیر قال: سَاَلْتُ اَبَا جعفر علیہ السلام عَنِ <u>الْمُتعَۃِ</u>، فَقَالَ: نَزَلَتْ فِی الْقُراٰنِ ” فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِہٖ مِنْھُنَّ فَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ فَرِیْضَۃً فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا تَرَاضَیْتُمْ بِہٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِیْضَۃِ (فروعِ کافی کتاب النکاح ابواب المتعۃ)

”آپؑ <u>الْمُتعَۃ</u> کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپؑ نے جواب دیا کہ قرآن میں آیت نازل ہوئی ہے کہ ”تم جن عورتوں سے استمتاع کرو تو اُن کو اُن کے فرض شدہ اُجرتیں دے دو اور تم پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی اگر تم فرض شدہ اُجرت

طے ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی سے جو کچھ طے کرلو۔''

قارئین غور کریں اور دیکھیں کہ امام علیہ السلام کے اِس جواب سے کوئی انکار نہیں کرسکتا مودودی کا جواب بھی یہی ہے کہ:

''پھر جواز دواجی زندگی کا لطف تم اُن سے اُٹھاؤ اُسکے بدلے میں اُنکے مہر بطور فرض کے ادا کرو۔ البتہ مہر کی قرارداد ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی سے تمہارے درمیان اگر کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔''

جو کچھ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے وہ یہی ہے کہ مہر یا اجر طے ہو جانے کے بعد شوہر اور زوجہ آپس کی رضامندی سے ہر سمجھوتہ کرنے میں مختار ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ مہر میں کمی بیشی مقصود ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ صرف نکاح کی مدت کا تعین مطلوب ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں باتیں اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات کو محدود کرتی ہیں اور صرف فریقین کے قیاس پر منحصر ہیں۔ اختیارات میں 1۔ مہر کی کمی بیشی بھی داخل ہے 2۔ نکاح کی مدت مقرر کرنا بھی شامل ہے 3۔ جیب خرچ کی بھی گنجائش ہے 4۔ مجامعت کی تعداد بھی خارج نہیں 5۔ میکے جانا آنا بھی ممنوع نہیں 6۔ نوکرانی کا رکھے جانا بھی شمار ہے 6۔ کھانے پکانے کا مینو پروگرام بنانا بھی ہوسکتا ہے 7۔ آئندہ تعلیم جاری رکھنا بھی ہوسکتا ہے۔ بچوں پر کنٹرول بھی ہوسکتا ہے 8۔ ملازمت اور صنعت کی بات ہوسکتی ہے ساری زندگی کی تمام سہولتوں کو سامنے رکھا جاسکتا ہے۔ لہٰذا جس کے پاس قرآن کی آیت سے دلیل ہو وہ اس وسیع اختیار پر بند باندھے یا اُسے صرف مدتِ نکاح پر محدود کرے۔ ورنہ خاموش رہے اور عمل کرے۔ یہ امام علیہ السلام کی شان سے بعید ہے کہ وہ لفظی بحثیں کریں اور لوگوں سے اصطلاحی نکاح پر یا اصطلاحی متعہ میں اُلجھتے پھریں وہ لوگوں کو بولنے میں آزاد رکھتے ہیں اگر کوئی نکاح کو

عَقدِ نکاح کہتا ہے تو کہتا رہے کوئی شادی خانہ آبادی قرار دے، دیا کرے۔ مقصد اور صورتِ حال برقرار رہے وہ اتنا چاہتے ہیں۔ شادی میں چلئے نکاح میں چلئے۔ دھوم دھڑ کے میں چلئے سب ٹھیک ہیں اگر وہاں جا کر بارات ملے نکاح پڑھنے والے ملانٹے ملیں۔ چھوہارے ہوں الفاظ کو مقاصد پر محمول کیا جاتا ہے۔ امامؑ نے ابوبصیر کا مطلب سمجھ لیا اور جواب دے دیا یہ بحث نہیں کی کہ تم لفظ متعہ کس بنیاد پر بولتے ہو؟ نہ ہم نے متعہ کی لفظ بولی نہ متعہ قرآن کا لفظ ہے۔ یہ بحث کرتے تو ابوبصیر کا بڑا سارا منہ بند ہو جاتا۔ وہ حضرات مُنہ بند نہ کرتے تھے۔ یہ ہمارا کام ہے۔ وہ تو لوگوں کو آزادی سے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع دیا کرتے تھے۔ اُلجھنے والے الجھنے میں مختار تھے۔ سمجھنے والے سمجھ جاتے تھے۔ لہٰذا یاد رکھئے کہ لوگ طرح طرح کے سوالات آئمہ علیہم السلام سے کرتے تھے اور وہ حضراؑت حقیقی مطلب سمجھ کر صحیح بات کا جواب دے دیتے تھے۔ چنانچہ ابوبصیر نے خودساختہ اصطلاح یعنی الْـمُتعَۃِ پر سوال کیا اُس کا مطلب یہ تھا کہ کیا نکاح میں مدت مقرر کرنے کا اختیار ہے؟ امامؑ نے آیت پڑھ دی جس میں ایک نہیں بلکہ سارے اختیارات آ گئے اور لوگوں نے خود ہی سمجھ لیا کہ امامؑ نے متعہ کا جواب دیا ہے حالانکہ جواب نکاح پر تھا اور سب کے لئے تھا۔

123۔ کاشف الغطا اپنے عقائد کو ننگا کرنے کے لئے بڑی خوشامد سے پردہ اُٹھاتے ہیں اور اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی کو قرآن میں نقص و تحریف کہتے ہیں

آپ متعہ سے اور حدیث کی کتاب کافی سے اور حدیث کے طرزِ خطاب سے متعارف ہو چکے ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو شیعوں کے بڑے جھنکار دار عالم شیخ محمد حسین آل کاشف الغطا کی علمی دُھوم دَھام سے بھی رُوشناس کرا ہی دیں۔ اور چونکہ اُن کی علمیت کا خود شیعہ علما میں بڑا شہرہ ہے اور انہوں نے بھی مسئلہ متعہ پر بڑی زوردار بحث کی ہے اور اپنے خیال میں

سُنّی علما کو لا جواب کر دیا ہے۔اُن کی بحث اور دلائل کا نمونہ یہاں دکھانا چاہتے ہیں پہلے ہماری سب سے معتبر کتاب کافی سے ایک اور حدیث دیکھئے جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منسوب ہے حدیث مع اسناد یُوں ہے۔

علی بن ابراھیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عَمَّن ذَکَرَہٗ عَنْ اَبی عَبْدِاللّٰہ علیہ السلام قَالَ: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ مِنْھُنَّ اِلٰی اَجَلٍ مُسَمّٰی فَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ فَرِیْضَۃً (۱)(ابواب المتعۃ حدیث 3 فروع کافی)

''امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا حقیقت اِس کے سوا اور کچھ نہیں کہ نازل ہوئی یہ آیت کہ جب تم ایک مقررہ مدت تک عورتوں سے استمتاع کر چکو تو اُن عورتوں کو تم فرض شدہ اُجرتیں ادا کر دو۔''

اسی صفحہ پر ملا محمد باقر مجلسی کی کتاب مرآت العقول سے یہ حاشیہ لکھا ہوا ہے کہ:

قال صاحب المجمع :روی عن جماعۃ من الصحابۃ منھم اُبی بن کعب و ابن عباس و ابن مسعود انّھم قرؤوا ''فما اسْتَمتَعْتُم بہٖ مِنْھُنَّ اِلٰی اجَلٍ مُسَمّٰی فَاٰتُوْھُنَّ اُجُورَھُنَّ'' واَورد الثعلبی فی تفسیرہ عن حبیب بن مظاھر قال:اعطانی ابن عباس مصحفًا فقال: ھٰذا عَلٰی قِرْءَ ۃ اُبیِّ فَرَأیْتُ فِی المصحف ''فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بہ منھن اِلٰی اَجَلِ الْمُسَمّٰی '' وَبِاَسْنَادِہٖ عَن ابی بصیر قال:سَاَ لْتُ ابن عباس عَنِ المتعۃ فقال اَمَا تقراء سورۃ النِّسَاءِ ؟ فَقُلْتُ بلٰی ، فَقَالَ فَمَاتقرء ''فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِہٖ مِنھنَّ اِلٰی اَجَلِ الْمُسَمّٰی'' قُلْتُ : لَا اقرؤھا ھٰکذا .فقال ابن عباس: فو اللّٰہِ ھٰکَذَا اَنْزَلَھَا اللّٰہ .

ثَلاثَ مرات. وَبِاَسْنَادِهٖ عَن سعيد بن جبير اِنَّهٗ قَرَاهٰكَذَا ''وَلا جُنَاحَ عليكم. الخ. قال السعدى: مَعْنَاهُ لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِن اِسْتَئنَافِ عقد آخر بعد انقضاء مدة الاجل المضروب فى عقد المتعة يزيد ها الرجل فى الاجر و تزيد فِى المُدّة (آت) النساء 4/24.

'' تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے کہ صحابہ کی جماعت جن میں اُبی بن کعب اور عبداللہ بن عباس اور ابن مسعود ہیں وہ سب اس آیت (4/24) کو یوں پڑھا کرتے تھے کہ جب تم اُن عورتوں سے ایک مقررہ مدت تک فائدہ اُٹھاؤ تو اُن کو اُن کے مقررہ اجر دے دو۔'' اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حبیب ابن مظاہر سے یوں وارد کیا ہے کہ اس نے کہا کہ مجھے عبداللہ ابن عباس نے ایک قرآن دیا اور کہا کہ یہ اُبی بن کعب کی قرات ہے۔ چنانچہ میں نے قرآن میں دیکھا ''جب تم اُن عورتوں سے ایک مقررہ مدت تک استفادہ کرلو'' اور اُسی سند سے ابی بصیر نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ متعہ کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا تم سورہ نساء نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں میں سورہ نساء پڑھتا رہتا ہوں۔ عبداللہ بن عباس نے کہا کہ کیا تم وہاں یہ نہیں پڑھتے '' کہ جب تم اُن عورتوں سے ایک مقررہ مدت تک فائدہ اٹھا لو'' میں نے کہا کہ میں تو وہاں یہ نہیں پڑھتا۔ ابن عباس نے کہا کہ اللہ کی قسم اللہ نے اسی طرح نازل کیا تھا۔ اور تین مرتبہ قسمیہ بیان دیا۔ اور اسی کی سند سعید ابن جبیر سے روایت کی کہ اُس نے یوں ہی پڑھا تھا کہ تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں۔ آخر

تک۔اور سدی نے کہا کہ اُس کے معنی یہ ہیں کہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ اگر تم باہمی رضامندی سے مدت نکاح ختم ہو جانے کے بعد نئے سرے سے متعہ کی مدت میں یا متعہ کی اُجرت میں اضافہ کر لیا کرو۔'' (مرات العقول سورۃ نساء علامہ باقر مجلسی)

124۔ آل کاشف الغطا اور متعہ کی بحث میں اُنکی علمیت اور قریش کی سازشوں سے ناواقفیت اور خوشامدانہ رویہ

یہاں سے شیخ محمد حسین کا بیان سنئے اور اُن کا اطمینان نوٹ کیجئے، ارشاد ہے کہ:

''بحثِ مُتعہ''

''حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ شخص جسے ذرا بھی مذہب اسلام کو سمجھنے کا موقع ملا ہے اور جس نے بھی دینی قوانین کے مطالعہ میں زندگی کے کچھ لمحات صرف کئے ہیں وہ اس حقیقت سے قطعاً انکار نہیں کر سکتا کہ متعہ کے معنی وہ عقد ہے جو ایک بندھے ہوئے وقت کے لئے ہو۔''

''خود پیغمبر اکرمؐ نے اس قسم کے عقد کو رائج کیا۔مباح فرمایا اور حیاتِ رسولؐ میں بڑے بڑے صحابہ اس پر عمل پیرا رہے۔نیز آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد بھی صحابہ کرام قانون کی اس شق سے جی بھر کر متمتع ہوتے رہے۔چنانچہ عبداللہ بن عباس، جابر ابن عبداللہ انصاری، عمر ابن الحصین، ابن مسعود اور اُبی بن کعب وغیرھم یہ تمام اعاظم ومشاہیر متعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔اور آیت متعہ کو اسی طرح پڑھتے تھے: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ اِلٰى اَجَلٍ مُسَمًّى. لیکن ہماری رائے میں یہ یقین کرنا درست نہ ہوگا کہ یہ حضرات اللہ کے کلام میں کسی نقص وتحریف کے

قائل تھے (معاذ اللہ) نہیں۔ بلکہ غالباً سخن شناس ہونے کی وجہ سے تفسیر کے طور پر اس جزو (اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی) سے آیت کا منشا بیان کرتے ہوں گے۔ چونکہ عرصہ دراز تک یہ بزرگ شمع نبوت کا طواف کرتے رہے، معارفِ قرآنی کو زبان رسالت سے سننے اور سمجھنے کا موقع ملا لہٰذا جب لوگ اِن سے دریافت کرتے ہوں گے تو اس آیت کے سلسلے میں ختمیٔ مرتبت سے حاصل کردہ مفہوم کو ظاہر کر دینے میں اُنہیں کوئی تامل نہ ہوتا ہوگا۔ حالانکہ ابن جریر نے اپنی تفسیر کبیر میں جو روائتیں درج کی ہیں اُن سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی والا ٹکڑا جزو آیت ہے۔ چنانچہ موصوف ابو نضرہ کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ ''میں نے اس آیت کو ابن عباس کے سامنے پڑھا تو آپ نے فرمایا ''اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی'' میں نے عرض کی کہ میں تو یوں نہیں پڑھتا۔ اس پر ابن عباس نے تین مرتبہ فرمایا ''بخدا یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے'' لیکن یہاں بھی ہم عرض کریں گے کہ رئیس ملت حضرت ابن عباس کا مقام اِن نقائص سے بہت بلند ہے۔ یہ روایت اگر صحیح ہے تو غالباً رسوؐل کے اس جلیل القدر صحابی کا مقصود یہ ہوگا کہ پروردگار عالم نے اس کی تفسیر یوں نازل فرمائی ہے'' (اصل واصول شیعہ) (ترجمہ صفحہ 106-105 مترجمہ مولوی سید ابن حسن نجفی)

(الف) شیخ صاحب قرآن کے وسیع الاختیار نکاح کے منکر ہیں اصطلاحی نکاح کے قائل ہیں عبداللہ کی دشمنی سے جاہل اور عقیدت مند ہیں

قارئین اُن مطالب کو سامنے لا کر شیخ کی علمیت کو جانچیں جو آیت (4/24) سے ثابت ہو چکے ہیں اور جس میں شوہر اور زوجہ کو لاتعداد اختیارات دیئے گئے۔ جن میں وہ ایک اختیار بھی شامل ہے جس کی طرفداری میں آل کاشف الغطا نے اپنا وقت تُک بندیوں پر ضائع کیا

ہے۔ پھر یہ عالم صاحب اس اصطلاحی نکاح کے قائل اور اُس میں مددگار ہیں جو قریش نے بطور سازش دنیا بھر کے مسلمانوں میں پھیلایا اور رائج کیا ہے اور جو تخریب اور انسانیت کی تباہی کا ذمہ دار ہے۔ اور جس اصطلاحی متعہ کے قائل ہیں وہ دنیا سے متروک ہو گیا اور شیخ صاحب اُس کے ترک کرانے میں سازشیوں کے مددگار رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اُن ہی ایسے علمائے شیعہ کی مدد سے ایران و نجف میں زنا کی جگہ آج تک جائز ہے۔ پھر انہوں نے اصول کافی اور فروع کافی سے خود کو جاہل رکھا ہے ورنہ یہ قریشی صحابہ کے ساتھ ابواب المتعہ کی تیسری حدیث مرقومہ بالا کا بھی ذکر کرتے اور بتاتے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے جملہ ''اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی'' کن بنیادوں پر فرمایا ہے (صفحہ 303) کیا وہ امام علیہ السلام کو عبداللہ ابن عباس ہی کی ترازو میں تولتے ہیں؟ پھر شیخ صاحب نے نہج البلاغہ میں وہ خطوط بھی نہیں پڑھے جن میں حضرت علی علیہ السلام نے عبداللہ ابن عباس کا غبن اور فریب لکھا ہے اور مال حرام پر عیاشی اور وہ بھی زنا کرنے کا جرم عائد کیا ہے۔ پھر یہ مشہور زمانہ عالم صاحب اس سے بھی قطعاً جاہل رہے ہیں کہ یہ عبداللہ ابن عباس شب قدر کا منکر تھا اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے مناظرہ اور انکار کر رہا تھا کہ اُسے جبرائیل علیہ السلام نے پَر مار کر اندھا کیا تھا۔ الغرض یہ شیخ جی گدی نشین مجتہد اور حجۃ الاسلام تھے اور سنی ماحول کو خوش رکھنے کے لئے دشمنانِ محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم سے عقیدت اور دوستی رکھتے تھے۔

125۔ مومن الطاق اور ابوحنیفہ میں متعہ پر ایک لطیفہ اور متعہ کی منسوخی کے دلائل اور اہل کتاب زوجہ

یہاں فروع کافی کے ابواب المتعہ کی آٹھویں یا آخری روایت کا ترجمہ پڑھتے چلیں:

''روایت میں سُنیوں کے امام اعظم ابوحنیفہ اپنے دوست مومن الطاق سے پوچھتے ہیں

کہ کیا تمہارا ابھی یہی خیال ہے کہ متعہ یعنی مدت مقرر کرنے والا نکاح جائز ہے؟ مومن نے کہا کہ ہاں جائز ہے۔ ابوحنیفہ نے طنز کیا کہ پھر تمہیں کون سی بات روکتی ہے کہ تم اپنی عورتوں کو حکم دو کہ وہ متعہ کے ذریعہ سے کمائی کر کے لائیں اور تمہیں دیا کریں۔ مومن نے کہا کہ بعض حلال پیشے اور کاریگریاں حلال ہوتے ہوئے بھی ناپسند کئے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ لوگوں میں بہت سے درجات و مرتبے ہوتے ہیں اور ہم بھی بلند مرتبہ لوگ ہیں۔ اس لئے یہ کام نہیں کرتے۔ البتہ تم بتاؤ کہ کیا تم نبیذ کو حلال کہتے ہو یا حرام مانتے ہو؟ ابوحنیفہ نے کہا نبیذ حلال ہے۔ مومن نے کہا کہ پھر تمہیں کس چیز نے روکا ہوا ہے کہ تم اپنی عورتوں کو قہوہ خانوں اور شراب خانوں میں کمائی کے لئے بٹھاؤ اور اُن کی کمائی کھاؤ۔ ابوحنیفہ شرمندہ ہوا اور کہا کہ اینٹ کا جواب پتھر سے ہوا اور تمہارا جواب زیادہ اثر انگیز نکلا پھر ابوحنیفہ نے کہا کہ سورہ معارج میں سَالَ سائِلٌ متعہ کو منسوخ کرتی ہے (70/1) اور حدیث رسولؐ سے بھی متعہ ممنوع ہوا ہے۔ مومن نے کہا کہ وہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور متعہ والی آیت مدینہ میں اُتری تھی یہ کیسے ممکن ہے کہ پہلا حکم بعد والے حکم کو منسوخ کر دے اور متعہ کو منع کرنے والی روایت وہ محض بکواس ہے۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ پھر آیت میراث کو کیا کرو گے وہ بھی متعہ کو منسوخ کرتی ہے؟ مومن نے کہا یوں تو متعہ اور بھی مستحکم ہو گیا۔ ابوحنیفہ نے پوچھا کہ یہ تم نے کیسے اور کہاں سے کہہ دیا۔ مومن نے کہا کہ میراث والی آیت سے ہی ثابت ہو گیا کہ نکاح بلا میراث بھی ہو سکتا ہے۔ بتاؤ اگر ایک اہل کتاب عورت سے نکاح کیا جائے اور شوہر مر جائے تو کیا تم اس عورت کو میراث دلواؤ گے؟ ابوحنیفہ نے کہا کہ وہ میراث نہ پائے گی۔ مومن نے کہا کہ متعہ میں بھی تو میراث ملنا لازم نہیں۔ لہٰذا نکاح بلا میراث یعنی متعہ ثابت ہو گیا۔"

126۔ جنسی تعلق میں وسعت کے لئے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت

آخر میں قرآن کے اُس حکم کو بھی مدِّنظر رکھنا ہوگا جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ .... (المائدہ 5/5)

مودودی: ''اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے ہوں یا اُن قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، بشرطیکہ تم اُن کے مہر ادا کر کے نکاح میں اُن کے محافظ بنو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو۔اور جو کسی نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کیا تو اُسکا سارا کارنامۂ زندگی ضائع ہو جائے گا اور وہ آخرت میں دیوالیہ ہوگا۔'' (مائدہ 5/5)
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 446-447)

127۔ مسلمان عورتوں کو اہل کتاب مردوں کے لئے جائز نہیں کیا گیا

پہلا سبب تو یہ ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے مجتہدین نے اپنی اپنی الہامی کتابوں کے خلاف اپنی شریعت بنا رکھی تھی اور اللہ کے حکم کے باوجود بھی وہ توریت اور انجیل پر کاربند نہ ہوئے تھے (5/66,68) لہٰذا مومنیت سے گر گئے۔ تھے۔دوسرے اس لئے کہ اُن میں بھی عورتوں کی تعداد زیادہ تھی اور وہ ایک سے زیادہ نکاح ترک کر چکے تھے۔اور عورتیں ماری ماری پھرتی تھیں تیسرے اس لئے کہ وہ ایک عورت سے دل بھر جانے کے بعد اُسے طلاق دیئے بغیر دوسری عورت سے نکاح نہ کر سکتے تھے۔لہٰذا وہاں عورتوں کو بلا قصور طلاقیں ہوتی رہتی تھیں۔

128۔ عورتوں کی رضامندی اور ضرورت کے بغیر طلاق یا انہیں جدا کر دینا زنا کرانا ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے چھ سو سال پہلے طلاق کے متعلق فرمایا تھا کہ:

قِیْلَ مَنْ طَلَّقَ امْرَاتَہٗ فَلْیَدْفَعْ اِلَیْھَا کِتَابَ طَلَاقٍ اَمَّااَنَا فَاَقُوْلُ لَکُمْ مَنْ طَلَّقَ امْرَاتَہٗ اِلَّا لِعِلَّہِ زِنًی فَقَدْ جَعَلَھَا زَانِیَۃً وَمَنْ تَزَوَّجَ مُطَلَّقَۃً فَقَدْ زَنَی. (متی فصل خامس 5 آیات 33-5/32)

''یقیناً طلاق جائز ہے جس کے لئے یہ کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی زوجہ کو طلاق دے۔ اُسے چاہئے کہ وہ اس عورت کو آزادی (طلاق) کی تحریری سند دیا کرے۔رہ گیا اب میرا فیصلہ تو وہ یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی اپنی زوجہ کو زنا کرنے کے علاوہ کسی اور سبب سے طلاق دے گا تو وہ اُس عورت کو زانیہ بنائے گا۔اور جو کوئی ایسی طلاق شدہ عورت کو اپنی زوجہ بنائے گا وہ حرامکاری اور زنا کا مرتکب ہوگا۔''(متی کی انجیل 5/32-33)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک وہ طلاق واقع نہ ہوگی اور عورت برابر اُسی طلاق دینے والے کی زوجہ رہے گی اس لئے اُس سے جنسی تعلقات قائم کرنا بھی حرام اور زنا ہوگا۔

129۔ قرآنی (4/24) نکاح اور قریشی نکاح میں فرق یا قریشی نکاح اور شیعوں کے اصطلاحی متعہ میں فرق

آپ کراچی کی سیر کے دَوران جگہ جگہ اور بار بار دیکھیں گے کہ بسیں اور ویگنیں آجارہی ہیں۔بسوں اور ویگنوں والے آوازیں لگا لگا کر بسوں اور ویگنوں کے جانے کے

مقامات بتا رہے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ بسوں میں سوار ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ بھی سوار ہوئے اور جا کر سیٹ پر بیٹھ گئے ایک آدمی آیا اُس نے ہر ایک کو ٹکٹ دیا پیسے لئے اور چلا گیا۔ آپ برابر بسوں میں سفر کرتے رہے یہاں تک کہ سمندر کے لئے بس سے کیماڑی پہنچے اور لوگوں کے ساتھ اندر پہنچے۔ وہاں بہت سی بادبانی کشتیاں اور سٹیمر کھڑے تھے۔ یہاں بھی لوگ زینوں سے اُتر اُتر کر کشتیوں اور سٹیمروں میں بیٹھتے جارہے تھے۔ بھر جانے کے بعد یا پہلے ہی کرائے کے پیسے لے لئے گئے اور کشتی یا سٹیمر روانہ ہوتے گئے۔ جب کنارے سے دو میل کے قریب پہنچے تو سٹیمر والوں نے ریوالور نکال کر لوگوں سے کہا کہ فوراً سٹیمر خالی کرو ہمیں اچانک ایک ضرورت آپڑی ہے اور واپس جانا ضروری ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہاں اُتر کر ہم ڈوب جائیں گے برائے مہربانی ہمیں بھی واپس لے چلو۔ وہ نہیں مانتے اور کہتے ہیں فوراً اُترو ورنہ گولی ماری جائے گی۔ چنانچہ ایک آدمی کو مار کر سمندر میں پھینک دیا گیا۔ اور سب کو ڈوبنے کیلئے اُتار دیا گیا۔ جس کا جو حال ہوا وہ جانے۔ مگر آپ سمجھ لیں کہ یہ اس نکاح کی مثال ہے جو آپ کرتے ہیں۔ شوہر مختار ہے زوجہ کو جب چاہے جہاں چاہے زوجہ کی مرضی کے خلاف جُدا کر سکتا ہے۔ اُس نے زوجہ سے نہ کوئی معاہدہ کیا نہ زندگی بھر کا ٹھیکہ لیا۔ اُسے یہ اختیارات قریشی شریعت نے دیئے ہیں۔ مگر وہ قرآنی نکاح میں ساری زندگی کی اور زندگی کی ہر صورت کی ذمہ داری کے مضبوط ہاتھوں میں آجاتی ہے۔ شوہر کو زوجہ کے اور گورنمنٹ کے شکنجہ میں رکھا جا سکتا ہے۔ متعہ تو قرآنی اختیارات میں سے صرف ایک اختیار یعنی مدت مقرر کرنے کا اختیار استعمال کرتا ہے یعنی متعہ بہر حال عارضی اور محدود ہے اور اہل عقل محدود کے مقابلے میں وسعتوں کو اختیار کرتے ہیں۔

یہ بھی یہاں نوٹ کرلیں کہ کسی معصومؑ نے اور معصومؑ خاندان کے افراد نے شیعوں کے اس نام نہاد متعہ کو کبھی اختیار نہیں کیا اس لئے کہ وہ قرآنی (4/24) نکاح کرتے تھے جس میں متعہ سے وسیع اختیارات اور سہولتیں اور زندگی کو خوشگوار بنانے کے تمام سامان موجود ہوتے تھے۔ بہرحال متعہ قرآن سے باہر کی چیز ہے۔ اللہ کے حکم کے ماتحت لایا جاسکتا ہے لیکن نکاح کی طرح اللہ کا حکم نہیں ہے۔ یعنی اللہ نے قرآن میں یہ حکم نہیں دیا ہے کہ ''تم عورتوں سے متعہ کرو یا متعہ کیا کرو'' اور جب اللہ نے ایسا حکم نہیں دیا ہے تو عورتوں سے جنسی تعلقات قائم کرنے کا نکاح کے سوا کوئی دوسرا حکم جائز نہیں ہے۔

130۔ قرآنی (4/24) نکاح کے سوا عورتوں سے جنسی تعلق قائم کرنے کے تمام طریقے حرام ہیں خواہ تمتع ہو یا متعہ ہو

یہ گفتگو تفصیل سے ہو چکی ہے کہ مودودی اور تمام شیعہ وسنی علما زرخرید عورتوں سے مجامعت یا جنسی تعلق قائم کرنے کو جائز وحلال مانتے ہیں اور کتبِ احادیث اور تفاسیر لکھتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اللہ نے قرآن میں بلا نکاح عورتوں سے مباشرت، مجامعت اور عورتوں سے جنسی تعلق کو حرام قرار دیا ہے۔ اور زرخرید عورت کو بلا نکاح حلال نہیں کیا ہے۔ قریشی علما نے حرامکاری اور زنا کو جائز کیا ہے۔ وہ اپنے فتاویٰ پر قرآن کی کوئی آیت پیش نہیں کرسکتے۔

(الف)۔ تمام غیر شادی شدہ آزاد مردوں اور عورتوں اور مملوک مردوں اور عورتوں کے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔

مودودی سے اس حکم یا آیت کا ترجمہ سن لیں وہ مانتے ہیں کہ:

''تم میں سے جو لوگ مُجّرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں اُن کے نکاح کردو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کردیگا۔'' (24/32)

معلوم ہوا کہ اللہ نے لونڈی اور غلاموں یعنی مملوکوں کے نکاح کا حکم دیا ہے نہ کہ بلا نکاح چڑھ بیٹھنا جائز کیا ہے ۔ایک دوسرا مقام دیکھئے جہاں مودودی اینڈ کمپنی نے فتیات اور ماملکت کو لونڈیاں بنالیا ہے، سنئے:

''اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورتوں (محصنات) سے نکاح کر سکے اُسے چاہئے کہ تمہاری اُن لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرلے جو تمہارے قبضہ میں ہوں اور مومنہ ہوں ۔اللہ تمہارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے، تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو، لہٰذا اُنکے سرپرستوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلو اور معروف طریقہ سے اُن کے مَہر ادا کردو۔'' (سورہ نساء 4/25) تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 341-342)

لہٰذا واضح اور ثابت ہوگیا کہ جنسی تعلق صرف نکاح کرنے سے جائز ہوتا ہے، قوتِ خرید یا قوت قبضہ سے جائز نہیں ہوتا ۔لہٰذا مودودی کا بلا نکاح تمتع کو جائز کرنا قرآن کے خلاف حرامکاری کو حلال کرنا ہے (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 341-340 دس جگہ)

131۔ کفو اور اُجرت یا مہر کی شرط سے نکاح (4/24) کی پابندی کرنے سے پوری نوع انسان صحیح جوڑوں میں تولید نسل کرے گی۔

یہاں تک اسلام یا قرآن کا وہ نظام واضح ہوگیا جس سے قریش کی آزاد شہوت رانی اور لا محدود جنسی تعلقات کی پیدا کردہ خباثت پر قابو حاصل کیا جاسکتا تھا اور آئندہ حلال نسلوں کے پیدا کرنے کا سلسلہ جاری ہوسکتا تھا اور مسلمان آئندہ پاکیزہ معاشرہ کی طرف بڑھ سکتے تھے اور مخلوط نسلوں کو دوبارہ اللہ کے قائم کردہ شعوب اور قبائل کی طرف لا سکتے تھے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

يَـٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ O

(الحجرات 49/13)

مودودی ترجمہ: ''لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے'' (حجرات 49/13 تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 95)

132۔ عربوں نے جنسی تعلقات کو لامحدود کر کے شعوب وقبائل تو الگ، باپ بیٹے اور ماں بہن تک کی شناخت اور تعین ختم کر دیا تھا

تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ ساری دنیا میں عموماً اور ملک عرب اور قریش میں خصوصاً ساری نسل انسانی کو مخلوط کر دیا گیا تھا کسی نسل یا قبیلے کو خالص نسل یا قبیلہ قرار دینا تو ناممکن بات تھی وہاں تو یقین کے ساتھ یہ کہنا ناممکن ہو گیا تھا کہ فلاں شخص فلاں شخص کا بیٹا یا پوتا ہے۔ اور یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا جب کہ اپنی ماؤں بیٹیوں اور بہنوں سے جنسی تعلق عام تھا اور ان کو زوجہ بنا کر اولادیں پیدا کرائی جارہی تھیں۔ اور جو لوگ ان حرامکاریوں سے بچ کر رہتے تھے اُن کو برم وغیرہ کے اِلقاب دیئے جاتے تھے (24/26) اور اللہ اُن لوگوں کو خبیثوں سے اور خبیث نسلوں سے الگ کر کے تمام الزامات سے مُبرّ ا قرار دیتا رہا ہے۔ لہٰذا جنسی اختلاط سے قوموں اور برادریوں اور قبیلوں سے وہ شناخت ختم کر دی گئی تھی جس کے لئے اللہ نے شعوب وقبائل بنائے تھے اور سب کو الگ الگ قابل تعارف رہنے کا تقاضا کیا تھا۔ اسلام کے جنسی نظام نے از سرِ نو شجرے بنانے

اور عمدہ و خبیث بیجوں اور نطفوں کو الگ رکھنے کا انتظام کر دیا تھا۔ لیکن قریش نے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت پر قبضہ کر کے وہ راہیں پھر کھول دیں جن سے دوبارہ حرامی نسلوں نے فروغ پایا اور حلال کی آڑ میں حرام جاری کیا۔ اور آج بھی جاری ہے۔ والسلام

برائے یاداشت:

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

برائے یاداشت:

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

برائے یاداشت:

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

برائے یاداشت:

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

برائے یاداشت:

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....